

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

# بلاغ مُسَدِّين



مکاتیبِ سید المرسلین  
صلی اللہ علیہ وسلم

**PDFBOOKSFREE.PK**

از

محمد حفص الرحمن سیوہاوسی

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

# بلاغ مؤمنين



مکاتیب سید المرسلین  
صلی اللہ علیہ وسلم

از

محمد حفظ الرحمن سیوہاومی



**PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY**  
**[www.pdfbooksfree.pk](http://www.pdfbooksfree.pk)**

## فہرست مضامین

۹۳

صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۵۸	ہجرتِ ثانیہ	۲۲	۵۸	مقدمہ۔ وعظانِ اصلِ تبلیغ و آیاتِ قرآنی	۱
۵۹	قریش کا وفد	۲۴	۵۹	طلوعِ آفتابِ نبوت	۲
۶۱	پادریوں کو رشوت	۲۵	۶۱	تبلیغِ رسالت	۳
۶۲	مہاجرین دربارِ نجاشی میں	۲۶	۶۲	وجہاتِ تبلیغ پہلا دور۔ معرفت و تکمیل و تکمیلِ نبض	۴
۶۲	حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر	۲۷	۶۳	دوسرا دور۔ قیادت و امامت ارکانِ خاندان	۵
۶۳	نجاشی کا فیصلہ	۲۸	۶۴	تیسرا دور۔ محدود توسیع	۶
۶۴	مسلمانوں کی ہمدردی نجاشی کے ساتھ	۲۹	۶۵	چوتھا دور۔ بعثتِ عامہ	۷
۶۵	دعوتِ اسلام	۳۰	۶۶	اسوۂ حسنہ	۸
۶۶	اممہ شاہِ حبش	۳۱	۶۷	طریقِ دعوت	۹
۶۷	نامہ مبارک بنام اممہ نجاشی حبشہ	۳۲	۶۸	حکمت	۱۰
۶۸	مکتوب اممہ نجاشی حبشہ	۳۳	۶۹	موعظتِ حسنة	۱۱
۶۹	دربارِ رسالت سے اممہ کے نام دو لکڑے	۳۴	۷۰	مجادلہ حسنہ	۱۲
۷۰	حضرت ام حبیبہ	۳۵	۷۱	حضرت فرابین سید المرسلین	۱۳
۷۱	ایک اشکال کا جواب	۳۶	۷۲	یا ایہا الرسول تبخ الآتۃ	۱۴
۷۲	ایک اشکال اور اس کا حل	۳۷	۷۳	عزمِ دعوت	۱۵
۷۳	سیرتِ علیہ کی تنقید	۳۸	۷۴	عجیب واقعہ	۱۶
۷۴	علامہ شبلی کا زیارک	۳۹	۷۵	پہلا پیغامِ شاہِ حبشہ کے نام حبشہ	۱۷
۷۵	اصح التیسر	۴۰	۷۶	نجاشی	۱۸
۷۶	غزوہ تبوک اور نجاشی کی وفات	۴۱	۷۷	ہجرتِ حبشہ	۱۹
۷۷	الفیہ حافظ زید الدین عراقی	۴۲	۷۸	نہرست اسرارِ مہاجرینِ اول	۲۰
۷۸	دوسرا پیغامِ قبیرہ دم کے نام۔ روم	۴۳	۷۹	ہجرتِ اولے کے اصحاب کی تعین	۲۱
۷۹	الم غلبت اروم الآتۃ	۴۴	۸۰	مہاجرینِ حبشہ کی مابقی	۲۲



صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۱۳۵ ۱۳۶	کسریٰ کے دربار میں حضرت عیسیٰ کی تقریر	۶۷	۱۰۴	حدود و روم	۴۵
۱۳۷ ۱۳۸	بابویہ، دربار قدسی میں	۶۸	۱۰۵	روم کی وجہ تسمیہ	۴۶
۱۳۸ ۱۳۹	بازان، حاکم مین	۶۹	۱۰۵ ۱۰۶	ہرقل قیصر روم	۴۷
۱۳۹ ۱۴۰	زوالِ حکومت فارس	۷۰	۱۰۶ ۱۰۷	حضرت دجیہ کلجی	۴۸
۱۴۰ ۱۴۱	چوتھا پیغام شاہ بہرمان کے نام	۷۱	۱۰۷ ۱۰۸	ہرقل کی پٹیا گونی	۴۹
۱۴۱ ۱۴۲	نامہ مبارک بنام بہرمانِ حاکم رامہرہ	۷۲	۱۰۸ ۱۰۹	دعوتِ اسلام	۵۰
۱۴۲	اشرس اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	۷۳	۱۰۹ ۱۱۰	حضرت ابوسفیان اور قیصر کا مکالمہ	۵۱
۱۴۲ ۱۴۳	بہرمان اور حضرت عمر بن الخطابؓ رضی اللہ عنہ	۷۴	۱۱۰ ۱۱۱	نامہ مبارک بنام ہرقل قیصر روم	۵۲
۱۴۳ ۱۴۴	پانچواں پیغام عزیز مہر مقوقس کے نام	۷۵	۱۱۱ ۱۱۲	نیاق برادر قیصر	۵۳
۱۴۴ ۱۴۵	دعوتِ اسلام	۷۶	۱۱۲ ۱۱۳	سیرتِ طیبہ کی روایت	۵۴
۱۴۵ ۱۴۶	حسنِ الحاضرہ کی روایت	۷۷	۱۱۳ ۱۱۴	بخاری کی روایت	۵۵
۱۴۶ ۱۴۷	نامہ مبارک بنام شاہ مقوقس مگر نامہ مبارک	۷۸	۱۱۴ ۱۱۵	ضفاطر حاکم رومیہ	۵۶
۱۴۷ ۱۴۸	جواب مقوقس شاہ مصر	۷۹	۱۱۵ ۱۱۶	ضفاطر کی شہادت	۵۷
۱۴۸ ۱۴۹	حضرت مارٹین کا قبولِ اسلام	۸۰	۱۱۶ ۱۱۷	ابن سعد اور طبری کی روایت پر حکم	۵۸
۱۴۹ ۱۵۰	شیخ جلال الدین سید علیؒ کی روایات	۸۱	۱۱۷ ۱۱۸	ایک عجیب واقعہ	۵۹
۱۵۰ ۱۵۱	زوالِ مصر	۸۲	۱۱۸ ۱۱۹	زوالِ روم	۶۰
۱۵۱ ۱۵۲	نامہ مبارک کی ایک تاریخی بحث	۸۳	۱۱۹ ۱۲۰	تیسرا پیغام کسریٰ خسرو پر دیر کے نام - فارس -	۶۱
۱۵۲ ۱۵۳	چھٹا پیغام ہزده بن علی شاہ و یارک نامہ ہزده	۸۴	۱۲۰ ۱۲۱	نامہ مبارک بنام خسرو پر دیر کسریٰ - فارس -	۶۲
۱۵۳ ۱۵۴	نامہ مبارک بنام ہزده بن علی	۸۵	۱۲۱ ۱۲۲	حضرت سلیمانؑ کی تقریر	۶۳
۱۵۴ ۱۵۵	حضرت سلیمانؑ کی تقریر	۸۶	۱۲۲ ۱۲۳	مولانا نانا خاں اور داستان خسرو پر دیر	۶۴
۱۵۵ ۱۵۶	ہزده بن علی کا پیغام نبی اکرم ﷺ کے نام	۸۷	۱۲۳ ۱۲۴	نامہ مبارک فیظم	۶۵
۱۵۶ ۱۵۷	زاد المعاد کی روایت	۸۸	۱۲۴ ۱۲۵	قاضی رسول اکرم اور خسرو شاہ ایران	۶۶
۱۵۷ ۱۵۸	ساتواں پیغام حارث بن ثمر غسانی کے نام	۸۹	۱۲۵ ۱۲۶	انجام پد	۶۷
۱۵۸ ۱۵۹	حارث بن ثمر غسانی	۹۰	۱۲۶ ۱۲۷		

صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۲۰۵	دائل بن حجر	۱۲۳	۱۶۸	نامہ مبارک بنام حدیث	۹۱
۲۰۸	حضرت موت کی زبان میں نامہ مبارک	۱۲۴	۱۶۹	زوال حکومتِ شام	۹۲
۲۰۹	دوسرے نامہ مبارک	۱۲۵	۱۷۰	آٹھواں پیغامِ جلیب بن ابیہم کے نام	۹۳
۲۱۰	حضرت اہل اہل اور حضرت معاذ بن جبل کی درمیان گفتگو	۱۲۶	۱۷۱	حضرت شجاع کی تقریر	۹۴
۲۱۱	سردار زرد کے نام پیغامِ اسلام - ابو ظہبان	۱۲۷	۱۷۲	جیلدار رسالتِ اسلامی	۹۵
۲۱۱	آنحضرت سردار عجم کے نام پیغامِ اسلام	۱۲۸	۱۷۳	ان پیغامِ مذہبِ نبوی کے نام جو عربوں کے نام پر	۹۶
۲۱۲	نبیِ خاتمہ کے نام پیغامِ اسلام	۱۲۹	۱۷۴	مذہبِ نبوی	۹۷
۲۱۳	واقعی کی روایت پر تبصرہ	۱۳۰	۱۷۵	ابن سعد کی روایت	۹۸
۲۱۴	نبیِ خاتمہ کے نام پیغامِ اسلام	۱۳۱	۱۷۶	نامہ مبارک - عکس نامہ مبارک	۹۹
۲۱۸	شاہِ سادہ کے نام پیغامِ اسلام	۱۳۲	۱۷۷	مذہب کے نام دوسرا نامہ مبارک	۱۰۰
۲۱۹	امراہ بن داؤد کے نام پیغامِ اسلام بکر بن داؤد	۱۳۳	۱۷۸	ہلال بن امیہ کے نام پیغامِ اسلام	۱۰۱
۲۲۰	نہشل بن مالک	۱۳۴	۱۷۹	امیرِ بصرہ کے نام پیغامِ اسلام	۱۰۲
۲۲۱	نبیِ زہیر کے نام پیغامِ اسلام	۱۳۵	۱۸۰	جعفر بن جلدندی کے نام پیغامِ اسلام	۱۰۳
۲۲۲	قبائل عرب کے سرداروں کی فہرست	۱۳۶	۱۸۰	دعوتِ اسلام	۱۰۴
۲۲۳	ذوہ بن عکرمہ گورنر عمان کا قبولِ اسلام	۱۳۷	۱۸۱	حضرت عمرو بن العاص اور عبد کی گفتگو	۱۰۵
۲۲۴	عزراں تاج و جبر	۱۳۸	۱۸۲	قیصر کے نام دوسرا پیغامِ شہداء	۱۰۶
۲۲۵	سینئر نے دعوت و تبلیغ	۱۳۹	۱۸۳	دعوتِ اسلام شاہِ حبشہ کے نام ہے	۱۰۷
۲۲۶	آنحضرت کے نام کا مطلب	۱۴۰	۱۸۴	نامہ مبارک بنام نجاشی دوم ہے	۱۰۸
۲۲۷	آنحضرت کے نام کا ایک اور نکتہ	۱۴۱	۱۸۵	اگر یہ نبی کے نام دعوتِ اسلام دوتہ انجیل ہے	۱۰۹
۲۲۸	راعی اور رعیت	۲۲۲	۱۸۶	یوحنا بن زبید و سزوان ایک کے نام پیغامِ اسلام	۱۱۰
۲۲۹	یونان کا چکر مرتین	۲۲۳	۱۹۱	ایلہ	۱۱۱
۲۳۰	دعوت و حدیث طہ	۲۲۴	۱۹۲	نامہ مبارک بنام یوحنا	۱۱۲
۲۳۱	سیلہ کذاب اور فیصلہ نبوی	۲۲۵	۱۹۳	سزوان نبیِ کلیف کو دعوتِ اسلام ملے	۱۱۳
۲۳۲	تکفیر اہل قبلہ	۲۲۶	۱۹۴	ذوالکلاع و ذو عمرو بن عبد کے نام پیغامِ اسلام	۱۱۴
۲۳۳	تقل مرتہ	۲۲۷	۱۹۵	سیلہ اور دعوتِ اسلام ملے	۱۱۵
۲۳۴	تبلیغ و جہاد	۲۲۸	۱۹۶	سیلہ کا جواب	۱۱۶
۲۳۵	جاد	۲۲۹	۲۰۰	نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نامہ مبارک	۱۱۷
۲۳۶	تبلیغِ اسلام	۲۳۰	۲۰۰	عجاہ کو عطایا	۱۱۸
۲۳۷	اسلام اور رہبانیت	۲۳۱	۲۰۱	شاہانِ کبر کے نام پیغامِ اسلام ملے	۱۱۹
۲۳۸	اسلام اور اس کے اصول جنگ	۲۳۲	۲۰۲	نامہ مبارک	۱۲۰
۲۳۹	جہاد سے قبل قبولِ اسلام یا جزیہ کی تلقین	۲۳۳	۲۰۳	نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشاں	۱۲۱
۲۴۰	جہاد	۲۳۴	۲۰۴	سزوان حضرت کے نام پیغامِ اسلام ملے	۱۲۲
۲۴۱	جہاد	۲۳۵	۲۰۵		
۲۴۲	جہاد	۲۳۶	۲۰۶		
۲۴۳	جہاد	۲۳۷	۲۰۷		
۲۴۴	جہاد	۲۳۸	۲۰۸		
۲۴۵	جہاد	۲۳۹	۲۰۹		
۲۴۶	جہاد	۲۴۰	۲۱۰		
۲۴۷	جہاد	۲۴۱	۲۱۱		
۲۴۸	جہاد	۲۴۲	۲۱۲		
۲۴۹	جہاد	۲۴۳	۲۱۳		
۲۵۰	جہاد	۲۴۴	۲۱۴		
۲۵۱	جہاد	۲۴۵	۲۱۵		
۲۵۲	جہاد	۲۴۶	۲۱۶		
۲۵۳	جہاد	۲۴۷	۲۱۷		
۲۵۴	جہاد	۲۴۸	۲۱۸		
۲۵۵	جہاد	۲۴۹	۲۱۹		

# تعارُف

از

جناب مولانا مولوی سعید احمد صاحب فاضل دیوبند مولوی فاضل، بی اے۔ پروفیسر

علوم شریقیہ کالج فتحپوری دہلی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰ - اَمَّا بَعْدُ

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاکیزہ سے متعلق صد ہا مصنفین اسلام نے قابل قدر تصانیف لکھی ہیں اور اس کثرت سے لکھی ہیں کہ آج تک کسی علمی یا ادبی موضوع پر اس قدر سیر حاصل کتابیں تصنیف نہیں کی گئیں۔ سیرت مقدسہ کی ان کتابوں میں مصنفین نے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے مختلف گوشوں پر پوری شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اسی کے ذیل میں انھوں نے آپ کے ان فرامین و مکاتیب عالیہ کا بھی ذکر کیا ہے جو مختلف حالات کے زیر اثر دنیا کے مختلف حصوں میں ارسال کئے گئے۔ سیرت مقدسہ کی کوئی تصنیف ان مکاتیب عالیہ کے ذکر سے خالی نہیں ہے۔ اور ان میں خطوط سے متعلق دوسرے حالات بھی کسی قدر تفصیل کے ساتھ مل سکتے ہیں لیکن یہ کہنا غالباً مبالغہ سے کمر خالی ہے کہ اردو میں آج تک کوئی کتاب ایسی تصنیف نہیں کی گئی جس کا موضوع واحد صرف ان فرامین مقدسہ کی جمع و ترتیب اور ان سے متعلق پیش قیمت تاریخی حواجیات و اسانید کا پوری محنت و جاں کاہی کے ساتھ بہم پہنچا نا ہو۔ جو خالص تبلیغِ اسلام کی غرض سے لکھے گئے ہیں، اور اس سلسلہ میں جو اہم حدیثی و تاریخی اشکالات پیدا ہو جاتے ہیں ان کو ایسے پسندیدہ اسلوب اور وسیع النظری کے ساتھ رفع کیا گیا ہو کہ تاریخی بیانات اور آثار و روایات میں کوئی تناقض باقی نہ رہتا ہو۔

مقام نگر ہے کہ محترم بھائی حضرت مولانا ابراہیم القاسم محمد حفظ الرحمن صاحب یو با ڈی جو اپنی متعدد تصانیف کے باعث ہندوستان کی علمی دنیا میں اچھی طرح روشناس ہو چکے ہیں۔ آپ نے اس اہم ضرورت کی نظر توجہ فرمائی۔ چنانچہ آپ ایک مدت کی محنت و کاوش کے بعد پیش نظر کتاب جو اپنی نوعیت میں یقیناً بے مثل ہے، ملک قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ قارئین کرام اس کتاب کا مطالعہ کے بعد اس حقیقت کا عودا قرار کریں گے کہ اس میں موضوع کتاب کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو تشنہ تحقیق رنگیا ہو۔ اور حرج و نقدِ روایات کا کوئی اسلوب ایسا نہیں ہے جس سے اس کتاب میں کام نہ لیا گیا ہو۔ موضوع تصنیف کے سلسلہ میں آپ کو جہاں کہیں کوئی مواد مل سکتا تھا آپ نے اس کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ مختلف فتوحِ علوم کی وہ تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابیں جو آپ متیار کر سکتے تھے اور جن سے کسی حد تک بھی اس موضوع کی تحقیق میں مدد مل سکتی تھی وہ سب اس کتاب کی تصنیف کے وقت آپ کے پیش نظر رہی ہیں۔ اس بنا پر بے خوف تر دید کہا جاسکتا ہے کہ زندگی و اتحاد کے اس ہولناک دور میں فراموشی سے متعلق ایک ایسی کتاب کا شائع کرنا جو اس سلسلہ کی تمام علمی و تاریخی مباحث پر مشتمل ہو، اور جس کے مقدمہ میں تبلیغ کے اصول و طرق سے مفصل بحث کی گئی ہو یقیناً علم و مذہب کی ایک عظیم الشان خدمت ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین۔

کتاب تین حصوں پر منقسم ہے۔ پہلے حصہ کا نام اصولِ تبلیغ ہے۔ آپ نے اس میں بتایا ہے کہ دین کی نشروائشا عمت اور کلمہ حق کے اعلیٰ حقیقی کا صحیح طریقہ کیا ہے اور اسلام نے اس کے لئے کیا اصول وضع کئے ہیں، اس ذیل میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عہدِ حاضر میں مناظرہ کا جو طریقہ مروج ہے اور جس کو بالعموم مذہب کی ایک بڑی خدمت سمجھا جاتا ہے وہ کس حد تک اسلام کے مقرر کئے ہوئے اصولِ تبلیغ کی روشنی میں شرعی اور درست کہا جاسکتا ہے؟ فاضل مصنف نے موجودہ طرقِ تبلیغ کی تحلیل کرنے کے بعد بتایا ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر بلکہ سب طریقے غیر مسلم جماعتوں کے اختراعِ ذہنی کا نتیجہ ہیں۔ اور یہ محض اس لئے اختراع کئے گئے تھے کہ وہ دوسرے مذاہب اور ان کے پیروؤں کی تحقیر کر کے خود

اپنے مذاہب کے لئے پردہ پوشی کا سامان کر سکیں۔ اور دوسروں کو اس کا موقع نہ دیں کہ وہ ان کے مذہبِ باطل کی غلط تعلیمات کی طرف متوجہ ہو کر اُس کے عیوب کو آشکارا کر سکیں۔

دوسرے حصہ: فرامینِ سید المرسلین کے عنوان سے مضمون ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامینِ مقدسہ کو جمع کیا گیا ہے جو اپنے دنیا کے مختلف بادشاہوں کے نام روانہ فرمائے تھے اور ان فرامین کے ساتھ ان سے متعلق تاریخی و حدیثی حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ بہت زیادہ متمم بائتان ہے۔ یہ حصہ اول سے آخر تک حضرت مصنف کی وسیع النظری، دقیقہ رسی، اور مہارتِ علمی کا شاہدِ عدل ہے۔

تیسرا حصہ نتائج و عبرت کے نام سے موسوم ہے اس میں وہ تمام معرکہ الآراء و با محض ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام اور پھر سلاطینِ عالم جن کے نام یہ فرامین ارسال کئے گئے تھے۔ ان کے اس دعوتِ نبوت کو قبول یا انکار کرنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ تبلیغ کا مفہوم، جہاد کی حقیقت، اس کے اصول و اسباب، قتل مرتد، تکفیر اہل قبلہ، جزیہ کی تعریف، اسلام اور اُس کا نظامِ اسلام کا دوسرے مذاہب پر تفوق و امتیاز، اسلامِ تکمیل کا مطلب، یہ سب قابلِ فہم اور شکل بخش ہیں جن کو عقلی و نقلی ذہن کی روشنی میں پوری شرح و بسط کے ساتھ کتاب کے اس اخیر حصہ میں محققانہ رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ ملتِ اسلام کے ایک فاضل و محقق فرزند کی یہ نہ سہی عظیم الشان خدمتِ با قبول پائے اور حق تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے متمتع ہونے کی توفیق اور فاضل مصنف کو اجرِ جزیل و ثوابِ عظیم مرحمت فرمائے۔ آمین۔

ایں دعا از من داز جملہ جاں آمین باد

# اُصولِ تبلیغ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

حصّہ اول

مطبوعہ نواب پریس دہلی

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

(احزاب)

ترجمہ

اے نبی ہم نے بے شک آپ کو اس شان کارسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ مومنین کو بشارت دینے والے ہیں اور کفار کو ڈرانے والے ہیں اور سب کو اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ

أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (نحل)

ترجمہ

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کیساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔ آپ کا رب خوب جانتا ہے۔ اُس شخص کو بھی جو اُس کے راستے سے گم ہوا اور ہم ہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

## طلوع آفتاب نبوت

وَأَذَقَ آلَ عِيسَىٰ بَنِ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ  
 إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ  
 يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرِسْوَالِ  
 يَأْتِي مِنْ بَعْدِ اسْمُهُ أَحْمَدُ (صف)

اور وہ وقت یاد کر جبکہ عیسیٰ بن مریم نے فسر مایا  
 لے نبی اسرائیل میں خدا کا رسول ہونا دیکھا کہ نبوت  
 کی تصدیق کرنے والا اور اپنے بعد آنے والے رسول کی  
 بشارت سنانے والا ہوں جس کا نام احمد ہے۔

تقریباً چھ سو برس ہوئے کہ نبوت عیسوی کا دور گزر گیا، دنیا میں بننے والی  
 مخلوق نور نبوت اور فیضان رسالت سے محروم ہو چکی، جہالت و ضلالت کے  
 تاریک بادل تہ بہ تہ جمع ہوتے اور شرک و کفر کی بارش برساجاتے ہیں، کسی قوم یا  
 کسی خاندان، کسی ملک یا کسی سرزمین کی تخصیص نہیں۔ عجم ہو یا عرب، مشرق ہو  
 یا مغرب، کائنات کا ذرہ، ذرہ خواب غفلت میں سرشار، اور پردہ ظلمت میں ستور  
 ہے، بھائی سے بھائی کو محبت ہے نہ باپ کو بیٹے سے، شکل و صورت میں اگرچہ  
 انسان ہیں، مگر خصائل و شمائل حیوانوں سے بھی بدتر، اُدْنٰکَ کَا لَا نَعَامَ بَلْ هُمْ فَضْلٌ  
 سرزمین عرب، لات و عزیٰ اور نائلہ و ہبل پر فدا تھی تو عجم کے بننے والے



جہادیو اور کرشن کی سورتوں کے بچاری، آگ کے پرستار، اور شمس و قمر یا ہرمن و زردان کے والد و شیدا!

غرض راج مسکوں کا چپہ چپہ خدائے واحد، مالکِ حقیقی، کو فراموش کر کے خود ساختہ اصنام پرستی میں مصروف و منہمک تھا،

تقدیسِ الہی کا وہ خاص مقام ”جو دائمی غیر ذی زرع یعنی بن کھیتی کی سر زمین میں “کعبہ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور رحمتِ الہی کا وہ گہوار جس کی بنیاد ابراہیم و اسمعیل (علیہما السلام)، جیسے معماروں کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی، دنیا کے بتکڑوں میں سب سے بڑا اور عظیم الشان بتگدہ مانا جاتا تھا۔ یہ ایک خدائے قدوس کے جلال و جبروت اور غیرت کو حرکت ہوئی۔ اور وقت آ پہنچا کہ ظلمت کدوں کی ظلمت مٹ جائے بتکڑوں کے بت فنا ہو جائیں، آتشکدوں کی آتش بجھ جائے، اور کرۂ عالم کا گوشہ گوشہ نور نبوت اور آفتاب رسالت کی بے پایاں روشنی سے منور ہو جائے، یا یہ کہئے کہ دعائے خلیل اور بشارتِ عیسیٰ (علیہا الصلوٰۃ السلام) کی قبولیت و اجابت کی تکمیل کا وقت آ گیا۔

۹ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۵۷ء کی صبح وہ صبح سعادت تھی، جس میں آفتاب رسالت نے پہلے آمنہ سے ہویدا ہو کر ظلمتکدہ عالم کو بقعہ نور بنا دیا، اور اس کی رحمت بھری شاعوں نے کفر و ضلالت کی تاریکیوں کے تمام پرٹے چاک کر دیئے۔

حئی الہی کا نور مجسم، رحمتِ باری کا جبط اعظم، بحرِ سخا، ابر کریم، پیکرِ ہدیٰ، صورتِ آدم، عالم وجود میں آیا اور اس نے بشارت ”وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِ الَّذِي أَنعَمْنَا عَلَىٰ عِبَادِكُمْ“ سے سرفراز ہو کر دنیا میں توحید کا علم بلند کیا، اور سیکڑوں برس کے بھنگے ہوئے غلاموں کو انکے حقیقی مالک اور آقا کے سامنے جھکا دیا اور صدیوں کے بھولے ہوئے

سبق کو یاد دلا کر دلوں کی بستی میں وہ آتش شوق بھڑکانی جس نے کفر و شرک کی دنیا کو جلا کر آن کی آن میں خاک سیاہ کر دیا،

اخوت و ہمدردی کا وہ رشتہ جو حرفِ غلط کی طرح دنیا میں مٹ چکا تھا اسکے ایک اشارہ چشم و ابرو سے پھر استوار ہو گیا۔ دشمن دوست بنے، اور بیگانوں میں یگانگت نے راہ پائی، بے راہوں نے راہ دیکھی اور بے چینوں کو چین نصیب ہوا۔

يَا سَرَبِ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهَا الْعَصَا

## تبلیغ رسالت

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ رَمَادَهُ، اے پیغمبر کچھ سہرا لگایا ہے سکو لوگوں تک پہنچا دو۔

ایک وقت وہ تھا کہ خدا کے پیغمبر، اور اس کے رسول، دنیا کے ہادی اور عالم کے رہنما، خاص قوموں یا خاص ملکوں میں نذیر و بشیر نکل آتے، اور اپنی رسالت کی تبلیغ و اشاعت کے محدود حلقوں میں خدا کا پیغام سنا کر حقیقی رسالت و نبوت ادا کرتے رہے، آدم و نوح، شعیث و ادریس، ابراہیم و اسماعیل، یعقوب و یوسف، داؤد، و سلیمان، موسیٰ و عیسیٰ، زکریا و الیاس، یونس و ذوالکفل، (علیہم الصلوٰۃ والسلام، یہ اور ان کے علاوہ تمام کو اکبر نبوت اپنے اپنے زمانہ میں ”وحی الہی کی آغوش میں تربیت پاکر، دنیا کو روشن اور درختاں بناتے، اور اپنی اپنی قوم کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ لیکن نبی اُمّی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا فیضان کسی خاص قوم، یا خاص ملک کے لئے نہ تھا بلکہ اس ذاتِ قدسی صفات کی بعثت ”بعثت عامہ“ تھی۔ اسی لئے اس آفتابِ نبوت کے طلوع نے مشرق و مغرب، شمال و جنوب، یورپ و ایشیا،

افریقہ و امریکہ، تمام ربیع مسکوں کو درختاں و تاباں بنا دیا۔

اس کی تبلیغ عام ہوئی، اور اس کی آنغوشِ رحمت میں کل جہاں نے راحت

و آرام پایا۔

مگر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغامِ الہی اور تبلیغِ حق کا یہ ہم مقصد ایسے صول سے یکسر خالی ہے کہ جن کی روشنی میں دعوتِ ربّانی کا یہ کام آئندہ بھی انجام پاسکے؟ یا تمہارا یہ خیال ہے کہ اس مقدس فریضہ کی تکمیل۔ ایک ایسا مآشا ہے جو خوش آئند الفاظ، اور نظر فریب اعمال سے انجام پاسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

بیشک تبلیغ و دعوت وہ مقدس فرض ہے جو ہر ایک کلمہ گو مومن کی حیات اور

اس کی ہستی کا مقصد و حید ہے یہ درست، کہ پیغامِ حق ابو بکر و عمر، جنید و شبلیؑ کے ہی ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ امتِ مرحومہ کا ہر ایک فرد، عالم ہو یا جاہل، عورت ہو یا مرد، اس امانتِ الہی کا حامل اور پاسبان ہے۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس مقصدِ عظیم کی تکمیل، اور اس امانتِ ربّانی

کی صحیح پاسبانی، جب ہی بار آور ہو سکتی، اور اپنی صد ہزار لطافت و حُسن کے ساتھ و ثنا ہو سکتی ہے جبکہ ہم اپنی زندگی کے بیش بہا لمحات کو اس طرح کام میں لائیں جس کی علمی مثال، بلکہ قرآن عزیز نے بتائی اور عملی نظیر خدا کے برگزیدہ بنی نے دکھلائی۔

اسلئے ضرورت تھی اس امر کی کہ جس مقدس ہستی کے وجود میں اس کے ہر ایک

قول و فعل ہیں، اور اس کے ہر ایک حرکت و سکون میں، امتِ مرحومہ کیلئے اسوہ حسنہ

ہو اس کی پاک زندگی کے اس اہم مقصد (تبلیغ کا حق ادا اور دورِ کمال شروع ہی سے

بساطِ عمل پر نہ آجائے۔ بلکہ اس کے لئے مراتب ہوں، درجات ہوں کہ ان کی تکمیل کے بغیر

کوئی اس شاہراہِ عمل سے گزری نہ سکے کہ جس کے بعد گوہرِ مقصود ہاتھ آتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ ”کن فیکون“ ذاتِ احدیت کا طغرائے امتیاز، اور قادرِ مطلق کا قدرتِ کمال ٹھیرا تو انسان ضعیف البنیان کا شرف ہی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مہربانیِ حقیقی کی آغوش میں آہستہ آہستہ اپنی استعداد کے مطابق تربیت پائے اور کمالِ الہی کے فیضان سے مستفیض ہو یا یوں کہتے کہ ضرورت تھی اس بات کی کہ اُمیتِ مَرَّحُمَہِ سُبْحٰنِہٖمُ اَعْلٰی کہ جس کا ہر ایک قول و فعل، ہر ایک حرکت و سکون لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہونا چاہئے، آفتابِ رسالت کی عالیشان روشنی میں قیامت تک ”دینِ مبین“ اور ”ملتِ حنیف“ کی تبلیغ و دعوت میں سرگرم عمل رہے۔ اور خاتم النبیین کی پیروی اور اقتداء میں پیغامِ حق کو اپنا شعار بنائے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اب نبوت و رسالت کی تکمیل ہو چکی، اور خدا کا آخری پیغام آچکا، وہ پیغام جس کی بشارت انجیل و توراہ نے دی، وہ پیغام جس کی مسرت میں زبور نے نغمے گائے۔

تو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ خدا کے آخری پیغمبر، داعیِ اسلام، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اس مقصد و حید کے مہلج کو کس طرح طے کیا۔ اور وحیِ الہی نے کس کس گوشہ سے ان مہلج کی تکمیل کے لئے انکی امداد فرمائی۔؟

سنو اور غور سے سنو!

لَهُ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم بہترین امت ہو تمہاری حیاتِ دوسرا کیلئے ہو کہ انکو نیکی کا درس دوا دبرائتوں سے باز رکھو۔

# درجاتِ تبلیغ

پہلا دور  
(معرفت و تکمیل)

تکمیلِ نفس

کئی دہے ہاتھ اور لوگوں کو تہری باتوں سے ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر، کپڑے پاک رکھ اور ناپاک چیزوں کو چھوڑ۔ اور لوگوں کو پڑھنے سے احسان نہ کر کہ اس کے عوض احسان سے زیادہ حاصل ہو جائیگا۔

يَا أَيُّهَا الْمَدِينُ، تَمَّ فَاذْنُرْ، وَرَبِّكَ  
فَكَتَبْ، وَتِيَابِكَ فَطَهِّرْ، وَالرُّحُوفَ فَاجْهِّدْ  
وَلَا مَنَنْ تَسْتَكْتَبُ (مذہب)

معرفت کامل سہی اپنی عبودیت اور مجہود حقیقی کی ربوبیت کاملہ کا اعتراف ہی حاصل مگر جب تک اس پر استقامت و استواری نہ ہو، اس کے مختلف گوشے ابھی تک تشنہ کمال ہوں تو دور ثانی کی زندگی ہنود محتاج تربیت و تکمیل ہے۔ حراکی گھائی کا وہ پہلا منظر کس قدر عجیب، کتنا پر عظمت و جلال اور کیسا دلربا یا نہ تھا کہ رحمتِ عالمیان اس پر کون و مکان ایک طرف تو وحی الہی کی عظمت کے دبدبہ سے متاثر ہو کر زلونی زلونی فرماتے ہیں اور دوسری طرف اس کی دلربا یا نہ شان اور پر کیف و مہر نما اداء نے اس قدر بیقرار اور بیچین کر رکھا ہے کہ چالیس روز اس کے رک جانے سے پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھتے اور اپنے گلو ہلاک کر دینے پر آمادہ نظر آتے ہیں آخر کار امتحان کی یہ منزل بھی ختم ہوتی ہے اور تربیتِ کاملہ اپنی دوسری جہلک دکھا کر حکم دیتی ہے کہ اٹھا! آج تو خدا کا نذیر بننا ہے۔ مگر پہلے خود خدا کی ہستی اور اس کی کبریائی کا اقرار کر قول و عمل سے، اور اس کی عظمت

وجہِ برت کو تسلیم کر دل و زبان سے، لباس کو پاکیزہ رکھ کہ یہی طہارتِ ظاہری، طہارتِ باطنی کو بڑھاتی، اور قربتِ الہی تک پہنچاتی ہے۔ اور علیحدہ رہ ان غلاظتوں اور نجاستوں سے جو عالمِ نفس کو تباہ اور دنیا کے قلب کو برباد کرتی ہیں اور مکارمِ اخلاق کی ان پہنائیوں سے آراستہ ہو کہ احسان جیسے خلق کو فرض سمجھ کر ادا کر اور اس کو ذاتی فائدہ کا آلہ نہ بنا، اسلئے کہ اخلاقِ حسنہ کی اساس اسی پر قائم ہوتی، اور اس کی تعمیر اسی سے استوار ہوتی ہے۔ یعنی خدا کا پیغام بر بننے کے لئے پہلے اغوشِ رحمتِ الہی میں رہ کر اعمالِ ظاہری و باطنی کی تکمیل۔ اور معراجِ ترقی کے انتہائی درجات کی تحصیل از بس ضروری ہے۔ اسلئے کہ کابل ہی ناقص کو درجہ کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ خود گم کردہ راہ کیا کسی کو راہ بتائے گا۔

(دوسرا دور)

## قیادتِ امامت

ارکانِ خاندان

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ رِشْوٰن، اپنے اہل خاندان کو تبلیغ کیجئے۔

”خدا نے برتر کے عطا و نوال اور جو دو کرم کی بارش نے جب سید المرسلین، محبوب ربِّ العالمین کو اس مرتبہ علیا پر فائز کیا۔ جس کا تصور بھی انسانی تخیل سے بالاتر ہے اور تکمیلِ نفس کے ان مدہج پر پہنچا دیا جس کے حصول سے اولین و آخرین عاجز و حیران ہیں اور کیوں ہوں؟“

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشند خداے بخشندہ

ملہ ہر طرف اٹھاؤ، جو کہ انسان اخلاقِ حسنا اور انسانیت کبریٰ کے بلند سے بلند تر مقام تک پہنچا دے اور اگر جلتے تب ہی اسکو مرتبہ نبوت حاصل نہیں ہو سکتا اسلئے کہ علیحدہ خلونہی، ہر وہی کی عطایہ نصیب ہر تاج و امیر، جہت تکمیل رسالت، اسہی جانتا جو کہ وہ منصبے سلامت کس کو بخینے۔

تو اب حکم ہوتا ہے کہ ایک قدم آگے بڑھاؤ، اور خدائے واحد کی توحید کا شیر میں پیغام سب سے پہلے اپنے خاندان، اور قرابت والوں کو سناؤ۔ اور بتاؤ کہ عبادت کی لائق اور پرستش کے سزاوار صرف ایک ہی ذات ہے، صرف ایک خدا کو پوجو اور مصنوعی معبود کی گمراہی کو ترک کرو **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِمَنْفَعَتِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِمَنْفَعَتِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِمَنْفَعَتِ اللَّهِ**۔ تم ہی انصاف کرو کہ دس بیس ہزار آقاؤں کا غلام ہونا بہتر ہے یا فقط ایک آقا و مالک کا غلام ہونا۔ پھر تم نے دیکھا کہ صفا کی پہاڑی پر وہ کیا آواز تھی جس کی گرج نے بہروں کو شنوا، اندھوں کو بینا، اور گونگوں کو گوگیا کر دیا۔ اور اسی ایک آواز کی پکار نے اپنوں کو بیگانہ، دوستوں کو دشمن، اور منافقوں کو مخالف بنا دیا؟۔

خدائے واحد کا منادی، توحید کا پیغامبر! خدا کی یکتائی کا پیغام لیکر صفا کی چوٹی پر اس طرح کھڑا ہوتا ہے کہ نہ کوئی یار و مددگار ہے، نہ ہمدرد و غمخوار، تنہا خدا پر بہرہ و سہ کر کے حکم الہی کی تعمیل میں مکہ کے بسنے والوں کو، اہل خاندان کو ندا دیتا ہے، یا صبا حاً! یا صبا حاً! یہ آواز قبیلوں اور خاندانوں کو چونکا دیتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ غنیمت کا لشکر سر پر آپہنچا۔ اسی لئے ہمارا پاسبان ہلکا اس آواز پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے، انہیں معلوم نہ تھا کہ پکارنے والی ہستی جان و مال کے خطرہ کا اعلان نہیں کر رہی۔ وہ تو اس آنے والے خطرہ کے لئے بیدار کرنا چاہتی ہے جو جان و مال اور عورت و آبرو کے خطرہ سے بھی زیادہ خطرناک ہے، وہ خطرہ جس کو صدیوں سے قوموں نے بھلا دیا۔ وہ خطرہ جو درندہ نما انسانوں کی ہلاکت آفرینیوں سے پیش نہیں آتا بلکہ حقیقی مالک آقا کے پیغمبر اور مسلسل سرکشی کی بدولت رونما ہوتا ہے اور یک لخت ملکوں اور قوموں کو تاخت و تاراج کر کے آئے۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ  
 فَكُنَّا فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ يَمُكِّنْ لَكُمْ وَ  
 اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْاِ  
 نْهَارَ بَعْجَرِيٍّ مِنْ خَيْرِهِمْ فَاهْلَكْنَاهُمْ  
 بِدُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ  
 قَرْنًا الْاٰخَرِيْنَ ۝

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُسے پہلے کتنی  
 ایسی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کو پہنے زمین میں وہ قوت  
 و سطوت عطا کی تھی جو تم کو بھی نصیب نہیں انپر ہم نے  
 بارشیں برسائیں اور انکے قدموں کے نیچے نہریں جاری  
 کر دیں پھر انہیں کی بے ایمانیوں کی بدولت انکو ہلاک کر دیا  
 اور انکے بعد دوسری قوموں کو نکالنا نشتین بنا دیا،

وہ جوق جوق جمع ہو رہے ہیں اور منادی کی ندا کے منتظر ہیں، یکایک ہادی  
 برحق کی زبان وحی ترجمان سے یہ صدا بلند ہوئی۔

لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک زبردست لشکر  
 موجود ہے جو عنقریب تمکو تاراج کرنا چاہتا ہے۔ کیا تم جھکو جھملاؤ گے یا میری بات  
 کو باور کرو گے؟ متفقہ آواز آئی۔ تیری بات کبھی غلط نہیں ہوئی اور تو نے کبھی جھوٹ  
 نہیں بولا۔ اسی لئے تجھکو "الصادق الامین" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ پھر آج ہم تیری  
 بات کو کس طرح غلط جان سکتے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو گوش ہوش سے سنو، اس جہان کے علاوہ ایک  
 اور جہان ہے۔ وہاں سب کو جانا ہے اور مالکِ حقیقی کے سامنے اپنی کردار کا محاسبہ  
 کرنا ہے۔ یہ عمل کی کثرتِ زار ہے، اور وہ پاداشِ عمل کا کارزار، خدائے واحد ہی وہ  
 ذات ہے جو ہر طرح پرستش کی لائق ہے۔ خود ساختہ بتوں کو چھوڑ دو، اور ایک خدا کو  
 پوجو۔ اللہ احد، اللہ ہمد، سوچو اور غور کرو تمہارے عمل کی پونجی کس طرف ہے مگر تم بے خبر  
 ہو۔ تم کہوٹے کو کھرا۔ اور قلع کو صل سمجھ رہے ہو۔ لے گم کردہ راہ عزیزو! راہِ ستقیم کی طرف



آؤ اور کج روی سے بچو۔

یہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی۔ چہا رطف ایک آگ لگ گئی، ایک دوسرے کا منہ تک رہا ہے۔ کوئی غضبناک ہے۔ تو کوئی حیران و پریشان۔ عزیز بگڑے، دوست دشمن بنے، اور اہلِ خاندان نے مقابلہ کی ٹھان لی۔ حقیقی چچا ابو لہب نے کہا جس نے آپ کی ولادت با سعادت کی وقت صرف اس خوشی میں کہ میرے بہائی عبدالسد کے لڑکا پیدا ہوئی خبر سنائی ہے اپنی باندی تویبہ کو آزاد کر کے اپنی انتہائی محبت کا ثبوت دیا تھا، آج اس نداؤ حق پر اس قدر مشتعل اور آمادہٴ پیکار ہے کہ جسمِ اطہر پہرہ دونوں ہاتھ مار کر کہتا ہے ”تَبَّكَ الْكَافِرُ سَاءَ عِرْكَ الْيَوْمِ آلَيْهِمْ اَلْهٰدِ اَدْعُوْنَا“ یعنی تجھ کو ہمیشہ خرابی ہو گیا اسی لئے تو نے ہم کو بلایا تھا۔ رالعیاذ باللہ، لیکن اس مقدس ہستی پر اپنی نکی بیگانگی اور عزیز و نکی روگردانی کچھ بھی اثر نہ کر سکی اور پیغامِ حق کی وہ آواز وحیِ الہی کے فیضان سے اسی طرح فضا میں گونجتی رہی۔ اور ایک وہ دن بھی آیا جبکہ انہی دشمنوں کی دشمنی، دوستی سے اور انہی عزیز و نکی بیگانگی، یگانگت سے بدل گئی اور۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَرْشِ مِنَ الرِّسْلِ۔ کی تعمیل نے آخر اُس کو ہوا الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ لِكَوْنِ عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهِ كِي انتہائی معراج پر پہنچا دیا۔

اسی تعمیلِ ارشاد کا ایک منظر وہ بھی ہے کہ آپ نے عبد مناف کی اولاد میں سے تقریباً چالیس آدمیوں کو دعوت دی اور ارشاد فرمایا۔

عزیزو! میں تمہارے لئے وہ نادر تحفہ لیکر آیا ہوں جس کی مثال دنیا کی دوسری قوموں میں ناپید ہے۔ میں تمہاری فلاح اور راہِ نجات لیکر آیا ہوں۔ خدا سے برتر کا

حکم ہے کہ میں تمکو راہِ حق دکھاؤں اور اس کی طرف دعوت دوں۔ قسم بخدا اگر میں تمام دنیا کے سامنے جھوٹ بولتا تب بھی تم سے جھوٹ نہ بولتا۔ اور اگر کل عالم کو بھی دھوکا دیتا تب بھی تمکو دھوکا نہ دیتا۔ ذاتِ واحد کی قسم کہ میں تمہارے اور کل عالم کے لئے اس کی طرف سے پیغمبر اور رسول ہوں۔“

فطرت کا تقاضا ہے کہ اگر اہلِ خاندان اور اقربا و اعزہ کے سامنے مصلح کی اصلاح اور ہادی کی ہدایت، ہر سرکار آتی ہے تو انکے قبول و عدم قبول کا اثر خود بخود دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ وہ اسکی خلوت و جلوت، اور اس کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کے حال سے واقف ہوتے اور اس کی ہر ایک حرکت و سکون سے مطلع ہوتے ہیں۔ ماں۔ جب قبول و عدم قبول اور موافقت و مخالفت کا میدان کارزار گرم ہوتا ہے تو حاسدوں کا حسد اور متلاشیِ حق کی تلاشِ حق، خود کسوٹی بنکر سامنے آجاتی ہے اور اس وقت کذب و صداقت کا معیار خود مصلح کا قول و عمل بنتا ہے نہ کہ کسب کا اقرار و انکار۔ اسی اصول کو قرآن عزیز نے اپنے پیغمبر کی شان میں اس معجزہ نما طرز میں بیان کیا ہے۔

لَقَدْ كَذَبْتَ فَيَكُ عَمَلًا مِّن قَبْلِي  
أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔

تمہارے اندر گدازا ہے کیا پہر بھی تم نہیں سمجھتے۔

یعنی میری صداقت، نبوت کی ایک سب سے بڑی اور روشن دلیل یہی ہے کہ دعویٰ نبوت سے پہلے عہدِ طفولیت سے آج تک کی میری تمام زندگی تمہاری آنکھوں کے سامنے گزری اور تمہیں اعتراف ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا نہ کبھی کوئی دھوکہ کی بات کی نیز تمہارے ہی سامنے میری تربیت ہوئی یہ میں نے کسی سے تعلیم حاصل کی نہ لکھنا جانتا ہوں نہ پڑھنا۔ نہ کسی عالم و مصلح کی ہنشینی کی رچکے وجود ہی سے عرب کی سرزمین خالی تھی، پہر

یک بیک میرا یہ دعویٰ اور اس دعویٰ کی اتنی زبردست دلیل یعنی قرآن عزیز جیسی کتاب کا پیش کرنا ہی کیا میری صداقت کیلئے روشن دلیل نہیں بن سکتی؟

## مد و توسع

وَكَذَلِكَ أَدْعِينَا إِلَيْكَ قُرْآنًا كَرِيمًا  
هی طرح ہنے تیری جانب قرآن عربی کی وحی بھی تاکہ تو  
لَتَنْتَهِدَنَّهُمْ الْقُرْآنَ وَيَخِرُّوا كَمَا خَرَا الثَّوْرُ  
مگر اور اطراف مکہ والوں کیلئے نذیر بنے۔

دعوتِ حق پر استقامت، توکل علی اللہ۔ صبر آزمائے تکالیف پر عین جہیں تک  
ہونا ایسے امور نہ تھے جو موثر نہ ہوتے۔ سرتاج انبیاء ختمِ رسل کا مادی طاقتوں اور خاندانی  
مصیبتوں سے بے پرواہ ہو کر خدا کی یکتائی کا پیغام سناتے، اور جاہِ مستقیم کا داعی بن کر ہر  
قسم کی تکالیف برداشت کرتے رہنا بے اثر جانا ناممکن

آخر عزیزوں اور اہل خاندان کو حق کی آواز کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا اور کلمہ توحید کی  
سر بلند یوں نے خود بخود اُن کے قلوب میں اپنی راہ پیدا کر لی۔ بے یار و مددگار ہستی کی  
آوازاں تنہا آواز نہ تھی۔ حرمِ بیت اللہ میں خدا کے سامنے اب ایک ہی پیشانی سرسبز و نظر  
نہیں آتی۔ ابو بکر، عمر، عثمان و علی۔ حمزہ و عباس جعفر و عقبیل فضل و عبد الرحمن رضی اللہ  
عنہم، اباسی درگاہ کے آستانہ بوس ہیں۔ کل جس کی آواز پر صدقہٴ گفتا کہنا ہی جرمِ عظیم سمجھا  
جاتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ، جو گردن میں تلوار حائل کے سر قلم کرینی نیت سے گہر سے نکلے  
تھے ایک ادنیٰ غلام کی طرح دربارِ قدسی میں حاضر ہو کر اور سر نیا زچہ کا کر عضو تقصیر کے خوشگوار  
بیچ کہا کا لال نے تیرے ذلیل ہیر و ورشپ ہیں۔

قیصرِ روم کے دربار میں جب آپ کا دعوت نامہ پہنچا تھا تو اس نے بھی آپ کی تائید میں یہ کہا تھا۔ ہاں کان  
لیدع الکنذب علی الناس دیکذب علی اللہ۔ یعنی ہر کتا کہ جو لوگوں پر جھوٹ بولتا پوڑھ فلان پر جھوٹ

’جو لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام بزرگ و شمشیر بھیلایا وہ جھکو بتائیں کہ“ ابو بکر و عمر، عثمان و علی، اہمیں ناموران قریش کو کس تلوار نے زیر کیا تھا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوسروں کو بزرگ و شمشیر مسلمان بنایا۔“

یہی وہ جذبہ حق کا متلاطم سمندر تھا جو ہزاروں بند لگانیکے باوجود بھی نہ رکا۔ یہی وہ نورِ توحید کی چمک تھی جس کی تابش عالمِ تائبنے اپنے دائرہ کو ایک خاص حصہ ہی میں محدود نہ رہنے دیا۔ توحیدِ الہی کا یہ بے پایاں سمندر، اور تبلیغِ حق کا یہ آفتابِ عالمِ تائب آگے بڑھتا ہے اور وحیِ الہی کی روشنی میں اب دعوتِ اسلام نے ایک اور کروٹ بدلی ہے۔ حکم ہے کہ خاندان، قبیلہ، اور عزیزوں کی تبلیغ کے بعد اب دائرہ وسیع کرو اور مشعلِ ہدایت کی روشنی کو مکہ اور اطرافِ مکہ میں پیلاؤ کہ دعوتِ حق کی ہمہ گیری کے لئے راہ ہاتھ آئے اور مقصدِ عظیم کی تکمیل سے سارا عالم روشن اور منور ہو جائے۔

کلامِ ربانی کے ناطقِ فیصلہ، اور بنی آخ الزماں کی انتہائی قوتِ عمل کے باعث پہرہ سبکچے ہوا جسکو منکر عقل حیران اور پڑا زنیال پریشان ہی بہانہ وسائل کی پڑاہ اور تبلیغ کی تنہا۔ ایک لگن ہے جو کبھی عکاظ کے بازار میں لیجاتی ہے تو کبھی ذوالحجاء کے مجمع میں!! محفل و مجلس میں کوچہ و بازار میں، خلوت و جلوت میں، ایک ہی ندا اور صرف ایک ہی صدا ہے اللہ اللہ اللہ الصمد۔

مکہ اور اطرافِ مکہ کے بسنے والے جاہلیت کے طرزِ سیرج کرنے آئے ہیں۔ خدا کا منادی، توحید کا پیغامبر، ”کعبہ“ کے سامنے کھڑا ہو اور نعرہٴ توحید بلند کر رہا ہے۔ اطرافِ مکہ کا ایک رئیس بھی طواف کی غرض سے ادھر آتا ہے۔ ابو جہل اور ابولہب سامنے

کہڑے ہیں۔ اسکو دیکھ کر آگے بڑھتے، اور کہتے ہیں کہ عرصہ سے یہاں ایک شخص سحر کے کرشمے دکھا رہا ہے۔ نبی عبد مناف اور بنی عبد المطلب اس کی ساحرانہ باتوں میں آکر دین کو خیر باد کہہ چکے۔ ہم نے اب ارادہ کر لیا ہے کہ تمام قریشی اس خدمت کو انجام دین کہ ایسے عظیم الشان منج میں جو کہ موسم حج میں ہو کر تا ہے باہر سے آئیوالے ناواقف لوگوں کو اطلاع دیں اور سمجھائیں کہ وہ اس شخص کے کلام کو نہ سنیں ورنہ سحر کی کشش ان کو جذب کر لے گی اور وہ اس مدعی نبوت کی پیروی پر مجبور ہو جائیں گے۔

یہ تھیں قریش کی وہ معاندانہ کوششیں اور مجنونانہ کاوشیں جو اعلانِ حق اور منہاد ایمان کی راہ میں سنگ گراں بنی ہوئی تھیں۔ اطراف مکہ کا یہ شخص اول تو ان حاسدان کج فہم کی باتوں سے قدرے متاثر ہوا۔ طواف کے لئے آمادہ ہوا تو کانوں میں رونی کر بھرا تاکہ وہ کلمات ہی کان میں نہ پڑیں جن کے اثر سے قریشیوں کا یہ گروہ اس قدر خائف ہو۔ وہ دو چار پھرے پھرتا ہے مگر نچی نظروں سے جمال جہاں آرا کو دیکھتا جاتا ہے۔ اور کج ہدایت کے بجز نمالفاظ کی کرشمہ سازیوں کا جو اثر اطراف و جوانب کے سامعین پر ہو رہا ہے۔ اس کو بنظر غور دیکھ رہا ہے۔

یہ ایک بلند می ہمت اور علو جوصلہ کار فرما ہوتے اور اس کی بزدلی پر نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے کہ یہ کیسی بزدلی اور نامردی ہے کہ ایک شخص کی محض تقریر نہ سننے کے لئے یہ کچھ اہتمام کیا جائے۔ وہ ساحر ہی، کاہن ہی لیکن پہر ایک انسان ہے کسی شخص کے مدعا کو سننے بغیر اس نفرت و اغراض انسانیت کے شیوہ سے دور ہے۔ یہ سوچ کر کانوں میں سے رونی نکال پھینکتا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجز نمال تقریر سننے کیلئے آگے بڑھ کر گوشِ حق نیوش سے متوجہ ہو جاتا ہے۔ تو زبان وحی ترجمان سے یہ

کلماتِ طیبات سنتا ہے۔

”لوگو ایک خدا کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا کسی کو نہ پوجو گناہوں سے بچو اور پرہیزگاری اختیار کرو۔ انسان سب برابر ہیں نہ کوئی اپنی شرف میں کمینہ ہے اور نہ کوئی شریف۔ شرافت و نجابت عمل سے ہے نہ کہ حسب و نسب، اقوام و قبائل کی تفریق دوسروں کو ذلیل اور خود کو شریف سمجھنے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ تعارف و امتیازِ باہمی کا ایک وسیلہ ہے۔

اِنَّ الْكِرَامَ كَرَّمَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتَقَاكُمْ بَرَكِيْ مَا لِكُمْ حَقِيْقِيْ كَيْسَا هٗ صَحْح تَعْلُق پيدا کرنے سے حاصل ہوتی ہے نہ مال و متاع اور ذاتی حسب و نسب سے۔

چھوٹوں پر رحم کرو اور بڑوں کی تعظیم و توقیر، یتیموں اور یتیموں کی غمخواری کرو اور غریبوں کو اپنا شاعر بناؤ، کہہ ہی فلاح و بہبود کی صحیح راہ ہے اور

نجاتِ ابدی کا اہل رستہ“

رہیں نے یہ کلام مجھ نظام سنا تو حیران و ششدر رہ گیا اور دل میں تڑپ پیدا ہوئی۔ وہ ابو جہل و ابولہب پر نہیں خود پر نفرت کرتا ہے کہ خدا کے اس برگزیدہ نبی ہمدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مینظیر تعلیم سے آج تک کیوں محروم، اور اخلاق کاملہ اور انسانیت کبریٰ کے اس ہادی برحق کے چشمہ ہدیٰ کی سیرابی سے اس وقت تک کیوں تشنہ کام رہا۔

تسرنیا زخم کئے پروانہ وار حاضر خدمت ہوتا، اور دل کی گہرائیوں سے توحیدِ راستہ کا اقرار کر لیتا ہے۔

کہنے والوں نے کیا کچھ نہ کہا۔ حاسدوں نے وہ کوئی بات اٹھا رکھی جو بغض و حسد میں نہ کہی جاتی ہو، مفسدوں کی مفسدہ پروازی، موذیوں کی ایذا اور ظلم و جور کے تمام

اسلحہ استعمال کئے گئے۔ کبھی کاہن کہا تو کبھی ساحر، اور کبھی مجنون بنایا تو کبھی مفری،  
(العیاذ باللہ)

لیکن حق و صداقت کی شمع ان پھونکوں سے نہ بجھ سکی اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کی  
صدائے مکہ اور اطرافِ مکہ میں عشقِ الہی کی بنیادیں ایسی استوار کر دیں کہ بلال حبشی اور  
صہیب رومی جیسے حق کوش اور شیدایانِ توحید کے جذبات کو نہ شعلہ ہائے آتش دبا  
سکے اور نہ جلتے ہوئے پتھر اور پتے ہوئے ریت کے تودے فنا کر سکے "احد" "احد" کا وہ  
نعرہ جس نے انکے قلب میں خرمینِ شرک کو سوختہ کر کے شمعِ توحید کو روشن کر دیا تھا  
تکلیف و مصیبت کے ہر لمحہ میں وردِ زبان تھا۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ  
وَاللَّهُ مُمْتَدِدٌ نُّورِهِ وَدَلِيلُ الْكُفْرَانِ -  
مشرکین ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنی پھونکوں سے  
بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرے اور اللہ اگرچہ کافروں کو  
ناگوار گذرے۔

## بعثتِ عامہ

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ  
إِلَيْكُمْ جَمِيعًا -  
کہہ دیجئے۔ اے تمام دنیا کے لوگوں میں تم سب  
کی طرف خدا کا (فرستادہ) رسول ہوں۔

اس عالمِ فانی کی ہر ایک شے اپنے ارتقا اور نشوونما میں ترتیبی درجات کی محتاج  
ہے۔ خدائے برحق نے جو "کن" کے ایک اشارہ سے ہزار عالم کو پردہٴ عدم سے  
استی و جو دیں لانے پر قادر ہے، تخلیقِ عالم کو چھ دن پر تقسیم کر کے ہی حکمتِ بالغہ کو  
ظاہر فرمایا۔

پس جبکہ مادی دنیا کا ذرہ ذرہ اپنی تربیتِ کاملہ میں مدارجِ ترتیبی کا محتاج ہے

تو کائناتِ روحانیت کا نظام بھی کب اس حقیقت سے جدا اور بے نیاز رہ سکتا تھا۔ اسلئے کہ کائناتِ روحانی کا خالق بھی وہی ہے جو عالمِ مادیات کا خالق ہے۔ پہرہ روحانی درجات میں بھی وہ درجہ، جو اس عالم کی ہستی کا مقصد و حید اور کارزارِ حیات کا منتہائے مقصد ہے یعنی پیغامِ الہی کی دعوت، امانتِ ربانی کی پاسبانی، اور حق و صداقت کی تبلیغ!! تم نے دیکھا کہ داعیِ اسلام، پیغمبرِ حق و صداقت، منادیِ امن و ایمان، کی زندگی مبارک کا پہلا دور کس طرح تکمیلِ نفس کے سانچے میں ڈھل کر آغوشِ رحمتِ الہی سے ہمکنار ہے۔ یہ خدا کی عطا و نوال، پروردگارِ عالم کی وسعتِ رحمت تھی کہ اس نے اپنے آخری پیغام کے لئے اس ذاتِ قدسی صفات کو منتخب فرمایا جس نے حرا کی گھائی میں پہلی ہی صدیِ روحی سے وہ کچھ حاصل کر لیا جس کا تصور اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی ممکن نہیں۔

اللَّهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ. اقربا اور اہلِ خاندان کی تبلیغ و دعوتِ حق کا دور ہی اپنی خصوصیات میں اس طرح روشن ہو جس کی نظیر بننے والی دنیا نے اس سے پہلے کسی نہ دیکھی تھی۔ اور اس کا معجزہ نما اثر دنیائے فانی میں خود آپ اپنی مثال ہے۔ اعلانِ حق کی یہ وہ منزل تھی جس نے اہمِ قرنی (مکہ، اور اسکے اطراف کو خود بخود اس ذاتِ اقدس کا گرویدہ اور والہ و شیدا بنا دیا اور صرف چہرہ مبارک پر نظر کرتے ہی انکو یہ کہنا پڑا "وَاللَّهُ هَذَا الْوَجْهُ لَيْسَ لَوْجُهُ كَاذِبٌ" خدا کی قسم یہ چہرہ جموٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ ظلم ہوتا اگر رحمۃً للعالمین کی وسعتِ رحمت اور داعیِ اسلام کی دعوتِ حق اگلوں کی طرح کسی خاص دائرہ میں ہی محدود ہو کر رہ جاتی اور آپ کا رشتہ نبوت و رسالت کسی خاص قبیلہ یا خاص قوم ہی کے ساتھ مخصوص ہو کر رہ جاتا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ خدا کا آخری پیغام، رشد و ہدایت کا آخری سرچشمہ ابلاغ و اعلانِ حق کا بحرِ بے پایاں، توحیدِ الہی کی آخری شمع،





پرستی کا یہ عالم کہ (العیاذ باللہ) خدا کی خدائی پر ہی کو کار فرما بنا دیا۔ اور خالق آتش کو فراموش کر کے مخلوق کو خالق کا درجہ دیدیا۔

ہندوستان کی وہ سرزمین جسکو قدرت کے عظیم النظیر ہاتھوں نے بہشت زار بنایا کب خدائے واحد کو یاد رکھ سکی رُجبر و حجر، حیوانات و نباتات سب ہی معبود بنے انکی پرستش ہوئی۔ انہی کو مالکِ خیر و شر سمجھا گیا اور نہ سمجھا تو ایک ذاتِ واحد کو جس کے سامنے سب بیچ اور تمام کائنات ایک خواب پریشان ہے۔

ستی کی رسم، اور دیوتاؤں کی نذروں میں انسانی قربانی کی تاریخ، خود اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ غریب عورت یہاں بھی ایک لونڈی سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی۔ پہر ان غیر متمددن قوموں اور ملکوں کا ذکر ہی کیا ہے جو اس وقت اپنے بدن ڈھانکنے اور انسانیت کی زندگی بسر کرنے کے لیے طریقوں سے ہی واقف نہ تھے۔ یا عرب کی سرزمین کا تذکرہ ہی کیا ہو سکتا ہے کہ جس میں شجاعت و ہمان نوازی کے علاوہ دنیا کی کوئی برائی نہ تھی کہ موجود نہ ہو اور کوئی تر و سرکشی نہ تھی کہ جو نہ پائی جاتی ہو۔

پہر کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ خدا کی کائنات کا ذرہ ذرہ تو اس طرح گمراہی اور بے راہبری میں مبتلا ہو سکا اس کی رحمت کی بارش صرف ایک ہی خطہ کو سیراب، اور اس کی ہدایت کی شعل کسی خاص قوم ہی کی راہنمائی کرے؟ نہیں، اس نے اپنے ایچی اور پیغام حق کے پیغامبر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ اب وہ اپنے تبلیغی دائرہ کو تمام عالم پر حاوی کر دیں اور دنیا میں پکار دیں کہ فلاح دارین اور نجات ابدی کی راہ اگر چاہتے ہو تو میری سنوارو جو کچھ میں کہوں اسکو مانو اور تسلیم کرو۔ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

فَانْتَهَوْا جُرْسُوْلُنِيْ تَمْ كُوِيَا يَهْ وَه قَبُوْل كِرُوَاوْرَجْس سَهْ سَمْع كِرُوِيَا اس سَهْ بَازِر هُوَا اس نَهْ  
 حَكْمِ اِلٰهِي كَهْ بُوْرَجْب دُنْيَا كُو دَعُوْت دِيْ اُوْر تَنْهْ دِكِهْ لِيَا كَهْ اَنْجْ عَالِمِ اَرْضِيْ كَا چُوْچُوْبِهْ اِسْ دَعُوْت  
 حَقِّ كِيْ اُوَاز سَهْ مَسْت وَبُجُوْدِيْ اُوْر كَانَا تَهْ سَتِيْ كَا كُوْنِيْ كُوْشَهْ نَهْيِسْ جِهَانِ نَعْرَهْ تُوْحِيْدِ بَلَنْدُ نَهْ  
 هُوِيَا جِهَانِ دَلَاوْكَانِ تُوْحِيْدِ اُوْر رِيْسْتَا رَانِ ذَاتِ اَحْدِيْتِ مَوْجُوْد نَهْ هُوِيَا

هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى  
 وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ  
 وَكَلَّمَ بِاللّٰهِ سَهْرِيْدَا

خدا وہ ذات ہے جس نے اپنے پیغمبر کو دینِ حق اور ہدایت  
 دیکھا اس لئے بیجا کہ وہ تمام مذہب پر غالب آئے  
 اور اللہ کا شاہد ہونا کافی ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ  
 جَمِيْعًا الَّذِي لَمْ يَكُنْ لَكُمْ السَّمُوْتِ وَ  
 الْأَرْضِ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيْتُ  
 فَاْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الرَّحْمٰنِي  
 الَّذِي يُوْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ اِبْتَعُوْهُ  
 لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ

آپ کہہ دیجئے کہ اے دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف  
 اللہ کا شاہد ہوا پیغمبر ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں  
 اور زمینوں میں ہے اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق  
 نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت۔ سو اسپر  
 ایمان لاؤ اور اسکے اُس نبی پر ایمان لاؤ جو خود اللہ پر  
 اور اسکے احکام پر ایمان رکھتا ہو۔ اور اس نبی کا اتباع  
 کرو تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔

## اسوۃ حسنہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ  
 حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ  
 الْآخِرَ

ضرور تمہارا ہے لئے خدا کے پیغمبر میں بہترین نمونہ  
 ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن  
 کا امیدوار ہے۔

بیشک قرآن عزیز قانونِ الہی ہے، کلامِ ربانی ہے، بایوں کہنے کہ علمِ الہی کی معجز دستاویز ہے، اس کا ایک ایک حرف، اور اس کی تمام نظم و ترتیب، علم کا سرچشمہ اور الحیات ہے، مگر نظامِ فطرت قدرتِ راہبری کرتا ہے کہ کوئی علم بغیر عمل کے مؤثر اور کوئی قانون بغیر تعمیل کے نمایاں نہیں ہو سکتا۔

پس ضرورت تھی اس امر کی کہ احکامِ قرآنی کے نشر و تبلیغ اور دعوتِ و طریقِ دعوت کے لئے ایک ایسا نمونہ عمل ہو جس کی نشست و برخاست، قول و عمل، خندہ و بکار، خلوت و جنوت، غرض ہر ایک حرکت اور ہر ایک سکون علمِ قرآنی کے سانچے میں ایسا ڈھلا ہوا ہو جو ایک نظر میں علم و عمل، کی دنیا کو کند بنادے۔

یہی وہ حقیقتِ ثابتہ تھی جسکو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سوال کے جواب میں ”کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ کا کچھ حال بیان فرمائے“ ارشاد فرمایا تھا کہ تعجب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا حال معلوم کرتے ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ ”کان خلقہ القرآن“ اس ذاتِ اقدس کی تمام زندگی اور حیات! قرآن عزیز اور علمِ الہی کا عملی نمونہ اور اسوۂ حسنہ رہی ہے۔

پس لے طالبِ حق، اور لے جو یائے رضائے الہی، لے منصبِ تبلیغ کے طالب اور لے رشد و ہدایت کے داعی! جبکہ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل، اور فضائلِ کاملہ کا ارتقاء، اس ذاتِ اقدس کے اتباع اور اس مقصدِ سہی کی پیروی کے بغیر ناممکن اور محال ہے۔ تو پھر کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اصلاحِ نفس، اور تبلیغِ مذہبِ ملت کا وہ اہم فریضہ کہ جس کی اساس و بنیاد پر سلام کی عمارت قائم ہے، بغیر اس روشنی کے ادھو سکتا۔ یا پاپہ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں!

یہی وجہ ہے کہ خاتم النبیین، محبوبِ رب العالمین، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، رحمتِ عالمین، سیدِ کون و مکان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی، دعوت اور طریقِ دعوت کے تمام بہترین اصول پر حاوی اور اس کے اعلیٰ نظام کو شامل ہے۔ اور اس سلسلہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو اسکے علم و عمل سے جدا اور اسکے اسوۂ حسنہ کی روشنی کے الگ، پرودہ تاریکی میں باقی رہا ہو۔

پس جبکہ توحید کی تعلیم، دینِ حنیف کا ابلاغ، اور ملتِ بیضا کی تبلیغ بہر ایک مسلم کا فرض ہے اور ہر ایک مومن کا مقصدِ حیات، اور شخصِ بقدر وسعت و تبلیغِ علم اسکا اہل ہے تو پھر اس عظیم الشان خدمت کی تکمیل اور توثیق تہمیر اس اسوۂ حسنہ کی تعمیل کے بغیر ناممکن ہے اور اس کی تعمیل کے بغیر تمام بساطِ عمل بیکار اور ساری جدوجہد رائیگان۔

## طریقِ دعوت

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ لِئَ يَهْدِيَ رَبُّكَ لِلذَّاهِبِينَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِالْمُنَاجِ  
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِ لَهُمْ بِاللَّغْوِ هِيَ أَحْسَنُ

اپنے رب کی راہ دکھانے والی اور عمدہ نصائح کے ساتھ اور مکالمہ کرنا چھ طریقہ ہے۔

اسلام ایک مکمل قانون کا نام ہے جو دنیا و دین اور مذہب و ملت کے تمام قوانین اور اصول کو حاوی، اور زندگی و مابعد زندگی کے ہر گوشہ کے لئے شیعہ درخشاں ہے اس نے اپنے پیروں کو کسی ایک جزی میں بھی غیر کا محتاج نہیں رکھا اور اس کے ذکاؤں کے لئے اس کا کوئی جزو بھی پرودہ تاریکی میں باقی نہیں رہا۔

پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ملتِ بیضا کی تبلیغ حق و صداقت کی نشر و اشاعت، اور دعوتِ الہی کسی خاص طریقہ عمل، طریقِ دعوت کے مستقل نظام، اور اصول و قواعد محکم،

سے جدا، ایک بے ترتیب اور منتشر اجزا، علم و عمل اور بے نظمی کے ساتھ وابستہ ہوتا؟  
قرآن عزیز نے جس طرح اس مقصد و جید اور حیات ابدی کے بہترین مدارج  
نصب العین اور صحیح اصول صاف صاف بیان کر دیئے۔ ٹھیک اسی طرح اس کے  
طریق دعوت کے بھی تمام مدارج کو واضح اور صاف و صریح طور پر ظاہر کر دیا ہے۔ اور  
آیت مسطورہ بالا میں اسی حقیقت کو شرح بیان کیا ہے۔

کیا تم فطرت کے اس قانون سے ناواقف ہو کہ عالم انسانی کے اس کارزار میں  
بب ایک دوسرے کو گفت و شنید اور کلام و خطابت کی نوبت آتی ہے۔ یا یہ کہتے کہ اس  
دورست و بود میں جب کبھی معرکہ سوال و جواب پیش آتا ہے خواہ بحث مباحثہ کا یہ  
پہلو، اور مکالمہ و مناظرہ کا یہ عنوان، مذہبی زندگی سے متعلق ہو یا دنیوی حیات۔ تو عموماً  
تین صورتوں سے خالی نہیں ہوتا؟

ایک سائل جب اپنی گفتگو شروع کرتا ہے تو شک و شبہ کی پہلی منزل ہی اس کے  
سائے آتی ہے۔ ابھی نہ جرح و قدرح کا وقت ہے اور نہ مخالفت و تجرد کا اسلئے حق پسند  
مجیب اور شیدائے حق و صداقت مرشد، اپنا فرض اس طرح ادا کرتا ہے کہ سائل کے سائے  
اس کے سوال کا نقص، اس کے تمام گوشوں کی خامیاں، اور اس کے شک و شبہ کے  
تمام طرز و جوانب کی کمزوریاں، حکمت و دانائی کی ترازو پر وزن کرتا، اور ہی کی روشنی  
میں اپنے دلائل و براہین کی بنیادیں قائم کرتا ہے۔ گوش حق نیوش نے اگر یارائی کی تو سائل  
پہلی ہی منزل میں گویہ مقصود پالیتا اور تسکین قلب حاصل کر لیتا ہے اور اگر نفس کی سرکشی  
یا غفلت اور طبیعت کی کجی نے راہنمائی سے باز رکھا اور انکار و وجود نے طول کھینچا، راہنما  
کے تسکین دہ جوابات اسکی تشنہ کامی کو سیراب نہ کر سکے، تو اب داعی حق و صداقت

دوسری کروٹ بدنتا ہے اور اپنی حکمت آموز دلائل کو عمدہ مثالوں، بہترین نظائر، دلکش اسلوب بیان، اور بیش بہا نصحیح سے مزین کرتا اور انکے ذریعہ اپنے دلائل کی شمشیر کو آبدار بنا تاہی اور تاخر کار متلاشیانِ حق کی ایک بہت بڑی جماعت اس دوسری منزل پر آکر سہر نیاز جہکا دیتی، اور شیخِ حق پر پروانہ وار نثار ہو جاتی ہے۔ لیکن کیا ضرور ہے کہ عالم انسانی کا ہر فرد پہلی اور دوسری منزل ہی میں رُست پر آجائے۔ آخر نفس کی تباہ کاریاں اور ماحول کی فتنہ انگیزیاں، معمولی چیز تو نہیں ہیں؟ طبیعت میں استعدادِ قبولِ حق کے باوجود خارجی اثرات غالب آجاتے ہیں اور مسائل کا انکار وجود اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جسکو صطلاح میں مناظرہ اور مجادلہ کہتے ہیں۔ لیکن رہبرِ راہِ مستقیم کی صبر آرزماندگی یہ سب کچھ دیکھتی ہے اور خندہ پیشانی کے ساتھ مناظرہ و مجادلہ کے اس حوصلہ کو بھی برداشت کرتی ہے۔ اور تشریح کا جواب نرمِ خوبی سے، متعصبانہ سختی کا جواب وسعتِ قلبی سے، اور جہالت کا جواب حسنِ طریق کیساتھ دیتی اور آخر کار اسکو جاوہِ مستقیم پرے آتی، یا خود اسکی نگاہ میں اسکو باطل پرست ٹھیرا دیتی ہے۔ یہی وہ طریقِ دعوت ہے، جسکی طرف فطرتِ سلیم لپکتی ہے اور یہی وہ طریقِ مکالمت ہے جسکو عین متقننا، فطرت کہا جاتا ہے۔ قانونِ فطرت کے انہی مراتب کو قرآنِ عزیز نے آیت مذکورہ عنوان میں اپنے معجزانہ انداز میں حکمتِ موعظِ حسنہ، اور مجادلہ حسنہ کیساتھ تعبیر کیا ہے۔ اور ان تینوں درجات کی تشریح و توضیح قرآنِ عزیز میں ایکسے زاد جگہ بیان فرمائی ہے۔

## حکمت

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا  
وہ ذاتِ پاک ہے جس نے اُمیوں میں انہی میں  
مِّنْهُمْ مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ  
سے رسول بھیجا وہ انکو اللہ کی آیات سناتا اور انکو

وَيَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَالْحَكْمَةُ دَجْبُهُ، پاکباز بناتا ہے اور قرآن و حکمت سکھاتا ہے  
 حکمت و دانائی وہ جو ہر ہے جو انسان کو ذلت و نکت کے غارت سے نکل کر  
 رفعت و بلندی کے انتہائی درجہ پر پہنچاتا، اور فلاح و نجات کی راہ دکھاتا ہے۔ یہ  
 نہیں تو پھر انسان زمین کا بوجھ، اور بساطِ سستی کا بیکار ٹہرہ ہے۔ یہی ہیں جن کے  
 لئے کہا گیا ہے۔ اُولَئِكَ كَانُوا لِنُحْمِ رَبِّهِمْ آخِلِينَ، انسان تو انسان یہ تو حیوانوں  
 سے بھی بدتر ہیں۔ ترقی، دولت و ثروت، بلندی مرتبت، فوز و فلاح، غرض کامرانی  
 عقبی و کامیابی دنیا کا راز بہت کچھ اسی میں مضمون ہے۔ اور بیشتر اسی کے ساتھ وابستہ۔  
 اسی لئے وہ ہم ناقب جو صحیح ملت و مذہب کی طرف راہنمائی کرے، اور وہ ملکہِ راستہ  
 جس سے داریں کی فلاح و نجات کی راہ ہاتھ آئے ”حکمت و دانائی“ کہلاتا ہے اور  
 دینی فہم و ذکا، فہم قرآنی، معرفت کردگار، معرفت احکامِ الہی، سب ہی کی شاخیں  
 اور برگ و بار ہیں۔

پس لے مبلغِ اسلام، داعیِ حق و صداقت، رہبرِ معرفتِ باری، ہادیِ سبیل  
 رب، اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آواز دل نشین ہو اور سویدارِ قلب میں اتر جائے اور  
 اگر تیری خواہش ہے کہ تیرا پیغام صداقت پایہ تکمیل کو پہنچے تو خود ساختہ مذاہب کے  
 غیر فطری طریق کار سے الگ اپنی دنیا قائم کر، اور خدا کا پیغام، فطرت کے اس  
 بتائے ہوئے قانون کی مطابق سنا، جس کی ابتداء حکمت و دانائی کے چشمہ نشین  
 سے شروع ہوتی، اور تشنہ کا مانِ رشد و ہدایت کو سیراب کرتی ہے۔

یہی وہ حکمت ہے جس نے محبوبِ رب العالمین کی آغوش میں اس طرح پرورش  
 پائی کہ اسکی بدولت سرزمینِ عرب کا ذرہ ذرہ آپ کا شیدائی اور فدائی بن گیا جس کا



گوشہ گوشہ آپ کا دشمن اور جس پر بننے والی دنیا آپ کے خون کی پیاسی تھی، اور یہی وہ حکمت ہے جس نے مدینہ کی گلیوں اور اس کے کوچہ و بازار بلکہ ہر گھر میں توحید کا ڈنکا بجا دیا۔ اور یہی وہ حکمت ہے جس نے آتش کدہ فارس اور صنم کدہ عرب کو پرچم توحید کے سامنے سرنگوں کر دیا۔

یہی وہ حکمت ہے جس نے صدیوں کے تفرقوں اور عداوتوں کو فنا کر کے اور رنگ و روپ کے امتیاز کو مٹا کر، اخوتِ باہمی اور مساواتِ اسلامی کا سبق سنایا اور دنیا را انسانیت کے خونی مناظر کو بر باد کر کے امن و امان کے پہلوں سے گودوں کو بہر دیا۔

یہی وہ حکمت ہے جس کو خود قرآن عزیز نے خیر کثیر فرمایا۔ **يُؤْتِ الْحِكْمَةَ مَن لَّيْسَ بِمُؤْتَىٰهَا وَمَن لَّمْ يُؤْتِهَا فَإِنَّ لَّهُ مِنَّا عَذَابٌ عَظِيمٌ**۔ وہ جسکو چاہے حکمت عطا کرے اور جس کو حکمت عطا کی گئی حقیقتاً اس نے بہت کچھ خیر و فلاح پائی۔

تاریخِ ماضی کی ورق گردانی کرو اور دیکھو مظلوم ملکِ کعبہ کی تعمیر میں مصروف ہیں تعمیر جب اُس مقام تک پہنچتی ہے کہ جس جگہ حجرِ اسود نصب کیا جائیگا تو تمام سردارانِ قریش بگڑ بیٹھتے ہیں اور ہر ایک شخص اس پر مصر ہے کہ حجرِ اسود کے نصب کرنے کی سعادت بچھو ملنی چاہتے۔ اختلاف نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور قریب ہے کہ نیزہ و تلوار چل جائے۔ مگر بات اس پر آ کر ٹھیری کہ صبح جو شخص حرم میں سب سے اول داخل ہو وہی اس بارہ میں ”حکم“ قرار دیا جاتے۔ صبح ہوتی ہے تو سب سے اول وہی شخص حرم میں جلوہ افروز نظر آتا ہے جس کی صداقت و امانت نے دشمنوں سے بھی لے ”الصادق الامین“ کا لقب دلایا۔

تمام جماعتیں آپ کے فیصلہ دینے پر خوش و رضامند ہیں۔ آپ حکم فرماتے ہیں کہ تمام جماعتوں کو چاہئے کہ وہ اپنا ایک ایک نمائندہ منتخب کر لیں۔ انتخابِ نمائندگان کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے اس پتھر کو چادر کے درمیان رکھ دو اور پھر تمام قبائل کے نمائندے اس چادر کے کونوں کو پکڑ کر پتھر کے نصب کرنے کی جگہ تک اٹھائیں۔ تمام نمائندے خوشی خوشی چادر کو اٹھا کر اس مقام تک پہنچاتے ہیں اور خدا کا محبوب اپنے دست مبارک سے پتھر کو اس کی جگہ نصب کر دیتا ہے اور اس طرح تمام قبائل کو حجِ اسود کے نصب کرنے کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہی وہ حکمت تھی جس نے محبوبِ خدا سے یہ عجزِ نافرمانی و لاکرہِ جنگ کے بہرے ہونے شعلوں کو امن و عافیت سے بدل دیا اور نہ سلجھنے والی گتھی کو ایک اشارہ میں سلجھا دیا۔ وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

### موعظہ حسنہ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ  
مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ  
وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ۔  
لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے وہ  
چیز آئی ہے جو برس کاموں سے روکنے کیلئے نفعیت  
ہے اور دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا اور جہان  
دلوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

ہاں خوب یاد رکھو کہ اگر تیرے روشن دلائل اور درخشاں براہین بھی کسی کی نظر میں کھٹکتے، اور معترضانہ انداز میں سنے اور دیکھے جاتے ہیں تو تو لول ہوا اور غیظ و غضب، طعنہ ہاتے دلخراش، اور سب و شتم سے قطعاً دور رہ کر اپنے دلائل کے استحکام، اور اپنی تقریر کے اثبات کے لئے شیریں مقالی، دل نشین طرزِ کلام، اور پُر از معلومات

پند و نصائح کو کام میں لا۔ اور تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کو اس خوبی سے انجام دے کہ ایک متعصب سے متعصب انسان سے بھی، باوجود اپنی درشت روی، سخت کلامی، دلخراش طرز گفتگو، اور طعنہ ہٹے پر تحقیر کے تیسری حکمت و دانائی کے جواہر ریزوں اور مواظظ حسنة اور نصح دل پسند کے گوہر بے بہا کے سامنے بجز ہر تسلیم خم کر دینے کے اور کچھ بن ہی نہ سکے۔

کیا تم نے نہیں سنا کہ جب مشرکین مکہ نے ہر پہلو اور ہر گوشہ سے آپ پر مصیبتوں اور ایذاؤں کے دروازے کھول دیئے تو خدا کے اس نبی برحق نے ان کے جواب میں بجز **اللَّهُمَّ اهْدِنِي قَوْمِي فَاتَّهَرُوا يَعْلَمُونَ**، اللہ میری قوم کو راہ ہدایت دکھا اسلئے کہ یہ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں، کے کوئی سخت جملہ ارشاد نہیں فرمایا۔

اور کیا تمہیں نہیں معلوم کہ مسجد نبوی میں ایک بدوی آتا اور صحن مسجد میں پیشاب کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ صحابہ یہ دیکھ کر دوڑتے اور اسکو اسکی حرکت پر سخت دست کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ بارگاہ رسالت سے اپنے دوستوں کو حکم ہوتا ہے کہ خاموش ہو جاؤ اور رکو اپنی حاجت پوری کر لینے دو اسکو پریشان نہ کرو۔ تمام صحابہ خاموش ہیں اور حیرت سے اسکو دیکھ رہے ہیں جب بدوی پیشاب کر کے فارغ ہو جاتا ہے تو درگاہ رسالت سے حکم ہوتا ہے کہ اب اسکو میرے پاس لاؤ بدوی ڈنکا کانپتا، حاضر خدمت ہوتا ہے ابھی بدوی نے عذر خواہی کے لئے زبان تک نہیں کھولی کہ آپ محبت کے ساتھ اسکو پاس بٹھاتے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد خدا کی عبادت اور پرستش کی جگہ ہے اسکو جس نہ کرنا چاہئے جاؤ آئندہ خیال رکھو اور صحابہ کو ارشاد ہوتا ہے کہ ڈول لیکر اس جگہ پر پانی بہا دو۔ ان چند واقعات ہی پر کیا موقوف ہے۔ آپ کی زندگی مبارک کا ہمیشہ یہ نمایاں طرز عمل رہا کہ جب کسی کو

کوئی نصیحت فرمانا چاہتے، کسی شخص کو اسکے برے عمل سے روکنا مقصود ہوتا تو کبھی مجمع میں اسکو مخاطب نہ فرماتے بلکہ بسبیل گفتگو ایک عام ناصحانہ طرزِ بیان میں اس طرح اسکو ادا فرما دیتے کہ مجرم و ملزم خود اپنے قلب میں محسوس کر لیتا کہ اس نصیحت کا گوشہٴ التفات میری جانب ہے اور مجمع میں کسیکو شک بھی نہ گذرتا کہ اس ارشادِ مبارک کا کوئی خاص مخاطب ہے۔ یہی وہ طریقِ نصیحت تھا جس نے دشمنوں کو فدائی اور مخالفوں کو آپکے اور آپکی مقدس تعلیم کا والد و شہید بنا دیا۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظًا لَقَلْبًا لَّا انْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔ اور اگر آپ درشت مزاج اور سنگدل ہوتے تو یہ سب آپکے پاس سے منتشر ہو جاتے۔ قبیلہٴ کندہ کا وفد حاضر خدمت ہوتا ہے۔ امیر و فدائے شعث بن قیس آگے بڑھتا ہے اور مٹھی میں کچھ چپائے ہوئے عرض کرتا ہے۔

اشعث۔ بتائے میری مٹھی میں کیا ہے؟

حتم رسل۔ سبحان اللہ یہ کاہن کا کام ہے پیغمبر کا نہیں۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ کاہن اور پیشہٴ کمانتِ جہنم کی اشیاء ہیں؟ مجھے خدا نے اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا ہے اور وہ کتاب عطا فرمائی ہے جس کے پس و پیش باطل کا گذر تک نہیں ہو سکتا۔

اشعث۔ مکوہی اس میں سے کچھ سناتے۔

حتم رسل (والصافات) پڑھکر سناتے ہیں۔ جب آیت پڑھکر خاموش ہوتے ہیں تو اشعث دیکھتا ہے کہ ریش مبارک پر قطراتِ اشک گر رہے ہیں۔

اشعث۔ آپ رو رہے ہیں۔ کیا اُس خدا کے خوف سے روتے ہیں جس نے آپکو

پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟

حتم رسل ہاں اسی کے خوف سے روتا ہوں اسلئے کہ اُس نے مجھکو اُس حراطِ ستیم پر

قائم کیا ہے جو شمشیرِ آبدار کے درمیان ہے کہ اس صراط سے ادنیٰ کجی ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لَعْنُ فُسَيْفَانَ الذِّهْبَيْنِ بِالذِّمَىٰ وَاحِدِنَا  
 إِلَيْكَ تَمَرًا لَمْ يَجِدْ لَكَ بِمِ عَلَيْنَا  
 وَكَيْلًا إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّ  
 فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا۔

اگر ہم چاہتے تو اس شے کو چھین لیتے جو تیری طرف  
 ہنسنے والی ہے پہرے پہرے ہم پر اس کے بارہ میں کوئی  
 دیکھ لے نہ ملتا مگر یہ کہ تیرے رب کی رحمت ہی ہو جائے  
 بیشک تیرے رب کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

پہرا رشاؤ فرمایا لے اشعث کیا تم اب بھی اسلام قبول نہ کرو گے۔  
 اشعث اور اس کی جماعت ربینک لیے پاک اور مقدس مذہب کو ہم بخوشی قبول کرتے ہیں  
 ختمِ رسل۔ تب یہ حریری لباس انا بھینکو کہ اسلام مردوں کے لئے اسکی اجازت نہیں دیتا  
 یہی وجہ ہے کہ خدا نے برترنے خود اپنی کتاب اور آخری قانون کو ایک جگہ موعظتہ ہی سے  
 تعبیر فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ  
 رَبِّكُمْ نَصِيحَةٌ آجَلِيٌّ - گویا قرآنی صطلاح میں موعظتہ اسکا نام ہے جو موعظتہ حسنہ ہو ورنہ  
 اس کے برعکس طریق کار کو موعظتہ کہنا ہی قطعاً غلط اور لغو ہے۔

### مجادلہ حسنہ

يُجَادِلُكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ  
 كَمَا تَمَّ نَيْسًا قَوْلَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ  
 لَيَضْرِبْنَ - (انفال)

وہ آپ سے سچی بات میں اس کے صاف طور  
 پر ظاہر ہونے کے بعد بھی جھگڑ رہے تھے گویا وہ  
 دیکھتی آنکھوں موت کی طرف ہٹکائے جا رہے ہیں  
 بعض آدمی ایسے ہیں جو اللہ کے بارہ میں بغیر کسی

بَعِيْرٌ عَلِيْمٌ وَلَا هَدَىٰ وَلَا كُتِبَ  
مِيْنُو (رج)

واقفیت ردیل، اور ہدایت اور روشن کتاب کے  
بجھکڑتے ہیں۔

رہبر راہ صداقت، ہادی صراطِ مستقیم، ایک گم کردہ راہ کے سامنے اپنی حجت و  
دلیل قائم کرنے، رشد و ہدایت پر لانے اور نورِ صداقت سے اس کے قلب کو روشن  
کرنے میں پہلے اور دوسرے طریق کار یعنی حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ بھی کامیاب  
ہو سکے تو خدا نے برتری کی برگزیدہ کتاب، اور مقدس قانون، ”قرآنِ عزیز“ نے بحث  
و نظر کے تیسری اور آخری فطری طریق سے ہی اسکو نہیں روکا بلکہ واضح طور پر ترغیب  
دی ہے کہ اسکے بعد مباحثہ اور مناظرہ ”کہ جسکو قرآنی زبانی میں مجادلہ کہا جاتا ہے“ کی  
راہ اختیار کیجائے تاکہ خدا کی حجت تمام ہو اور روزِ فردا عذر و معذرت کے تمام دروازے  
اس پر بند ہو جائیں۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

www.pvlibooksfree.pk

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ اخْتَارَىٰ عَلَىٰ اللَّهِ  
كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ أُولَٰئِكَ  
يَنَالُهُمُ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ  
حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَهُمْ  
قَالُوا إِنَّا مَّا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِن  
دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا  
عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ  
اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو انہ تعالیٰ  
پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتائیے  
ان کے نصیب کا جو کچھ ہے انکو ملجائے گا۔ حتیٰ کہ  
جب ہمارے فرشتے ان کی روح قبض کرنے  
آئیں گے تو انسنے کہیں گے کہ وہ کہاں ہیں  
جنگلی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے۔  
وہ جواب دیں گے کہ ہم سے غائب ہو گئے  
اے اپنے کافر ہونے کا خود ہی اقرار کریں گے،

اور اگر خدا کی رحمت اس کی یاوردگار ہے اور اس آخری منزل ہی پر وہ غمگین تھا

کا پر واہر بنجاتا اور حق و صداقت کی روشنی سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ توڑ ہے سعادتمندی! اسلئے کبھی قبولِ حق اور فداکاری صداقت ”روزِ قیامت“ فلاحِ ابدی، اور کامرانیِ سرمدی کے ساتھ بصدِ خوشی و مسرت اُس سے یہ کہلاتی گی۔

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا كَالَّذِينَ هَدَى اللَّهُ تِلْكَ الْبَلْعَامَ  
 دَقْفًا وَمَا كُنَّا لَمُهْتَدِيٍّ إِلَّا لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ  
 رَبَّنَا بِالْحَقِّ وَتُودُّوهُ وَإِنَّ تِلْكَ لَلْجَنَّةَ  
 أَوْرَثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور وہ کہیں گے اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری یہاں تک سچی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو یہاں تک نہ پہنچاتا۔ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر بھی باتیں لیکر آئے تھے۔ اور انہیں پکار کر کہہ دیا جائیگا کہ یہ جنت تمکو تمہارے اعمال کے بدلے دی گئی ہے،

مگر یہ خوب سمجھ لو کہ دعوتِ انی اللہ اور بلیغِ حق و صداقت کے اس تیسرے دور میں بھی قانونِ الہی کے اس طریق کو نہ بھول جانا جسکو اس مقصد و حید کا مدار اور محور بنا گیا ہے۔ مجادلہ ضرور ہو لیکن جدالِ حق کے ساتھ ضرورتِ مناظرہ کی وقت مناظرہ ہونا چاہئے، مگر حُسنِ اداء، حُسنِ خطابت، اور دل نشین طرزِ کلام کو ہاتھ سے نہ دیا جائے۔

اور صرف یہی کافی نہیں بلکہ قرآنِ عزیز نے جدالِ حُسن اور جدالِ غیر حُسن کا فرق ایک دوسری جگہ اس طرح واضح کر دیا ہے کہ کھوسکی تفصیل معلوم ہو جانے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی کسی مزید انکشاف کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ قرآنِ عزیز نے مجادلہ کی ضرورت واضح کر دینے کے باوجود آیت زیرِ عنوان میں ان لوگوں کی سخت مذمت کی ہے جو اللہ کے بارہ میں مجادلہ اور مکالمہ تو کرتے ہیں لیکن انکے پاس اپنے دعوے کا نہ کوئی ثبوت ہے اور نہ اس سلسلہ کی کوئی واقعیت۔

حقائقِ مذہبی و دینی کے لئے، یا یوں سمجھئے کہ علم الہیات میں اثباتِ مقصد کیلئے وحی الہی، علم صحیح، اور رشد و ہدایت کی روشنی کے بغیر کبھی کوئی شخص کامیاب و فائز المرام نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص بھی ان اسباب سے خالی ہو کر میدانِ مجادلہ میں آئیگا اس پر بجز ”خسرانِ مبین“ کے کبھی راہِ حقیقت نہیں کھل سکتی۔ اور اس قسم کے مجادلہ کو جو دلیل و براہین سے جدا، علم و ہدایت کی روشنی سے الگ ہو کبھی مجادلہِ حسنہ نہیں کہا جاسکتا۔

اور اگر بحث و نظر کا یہ آخری طریقِ با علم صحیح، دلائلِ ثبوتہ، اور رشد و ہدایت کے اصول پر مبنی ہو تو پھر مجادلہِ حسنہ کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ اسی کو قانونِ الہی نے ایک جگہ اس طرح ادا کیا ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنَا هُمْ بِكُتُبٍ فَصَلَّمْنَا كَآءُ  
عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ  
يُؤْمِنُونَ

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب بھی جسکو ہم نے اپنے علمِ کامل سے بہت ہی واضح کر کے بیان کر دیا ہے۔ جو مومنوں کے لئے ہدایت

اور رحمت کا ذریعہ ہے،

کیا تم کو وہ واقعہ یاد نہیں؟۔ ہجرتِ نبوی کا دسواں سال شروع ہے کہ قبیلہِ لہی کے مشہور سخی حاتم کے لڑکے عدی حاضرِ خدمت ہوتے ہیں آپ انکو عزت و احترام کے ساتھ اپنے قریب جگہ دیتے ہیں اور جب دربارِ نبوی پر فراست ہوتا ہے تو عدی پٹنمبرِ خدا کے ہمان بنکر، ہمراہ ہیں۔ راہ میں ایک بوٹہ ہی عورت آپ کو روکتی اور عرض حال کرتی ہے آپ اس کے کام کی خاطر راہ ہی میں بیٹھ جاتے اور ایک عرصہ تک اس کے معاملہ میں مشغول رہتے ہیں۔



عدی یہ دیکھ کر دل میں کہتے ہیں کہ بخدا یہ شخص بادشاہ نہیں ہے بیشک اس کی شان ایک پنمیر کی شان ہے۔ عورت جب اپنے معاملہ کو ختم کر دیتی ہے تو عدی آپکے ہمراہ درِ اقدس پر پہنچتے ہیں دیکھتے ہیں کہ سردارِ دو عالم کا مسکن قصرِ شاہی کی جگہ غربت کدہ ہے جس کی کل کائنات فقیرانہ ضروریات کو بھی بشکل پورا کر سکتی ہے اور چڑھے کا ایک بستر جس میں کچور کی چھال بہری ہے آپ کا بسترِ استراحت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ عدی اس پر بیٹھو۔ عدی عرض کرتے ہیں کہ آپ کی موجودگی میں میرا منصب نہیں ہے کہ اس جگہ بیٹھوں لیکن ہمان کی عزت افزائی آپ کو عزیز ہے۔ اسلئے اصرار ہے کہ اسی جگہ بیٹھو عدی بستر پر بیٹھ جاتے ہیں اور فخر کائنات، ختمِ رسل، زمین پر عدی کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ تشریف ہمانی کے بعد پیغامِ الہی کی تلقین شروع ہوتی ہے۔

ختمِ رسل۔ عدی دین حق اختیار کرو کہ داریں کی فلاح کی یہی راہ ہے۔

عدی۔ میں تو ایک دین پر قائم ہوں یعنی نصرانی ہوں۔

ختمِ رسل۔ نصرانیت کی حقیقت مجھکے خوب معلوم ہے۔

عدی۔ کیا آپ مجھ سے زیادہ میری نصرانیت سے واقف ہیں۔

ختمِ رسل۔ بیشک۔ کیا تم باوجود ادعا نصرانیت، مشرکین عرب کے بہت سے

معتقدات و اعمال کو نصرانیت میں شامل نہیں کر چکے اور دین عیسوی کی صداقت کو

تشلیت جیسے مشرکانہ عقائد کے ساتھ خلطِ ملط نہیں کر چکے؟ عدی! میں جانتا ہوں کہ

تم کس لئے دینِ اسلام کو قبول نہیں کرتے؟ تمہارے لئے تین چیزیں قبولِ اسلام

سے مانع ہیں۔

تم سمجھتے ہو کہ مسلمان مفلس ہیں، نادار ہیں، اور مشرکین کے مقابلہ میں پست و

زبون حال ہیں سو وہ وقت قریب ہے جبکہ خدا کے فضل سے ان ناداروں کی ناداری اور ان مفلسوں کی مفلسی اس طرح دولت و ثروت سے بدل جائے گی کہ انہیں تمکو سائل و فقیر بھی ملنا مشکل ہو جائیگا۔

نیز تمہارا خیال ہے کہ مسلمانوں کے پاس قوت و شوکت نہیں۔ انہیں اپنے دفاع کی یہی طاقت نہیں۔ عدی اوہ وقت دور نہیں کہ حیرت کی ایک عورت حرم کعبہ کے طواف کے لئے آئے گی اور شام کے اس خطہ سے حرم تک اس پر سیکو نگاہ ڈالنے کی ہی جرات نہوسکے گی۔

تم یہ بھی سمجھتے ہو کہ انکے پاس حکومت نہیں ہے سو وہ وقت آ رہا جو کہ بآبل کے تصور و محلات شاہی انہی مسلمانوں کے پیروں سے پامال ہونگے اور یہی فتح قوم ہوگی جو ان محلات کے خزانوں پر قبضہ کریگی۔ عدی کا دل آپ کے اس پیشہ پرانہ کلام، گرمیاناہ اخلاق، اور معجزانہ بشارات سے مجید متاثر ہوتا ہے اور وہ برضا و رغبت اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

اور کیا تم نے وہ واقعہ نہیں سنا؟ یہی سلسلہ ہجری کا زمانہ ہے اور وفود کی آمد کا سلسلہ اس طرح جاری ہے کہ ”یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا منظر ناطق کا باعث بن رہا ہے۔ انہی میں قبیلہ بنی سعد بن بکر کا نامندہ ضمام بن ثعلبہ بھی ناقہ پر سوار دربار قدسی میں حاضر ہوتا ہے۔ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں صحابہ کے درمیان اس طرح جلوہ افروز ہیں جس طرح کہ ستاروں کے بھرمٹ میں بدرِ کامل۔ ضمام ناقہ کو مسجد کے دروازہ سے بانڈھ کر مسجد میں پہنچے ہیں اور آدابِ مجلس اور احتراماتِ محفل کو

بغیر سادگی سے دریافت کرتے ہیں تم میں ابن عبدالمطلب کون ہے؟ آپ نے زیرِ تبسم فرمایا ابن عبدالمطلب میں ہوں۔ ضمام نے کہا محمد؟ آپ نے فرمایا ہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ضمام آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں تم سے چند سوال کرتا ہوں مگر لہجہ سخت ہو گا اور طرزِ خطاب درشت، پُرانہ ماننا، حضرت نے ہنستے ہوئے ارشاد فرمایا۔ نہیں میں ناراض نہ ہوں گا۔ تم ثنوق سے جو جی چاہے اور جس طرح جی چاہے دریافت کرو۔ ضمام نے کہا کہ اُس خدا کی قسم جو تمہارا خالق ہے اور لگے اور پھلوں کا بھی خالق ہے کیا واقعی تم خدا کے رسول اور ایلچی ہو؟ آپ نے فرمایا ”اللهم نعم“ اللہ گواہ ہے واقعی میں اُسکا پیغمبر ہوں۔ ضمام نے پھر اسی طرح قسم دیکر پوچھا کیا تم واقعی خدا کے سوا اور معبودوں کی پرستش کو منع کرتے ہو؟ آپ نے پھر جواب دیا ”اللهم نعم“ اس طرح ضمام بے تکلف بے باکانہ فرائضِ اسلام کے بارہ میں آپ کو قسمیں دے دے کر سوال کرتے جاتے ہیں اور آپ بغیر کسی ناگواری خاطر کے زیرِ لب تبسم کے ساتھ جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ ضمام پر آپ کے اخلاق کریمانہ اور اس بے ساختگی، سادگی، اور سادیا نہ سلوک کا بھید اثر ہوا اور وہ فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور اپنی قوم میں جا کر قبیلہ کے تمام مردوں کو آپ کے صدق و دیانت کا حال سنایا اور ان سب کو بھی حلقہ گویشِ اسلام بنا لیا۔

یہ ہے دعوت و طریقِ دعوت کا وہ مختصر نمونہ جو قرآنِ عزیز کی سچی تعلیم اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے ہلکے حاصل ہوتا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس صحیح طریق کار پر عامل ہوتے اور جو ساختہ مذاہب کے غیر فطری اصولِ مباحث سے جدا رہ کر دعوتِ حق کو سرانجام دیتے ہیں۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم

ڈسٹرکٹ جیل دہلی

۲۱ اپریل ۱۹۳۲ء



فرائین سید المریدین  
صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الرِّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ  
وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ  
مِنَ النَّاسِ

ترجمہ

اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے  
اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔ اور اللہ  
آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔



شیخ رسالت کے گرد پروانہ وار جمع ہیں یکایک زبان وحی ترجمان سے آپ نے ارشاد فرمایا!! خدائے برتر نے مجھ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور میں کل دنیا کیلئے پیغمبر بن کر آیا ہوں! سنے میرا ارادہ ہے کہ خدا کا یہ پیغام امر اور سلاطین تک بھی پہنچا دوں تاکہ خدا کی حجت تمام ہو اور پیغام الہی اور دعوت ربانی سے دنیا کی کوئی جماعت محروم نہ رہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے خدمت اقدس میں عرض کیا، شاہانِ عجم کا دستور ہے کہ وہ کوئی تحریر جب تک کہ ہر شد و نہو مستند نہیں مانتے اور نہ اسکو پڑھتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے اس قول کی تائید دوسرے صحابہ نے بھی کی صحابہ کی اس درخواست پر ارشاد ہوا کہ چاندی کی انگشتری پر اس مبارک نقش کیا جائے۔ ارشادِ قدسی کے مطابق چاندی کی انگشتری تیار کی گئی جس کا نگینہ حبشہ کی ساخت و تراش کا بنایا گیا۔ نگینہ پر اس مبارک اس طرح نقش تھا۔ <sup>بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ</sup> یہی وہ مہرِ نبوتؐ تھی جو دعوتِ اسلام کے خطوط کے علاوہ مختلف فرامین رسالت پر ثبت ہوتی تھی۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو مسجد میں ذکر و شغل میں مشغول رہتے اور حضراتِ صحابہ بھی آپ کے ہمراہ مسجد نبوی میں خاموش ذکر و شغل میں مصروف رہتے۔ جب آپ تسبیح و تہلیل ختم فرمالیتے تو صحابہ سے شبِ گذشتہ کے حالات و واقعات دریافت فرمایا کرتے تھے۔ کوئی شخص خواب

(۱) یہ انگشتری خلافتِ صدیقی، فاروقی اور ابتدائے زمانہ خلافتِ عثمانی تک باقی رہی اور خلفاء راشدین کے احکامات پر ثبت ہوتی رہی لیکن خلافتِ عثمانی ہی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مدینہ طیبہ کے ایک کنوئیں میں جسکو بیرایس کہتے ہیں گر گئی تین روز برابر تلاش کرائی گئی لیکن کسی طرح نہ مل سکی (طبری، زرقانی،

بیان کرتا اس کی تعبیر بیان فرمادیتے اور اگر کسی نے کوئی حاجت بیان کی تو اس کی حاجت کو پورا فرماتے۔

شروع محرم ۶۰ھ ہجری کی صبح کو آپ نے حسب معمول صحابہ سے انکے حالات دریافت فرمائے اور اس سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کہ وقت آ پہنچا کہ میں تمکو تبلیغ اسلام کے لئے مختلف ممالک کی طرف بھیجوں۔

دیکھو! تمہارا وجود اور تمہاری ہستی امر بالمعروف کے لئے وقف ہونی چاہئے۔ خدا کی جنت اُس شخص پر حرام ہے جو دنیا والوں کے معاملات میں شریک رہتا ہو اور اُن کو امورِ خیر کی نصیحت نہیں کرتا۔ جاؤ خدا کے بہرہ و سہ پر دنیا کے بادشاہوں کو اسلام کا یہ پیغام سنا دو۔ تمکو حواری عیسیٰ بن مریم علی الصلوٰۃ والسلام کی طرح ہونا چاہئے کہ جب خدا کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام نے انکو دعوتِ اسلام کیلئے مختلف شہروں میں بھیجا تو انہوں نے اپنی راحت طلبی کی خاطر قریب کے شہروں میں تو حضرت عیسیٰ کا امتثال امر کیا لیکن دو دروازے مقامات تک پیغام حق پہنچانے میں قاصر رہے اور نفس کی کار فرمائی ذہنیں اللغ ملت کے مقدس کام سے باز رکھا۔

### عجیب واقعہ

ابن سعد نے طبقات میں اور محدث ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کو مختلف سلاطین کے پاس دعوتِ اسلام کے لئے قاصد بنا کر بھیجا چاہا تو ہر ایک قاصد قدرتا اُس ملک کی زبان بولنے اور سمجھنے لگا جس کی طرف اسکو روانہ کیا جا رہا تھا حضرت صحابہ نے اس معجزانہ واقعہ کا خدمتِ اقدس میں



ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا۔ ”ہذا اعظم ماکان من حق اللہ علیہم فی امر عبادۃ“  
 لیکن بخاری و مسلم اور انکی مشہور عالم شروح فتح الباری۔ عمدۃ القاری اور نووی  
 میں اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح حافظ ابن قیم نے زاو المعاد میں، قاضی  
 عیاض نے شفا میں، اور زرقانی نے شیخ مواہب میں جہاں ان بیانات کا تذکرہ فرمایا  
 ہے اس روایت کا کوئی پتہ نہیں دیا۔ ہا اینہہ ابن سعد اور ابن ابی شیبہ کی یہ روایت  
 سند کے اعتبار سے قابل قبول ہے مگر چہ اس رتبہ اور پایہ کی نہیں ہے جو ان محدثین  
 کی بیان کردہ شرائط پر پوری اتر سکے۔

لیکن ابن ہشام نے اس واقعہ کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کے حواریوں کے ساتھ کی ہے۔ یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ اسلام  
 کے لئے حواریوں کو مختلف شہروں میں روانہ کرنا چاہا تو جنکو قریب کے شہروں میں  
 مامور کیا وہ جانے پر راضی ہو گئے مگر جنکو مسافت بعیدہ پر مامور کیا انہوں نے جانیے  
 گریز کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ محسوس کیا تو خدائے تعالیٰ سے دعا کی اور انکی  
 دعا کا یہ اثر ہوا کہ مسافت بعیدہ پر جانے والے ان ملکوں یا شہروں کی زبان بولنے لگے جہاں  
 انکو بھیجا جا رہا تھا۔ بہر حال روایت اپنے صحت و سقم کے اعتبار سے خواہ قابل بحث و  
 محل نظر ہی ہو لیکن یہ امر مسلم ہے کہ جن صحابہ کو مختلف ممالک میں ان والا ناموں کی سفارت  
 پر مامور کیا گیا وہ ان ممالک کی زبان بولنے اور سمجھنے پر اس قدر ضرور قادر تھے کہ وہ اپنے  
 مقصد تبلیغ کو بخوبی ادا کر سکیں۔ واقعات کی تفصیل اس کی شاہد ہے۔

غرض اس سال آپ نے چھ بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے سلسلہ  
 میں نامہائے مبارک بھیجے۔

سفراء و سلاطین کی فہرست یہ ہے

نام سفیر	نام بادشاہ
عمر بن امیہ ضمری	اصحٰمہ بن ابجر نجاشی حبشہ
دحیہ کلبی	ہرقل قیصر روم و ضناطر حاکم رومیہ
عبد اللہ بن حذافہ سہمی	خسر و پرویز کجکلاہ ایران و ہرمزان
حاطب بن ابی بلتہ	مقوقس عزیز مصر
شجاع بن وہب الاسدی	حارث غسانی گورزحد و شام
سلیط بن عمرو بن عبد سلمیٰ	ہوڑہ بن علی

## پہلا پیغام شاہ حبشہ کے نام

حبشہ۔

یہ نام عربی ہے۔ یونانی اس قطعہ زمین کو ایٹھوبیا اور اہل یورپ ابی سینیا کہتے ہیں۔ اور یہی قوم عربی میں حبشی، یونانی میں ایٹھوین، یوروپین زبانوں میں ابی سینین، اور خود انکی اپنی زبان میں جیمز کہلاتی ہے۔

عربی زبان میں حبش کے معنی خلط کے ہیں۔ اہل عرب کے نزدیک یہ ایک مختلف النسب قوم ہے اسلئے اس کا نام بھی حبش رکھا گیا یہ قوم دھل سامی عرب اور حامی نسل کے ان مختلف قبائل کے مجموعہ سے عالم وجود میں آئی جو کہ سواہل عرب کے جنوبی حصہ ایں، کے باشندہ تھے اور ولادت مسیح علیہ السلام سے قبل حبشہ میں

جانبے تھے چرم مستشرق نوآڈیکلی ماہر السنہ سامیہ کا بیان ہے۔

حبشی (ایتیوپی) زبان وخط، سبائی سے قریب و مشابہ ہے۔ اہل حبش (اکسوم) بالکل سائی نہیں ہیں بلکہ اصل باشندوں کے ساتھ عرب کے مختلف قبائل مختلف اقطاع کے مل گئے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

عرب کے یہ سبائی قبائل جبکہ اختلاط سے حبشی قوم بنی اس اختلاط کے بعد دو مستقل خاندانوں پر منقسم ہو گئے۔ سباجبش۔ اور سبارحمیر۔ سبائے حبش کی حکومت تقریباً تیسری صدی عیسوی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع میں ملک حبش پر قائم ہوئی اور اس حکومت کا دارالسلطنت حبشہ کے مشہور صوبہ (بحرے) کے شہر اکسوم میں قرار پایا۔ اہل حبش اسکو مقدس شہر سمجھتے ہیں اس شہر کے کھنڈراتک باقی ہیں۔<sup>(۲)</sup>

## بخاشی

اسی حکومت کے حکمرانوں کو اہل عرب "بخاشی" کے لقب سے پکارتے ہیں۔ "بخاشی" دراصل لفظ "بخوس" کا معرب ہے اور بخوس حبشی زبان میں بادشاہ کو کہتے ہیں یہ خاندان پہلے بت پرست تھا۔ شاہان روم نے مصر کے ذریعہ یہاں عیسائیت کی بنیاد ڈالی اور چوتھی صدی عیسوی کے شروع میں اسکندریہ کے ایک بشپ نے یہاں اپنے مشن کام کو قائم کیا اور ۳۳۰ء میں سبک پہلے اذینہ بخاشی حبش نے نصرانیت کو قبول کیا اور اس طرح رفتہ رفتہ تمام حبشہ بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو گیا۔

اصحہ بخاشی جو بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حبشہ کا بادشاہ تھا اسی اذینہ کی اولاد سے تھا۔ اور آئیو لے تمام واقعات اسی سے متعلق ہیں۔

(۱) ارض القرآن تبداول ماخوذ از انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ ۱۲۲ ارض القرآن۔ (۳) اصحابہ و ہجر البلدان۔

## ہجرتِ حبشہ

قریشِ مکہ نے اسلامِ دشمنی میں جب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار اصحاب کو حد سے زیادہ تکالیف پہنچائیں اور پرستانِ توحید کے لئے سرزمینِ مکہ تنگ ہو گئی۔ تب خدا کے مقدس رسول نے صحابہ کو اجازت دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر جائیں اور ارشاد فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عیسائی ہے اسلئے امید ہے کہ مشرکین کے مقابلہ میں وہ سب سلوک کے ساتھ پیش آئیگا۔

ہاجرین کے اس پہلے قافلہ میں جو جب شہہ نبوت میں وطنِ مالوف کو خیر باہر حبشہ جا رہا ہے تقریباً بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ اور سالارِ کارواں حضرت عثمان بن النورین تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کی بی بی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھیں۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت روانگی ارشاد فرمایا کہ ”لو ط علیہ السلام کے مد عثمان پہلا شخص ہے جس نے خدا کی راہ میں ہجرت کی“، (۲)

خوبی قسمت کہ جب یہ کارواں بندرگاہِ جدہ پر پہنچا تو دو تجارتی جہاز حبشہ جا رہے تھے۔ جہاز رانوں نے معمولی اجرت پر انہیں بٹھا لیا۔ ہر ایک شخص کو صرف ۵ درہم ادا کرنے پڑے۔ ہاجرین کی روانگی کی جب قریش کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے تعاقب کیا۔ لیکن موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ہجرت کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ تا آنکہ عورتوں بچوں کے علاوہ ترائی آدمیوں کا جم غفیر حبشہ میں جمع ہو گیا۔ ہاجرین اول کی فہرست سب ذیل ہے۔

(۱) زاد المعاد جلد اول -

(۲) روض الانف جلد اول -

# فہرستِ اسمائے مہاجرینِ اول

مختصر حالات	سنہ و قات	سنہ ولادت	نام مہاجر
<p>خلفائے راشدین میں سے تیسرے خلیفہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں حضرت رقیہ و حضرت اُمّ کلثوم کے شوہر ہونے کی وجہ سے ذی النورین کہلائے۔ ۲۴ھ اہتر سال کی عمر میں خلیفہ مقرر ہوئے انکی والدہ (اروی) رسول پاک کو پھوپھی زاد بہن تھیں۔</p>	<p>سنہ ذی الحجہ ۳۵ھ بجری جمعہ کا روز</p>	<p>سنہ ولادت سے تقریباً آٹھ سال بعد</p>	<p>حضرت عثمان رضی اللہ عنہ</p>
<p>نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں حضرت خدیجہ کے بطن سے تولد ہوئیں اول عتبہ بن ابی اسد کے عقد میں آئیں اور قبل از رخصتی باپ کے کہنے سے بیٹے نے ان کو طلاق دیدی اس کے بعد حضرت عثمان سے ان کا عقد ہو گیا۔ اور ہجرت سے ایک سال دس ماہ تین یوم بعد انکا انتقال ہو گیا۔</p>	<p>سنہ ۳۵ھ بجری قبل</p>	<p>سنہ بنو قبل</p>	<p>حضرت رقیہ</p>
<p>ان کا باپ عتبہ قریش کا مشہور سردار تھا۔ اس کا فرہونیگی وجہ سے بیٹے کو وطن چھوڑنا پڑا ابوخذ</p>			<p>ابوخذیفہ بن عتبہ</p>

نام ہاجر	سنہ ولادت	سنہ وفات	مختصر حالات
			یامہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔
سہلہ بنت سہیل			حضرت ابو حذیفہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔
زینب بنت العوام	سنہ ۳۳ ولادت سے تیس سال بعد	سنہ ۳۳ ہجری جمادی الاولیٰ	مشہور صحابی ہیں رسول اللہ کے چھوٹی زاد بہائی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے ہیں اور حضرت حذیفہ کے رشتہ کے بھتیجے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر کے شوہر ہیں۔ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ بروایت واقدی چونتھ سال اور بروایت ابوالیقظان ساٹھ سال عمر پائی، ابن جریر نے "واقدی سبع" میں شہید کیا اور وہیں دفن ہوئے۔
مصعب بن عمیر	سنہ ولادت سے تقریباً سترہ سال بعد	سنہ ۳۳ ہجری	ہاشم کے پوتے اور حلیل القدر صحابی ہیں مدینہ میں اسلام کے سب سے پہلے مبلغ ہیں عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ پہنچے اور سب سے پہلے مدینہ میں جمعہ قائم کیا۔ اور رض کا خیال ہر کہ عقبہ اولیٰ کے بعد مدینہ بیجے گئے اور عقبہ ثانیہ میں اہل مدینہ میں سے سترہ انصاریوں کو لیکر مکہ حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دارالرقم میں داخل ہونیکے بعد مسلمان ہوئے اور احد میں شہید ہوئے اور چالیس

نام ہاجر	سنہ ولادت	سنہ وفات	مختصر حالات
عبد الرحمن بن عوف	عام الفیل سنہ ۳۳ ولادت سے دس سال بعد	۳۳ ہجری	سال یا اس سے زیادہ کی عمر پائی۔ جلیل القدر صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں فاروق اعظم کی منتخبہ مجلس شوریٰ کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہیں قبیلہ بنی زہرہ کے خاندان سے ہیں قدیم الاسلام ہیں صدیق اکبر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ پچھتر سال کی عمر پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننہالی رشتہ دار تھے۔
ابوسلمہ بن عبد اللہ خزومی		جمادی الاخریٰ ۳۳ھ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹی زاد بہائی برہ بنت عبد المطلب کے بیٹے اور آپ کے رضاعی بہائی تھے سابق الاسلام ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں انتقال ہو گیا۔ صحابہ بدر میں سے ہیں۔ عبد اللہ نام ہے۔
ام سلمہ			حضرت ابوسلمہ بن عبد اللہ خزومی کی بی بی تھیں ابوسلمہ کے انتقال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔
عثمان بن مظعون		شعبان ۳۳ھ	ابوسائب کینیت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت پیارے صحابی ہیں قریشی نسل ہیں

نام ہاجر	سنہ ولادت	سنہ وفات	مختصر حالات
			چودھویں مسلمان ہیں مدینہ منورہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا آپ کے انتقال پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا "نعم السلف ہونا"، بقیع میں دفن ہوئے۔
عامر بن ربیع خزرجی		۳۲ھ	سابق الاسلام ہیں مشہور صحابی ہیں زمانہ جاہلیت میں آل خطاب کے حلیف تھے حضرت عثمان نے سفر حج میں ان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔
لیلیٰ بنت ابی حشمہ			حضرت عامر بن ربیع کی بی بی ہیں۔
ابوسبر بن ابی لہم			آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھو پھیرے بہائی بڑے بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے ہیں سابق فی الاسلام جلیل القدر صحابی ہیں۔ اصابع میں ہے کہ یہ ہجرت ثانیہ میں گئے تھے۔
حاطب بن عمرو نخعی		۳۰ھ	حاطب بن ابی بلتعہ کے نام سے مشہور ہیں۔ بدری صحابی ہیں۔ ۶۵ سال کی عمر پائی مدینہ میں انتقال ہوا
جلیل بن یسار		۳۹ھ	جلیل القدر صحابی ہیں بیضاء والدہ کا نام ہے باپ کا نام وہب ہے بدری ہیں توک کی واپسی پر انتقال ہو گیا قریشی نسل ہیں۔
عبد اللہ بن مسعود		۳۲ھ	خاندان ہذیل سے تھے بنی زہرہ کے حلیف تھے



نام ہاجر	سنہ ولادت	سنہ وفات	مختصر حالات
عبد اللہ بن مسعود	۳۲ھ		ابو عبد الرحمن کنیت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت رضوان و بدر وغیرہ میں شریک رہے فاروق اعظم کزنائیں اور اہل ماہ حضرت عثمانؓ میں۔ کوفہ کے قاضی رہے اور بیت المال کے خازن۔ رسول اللہ صلعم کے ساتھ اسقدر خصوصیت تھی کہ دیکھنے والے اہل خاندان سے سمجھتے تھے۔ خادم رسول تھے بقیع میں مدفون ہوئے ساتھ سے کچھ زیادہ عمر تھی۔ مجتہدین صحابہ میں سے ہیں۔

## ہجرت اولیٰ کے صحاب کی تعیین

اصحاب حدیث و ارباب سیر میں حبشہ کی پہلی اور دوسری ہجرت کے افراد کی تعیین کے متعلق قدرے اختلاف نظر آتا ہے یہ اختلاف محض اختصار نویسی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے عینی شرح بخاری میں دو قول منقول ہیں ایک یہ کہ پہلی ہجرت جو شہنہ میں ہوئی اُس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شریک تھیں اور قبیلہ کہکھتے ہیں کہ ابن جریر اور بعض دیگر اصحاب سیر کہتے ہیں کہ بچوں اور عورتوں کے علاوہ بیاسی ہاجرین تھے اور سیرت ابن ہشام میں ہاجرین اولین کی فہرست میں وہی پندرہ مرد اور عورتیں شمار کرائی ہیں اور آگے چلکر کہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ یہ تعداد علاوہ بچوں اور عورتوں کے بیاسی یا تراسی تک پہنچ گئی۔ اور یہی حضرات ایک مشہور قصہ کی بنا پر تین ماہ قیام کے بعد مکہ واپس آگئے

اور اس کے بعد سٹھ ہجری میں سو آدمیوں نے ہجرت کی ابن سعد کا یہی قول ہے جو بعض دیگر محققین نے بھی اپنی سیرت میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

لیکن واقعات پر تفصیلی نظر ڈالنے اور سیرت و احادیث کے اقوال کو باہم جمع کر کے نتیجہ نکالنے سے یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا اور اسی لئے عینی نے اس کو قبیح کہہ کر بیان کیا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ سٹھ ہجری میں صرف سولہ صحابہ نے ہجرت کی اور تین ماہ کے بعد یہی جماعت حبشہ سے مکہ معظمہ واپس آگئی اور اس کے بعد سٹھ ہجری میں علاوہ بچوں اور عورتوں کے تراسی صحابہ نے دوبارہ حبشہ کو ہجرت کی اور یہی مجموعی تعداد ستونک پہنچتی ہے۔ اس دعویٰ کی صحت کیلئے چند امور قابل لحاظ ہیں

(۱) کتب سیر و احادیث میں جس طرح ان پندرہ یا سولہ ہاجرین کی روانگی کی

تفصیلات یعنی انکا جہہ پہنچا اور جہہ میں تجارتی جہازوں کا حسب اتفاق ملنا اور ہر ایک شخص سے نصف دینار (پانچ درہم) اجرت لیکر ان کو جہازوں میں سوار کر لینا مذکور ہیں۔ یا سٹھ ہجری کے سو ہاجرین کی روانگی اور ان کے پیچھے قریش کا وفد بھیجنا اور اس کے تمام واقعات کے حالات منقول ہیں۔ اس طرح سولہ صحابہ کے بعد بقیہ

ہاجرین کے رفتہ رفتہ روانہ ہونے اور تین ماہ میں ان کی تعداد تراسی تک پہنچ جانیکی نہ صرف تفصیلات ہی معدوم ہیں بلکہ اصحاب سیر کی عبارتیں ان کی اس روانگی کے زمانہ کے بارہ میں بھی مختلف ہیں مثلاً ابن ہشام طبری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول پندرہ یا سولہ اصحاب نے ہجرت کی اور بعد میں یہ تعداد علاوہ عورتوں اور بچوں کے تراسی تک پہنچ گئی۔ لیکن یہ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس تعداد میں سٹھ ہجری کی تعداد بھی شامل ہے یا تین ماہ کے عرصہ ہی میں یہ تعداد پوری ہو گئی تھی بلکہ ابن ہشام کے طرز

بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے اختصار کیلئے سٹنہ ہجری کی تعداد کو بھی شامل کر لیا ہے! اسلئے کہ ان ناموں کی نقل کے بعد ہی اس نے مسلمانوں کے تعاقب میں قریش کے وفد کا حبشہ جانا اور اس کا پورا قصہ نقل کیا ہے جس کے بارہ میں اتفاق ہے کہ یہ سٹنہ ہجری میں دو بارہ حبشہ کی ہجرت کے زمانہ میں پیش آیا ہے صرف ابن سعدؒ نے یہ صراحت کی ہے کہ اول مرتبہ یہ تعداد تراسی تک پہنچی اور سٹنہ ہجری میں سو صحابہ نے ہجرت کی لیکن پہلی تعداد میں عورتوں اور بچوں کا استثناء اور دوسری تعداد میں اختصار کے ساتھ فقط سو کی گنتی بیان کر دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تراسی اور سو کی تعداد ایک ہی واقعہ سے متعلق ہے اور صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے نیز یہ تعداد دراصل سٹنہ ہجری ہی کے زمانہ سے متعلق ہے۔

(۲) اس ہجرت کی مدت کل ۳ مہینہ ہے۔ رجب المرجب میں ہجرت ہوئی اور شوال میں یہ سب حضرات مکہ معظمہ واپس آگئے۔ اور یہ معلوم ہے کہ اس زمانہ میں سفر اسقدر آسان نہ تھا، مکہ سے حبشہ کا سفر اور ہجری سفر اور جہاز ہی یاد باقی۔ پس اس قلیل مدت میں مختلف اوقات میں قافلوں کی روانگی اور حبشہ میں ان کا پہنچ جانا اور قیام کے بعد شوال تک واپس آ جانا تاریخ اور عقل دونوں کے فیصلے کے خلاف ہے۔

(۳) احمد بن حنبلؒ نے سٹنہ ہجری نبوت میں حضرت جعفر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اس پر اتفاق ہے کہ حضرت جعفر حبشہ کی ہجرت اولیٰ میں نہیں بلکہ ہجرت ثانیہ میں شریک ہوئے اور ہجرت اولیٰ میں بیابانی کی تعداد ذکر کرنے والے اس تمام واقعہ کہ ہجرت اولیٰ کے واقعے میں ذکر کرتے ہیں یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

تہر حال ہاجرین کا یہ قافلہ مکہ سے چلکر ساحلِ جدہ پر پہنچا خوبیِ قسمت یہ کہ جدہ کی گودی پر دو تجارتی جہاز حبش جانیوالے لنگر انداز تھے اور فوراً ہی واپس ہو جانیوالے تھے۔ ہاجرین نے اُنے سے معاملہ کیا اور پانچ درہم فی کس کے حسابے کرایہ طے پایا اور اس طرح وہ بخیر و خوبی حبشہ جا پہنچے۔

### ہاجرینِ حبشہ کی واپسی۔

ابھی ہاجرین کو یہاں آئے ہوئے تین ہی ماہ گزرے تھے کہ سوالِ ۱۵۸ نبوت میں یہ تمام ہاجرین مکہ معظمہ واپس آگئے ہاجرین کی اچانک واپسی کے متعلق عام کتبِ سیر میں جو واقعہ نقل کیا ہے پہلے اس کو بیان کر دیا جائے اور اس کے بعد اصل حقیقت پر غور کیا جائے۔

طبری۔ ابنِ اسحاق۔ ابنِ مردویہ۔ ابنِ منذر اس واقعہ کی اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم میں سورہ والنجم تلاوت فرمائی اور جب آپ آیت و مناة الثلثۃ الاخریٰ پر پہنچے تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ بجاوائے

تلك الغرائق العلیٰ وان شفاعتمن لست بحی۔ یہ ربت بہت محترم ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے۔

مشرکین یہ سنکر بید مسرور ہوئے اور جب ختمِ سورت پر آپ نے سجدہ کیا تو تمام مشرکین نے اس خوشی میں آپ کا اتباع کیا اور سب سجدہ میں گر گئے۔ شدہ شدہ یہ خبر حبشہ میں مسلمانوں تک پہنچی اور اس اضافہ کے ساتھ پہنچی کہ تمام مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے۔ ہاجرین کے لئے یہ معمولی مسرت نہ تھی یہ خبر سنکر مکہ معظمہ واپس آگئے ہاجرین کی واپسی کا یہ واقعہ ۱۵۸ نبوت میں پیش آیا۔

یہ بے سرو پا روایت عقل و نقل دونوں اعتبار سے ناقابلِ اعتماد ہے  
قاضی عیاض شفا میں اس واقعہ کو نقل کر کے کہتے ہیں۔

لم یشرجه احد من اهل الصحة ولا رواه ثقته بسند سلیم  
اور نہ کسی ثقہ نے معتبر سند سے اس کو روایت کیا۔  
علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں  
فلا صحته لنا نقلاً ولا عقلاً  
یہ روایت عقلاً و نقلاً دونوں طرح درست نہیں۔  
اور نووی رح لکھتے ہیں۔

لا یصح فیہ نسیا من جهة النقل ولا من جهة العقل۔  
اس بارہ میں کوئی چیز صحیح نہیں ہے نہ عقلی اعتبار  
سے نہ نقلی اعتبار سے۔

اسی طرح بیہقی حافظ منذری۔ ابن کثیر وغیر ہم کبار محدثین اس روایت کے بطلان  
پر متفق ہیں۔ البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کی مختلف اسانید میں سے تین سندوں  
کو صحیح کی شرط پر بتاتے ہیں با اینہم یہ تصریح کرتے ہیں کہ یہ تینوں سندیں مرسل ہیں یعنی  
درمیان سند سے صحابی کا نام رہ گیا ہے۔  
وہ لکھتے ہیں۔

وقد ذکرنا ان ثلثنا اسانید منها علی شرط الصحیح وہی مرسل  
ہم بیان کر چکے ہیں کہ تین سندیں اس روایت  
کی صحیح کی شرط کے مطابق ہیں اور یہ روایتیں مرسل  
ہیں اور جو لوگ مرسل روایتوں کو قابلِ حجت سمجھتے  
ہیں وہ اس سے استدلال کر سکتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ کبار محدثین کی ایک جماعت مرسل روایات کو قابلِ صحیح سمجھتی ہے لیکن

ان کے نزدیک بھی ان کی صحت ہی وقت قبل قبول ہے جبکہ ارسال کے علاوہ اس روایت میں عقل و نقل کے اعتبار سے کوئی سقم نہو اور جبکہ کبار محدثین اس روایت کو عقلاً و نقلاً باطل ٹھہراتے ہیں تو محض ان کی مرسل اسناد کی صحیح روایت کی صحت کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔

متن حدیث کی عدم صحت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اگر اس روایت کو از اول تا آخر صحیح مانا جائے تو اس کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایک منتظم کلام میں بیک وقت ایک شے کی طرح بھی پائی جائے اور مذمت بھی صحابہ اور نہ صرف صحابہ بلکہ تمام مشرکین جو اہل زبان تھے کس طرح یہ یقین کر سکتے تھے کہ جس سورہ (والنجم) میں اصنام کے لئے یہ آیت موجود ہو کہ جیسے ان اصنام کی سخت مذمت کی گئی ہے۔

ان ہی الا اسماء سمیتہا انتہ و (بت) کچھ بھی نہیں ہیں صرف تمہارے اور تمہارے اباؤ کم ما انزل اللہ بہا من سلطان ہاپ واداکا من گہرت ہیں جتنک لئے اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی۔

اسی سورت میں ان اصنام کی اس طرح مدح سرائی ہی موجود ہو جو تکالغ لائق العلاء سے معلوم ہوتی ہے۔

ایک معجز کلام باری میں تو اس کی کس طرح گنجائش ہو سکتی ہے جبکہ ایک فصیح و بلیغ کے کلام میں بھی ممکن نہیں؟

لہذا یہ ہرگز تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ ایک لمحہ کے لئے ہی مشرکین یا صحابہ کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ سورہ والنجم میں یہ جملے بھی شامل ہیں یا پیغمبر کی زبان سے العیاذ باللہ شیطان نے ادا کرادیے۔

نیز جبکہ قرآن عزیز کی اسی سورۃ میں صراحت کیساتھ یہ فیصلہ موجود ہے

وما یطق عن الہوی مان ہو الا  
اور وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی خواہش سے  
وحی یوحیٰ۔  
کچھ نہیں کہتے یہ (قرآن) وحی وحی جو پیر وحی کی گئی ہے۔

تو پھر ایک ایسی روایت کو جس میں سند و متن دونوں اعتبار سے سخت سقم ہو کس طرح  
قبول کیا جاسکتا ہے۔

اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس قسم کی توجیہات کے درپے ہوں جیسی کہ صاحب  
مواہب نے بیان کی ہے۔

قیل انہ لما وصل الی قوله ومنناة  
الثالثة الاخریٰ نحشی المشرکون  
ان یاتی بعد ہا بشئی یندم الہتمہ  
ذبا دروا الی ذلک الکلام فخلطواہ  
فی تلاوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
علی عادتهم فی قولہم (وہ سمعوا لہذا  
القرآن وانخوا فیہ اذ المراد بالشیطان  
شیطان الانسان۔)

بعض کا خیال ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
اس آیت پر پہنچے ومنناة الثالثة الاخریٰ تو مشرکوں  
کو ڈرہوا کہ اس کے بعد ان کے معبودوں کی برائی کی  
جائے گی اسلئے انہوں نے جلد سے آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کی تلاوت میں یہ جملے خلط کر کے بڑھائیے  
جیسا کہ ان کی عادت تھی کہا کرتے اس قرآن کو سنت  
سنو اور اس میں گڑبڑ بچاؤ یا شیطان سے مراد  
شیطان آدمی ہے۔

مزید برآں یہ کہ اگر یہ واقعہ اس طرح صحیح ہوتا جیسا کہ روایت سے ثابت ہے تو جس طرح

مشرکین یہود اور نصاریٰ نے تحویل قبلہ کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع  
کی اور اپنے زعم باطل میں آپ کو ملزم بنانے کی کوشش کی جیسا کہ قرآن عزیز نے اس کا  
تذکرہ کیا ہے۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَا نُهْرُ عَنْ قِبَلَتِهِمْ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا  
عنقریب بیوقوف لوگ یہ کہیں گے کس بات نے  
ان مسلمانوں کو اس پہلے قبلہ (بیت المقدس) سے

پھیر دیا (کعبہ کی طرف) ، ۶

مقابلے اور جھگڑے کے وقت یہ الزام ہی دیا کرتے کہ آج تم ہمارے معبودوں میں عیب ڈالتے ہو اور کل خود تمہارے پیغمبر نے ان کی تعریف جمع کے سامنے کی تھی۔ لیکن تم کو معلوم ہو کہ تاریخ و سیرت کے تمام صفحات اس سے یکسر خالی ہیں اور کسی ایک موقع پر بھی اس اعتراض کا تذکرہ نہیں آتا۔

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے جو روایت اس سلسلہ میں منقول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ

فَسَجِدْ وَسُجِدْ مَنْ كَانَ مَعَهُ الرَّجُلُ  
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ والشم پڑھی تو  
اخذ كَفًّا مِنْ حَصَى وَوَضَعَهَا عَلَى جَبْهَتِهِ  
سجدہ کیا اور اس کے تمام ساتھیوں نے بھی سجدہ کیا  
وقال يكيفي هذا  
بجز ایک آدمی کے کہ اس نے ایک ٹھی کنگریاں لیں  
اور پیشانی پر لگالیں اور کہنے لگا کہ مجھے یہی کافی ہے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قَرَأْتُهُ قَتَلَ بَعْدَ كَأْفَرًا  
میں نے دیکھا کہ بعد میں وہ کافر ہو کر مرا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سجدہ کرنے والی جماعت مسلمانوں ہی کی تھی اور اس میں ایک ضعیف الاسلام شخص تھا جس نے سجدہ نہ کیا اور ٹھی بھر کنگریوں سے پیشانی کو چھو لیا۔ اور انجام کار کفر کی حالت میں مرا اور اگر ان تمام مباحث سے قطع نظر کر کے اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی وہاں جبرین حدیث کی واپسی کا اس روایت سے دور کا بھی تعلق نہیں



ہے اسلئے کہ ہجرتِ رجب کے مہینہ میں ہوئی اور حبشہ سے واپسی ابتداءِ شوال میں پیش آئی اور سورہۃ النجم، رمضان المبارک میں نازل ہوئی ہے۔

تو اب ایسی حالت میں جبکہ سفر کے وسائل نہایت محدود ہوں، جہاز بھی دغائی نہوں بلکہ بار بانی ہوں، جہازوں کی آمد و رفت کے اوقات بھی آج کی طرح معین نہ ہوں۔ نہ ٹیلیفون ہے، نہ نیا ٹیکسٹ اور نہ ڈاک کا کوئی باقاعدہ سلسلہ، بس طرح ممکن ہے کہ ایک ماہ کے اندر النجم کے نزول، اور تمام قصہ کی مکہ سے حبشہ تک اطلاع بھی پہنچ جائے اور اس اطلاع پر ہجرتِ مہاجرین حبشہ سے مکہ معظمہ واپس بھی آجائیں۔

پس نہ یہ روایت کسی طرح قابل اعتبار ہے، اور نہ ہاجرین کی واپسی کیلئے اسے سبب قرار دیا جانا صحیح ہو سکتا ہے بلکہ اس واپسی کی اصل وجہ صرف یہ ہے کہ وطن سے ہجرت کر کے دوڑ داز ملک میں مستقل قیام۔ اور قیام بھی ایسی حالت میں کہ عزیز واقارب چھوٹے دوست احباب چھوٹے، مال و دولت چھوٹا، وطن چھوٹا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس مقدس درجہ کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کیا۔ اسکے شرفِ صحبت سے بھی محروم ہو گئے۔ اور یہ سب کچھ چھوڑنے والے لوگ بھی وہ ہیں مکہ معظمہ میں ناچار نہ تھے۔ صاحبِ مال و منال تھے، خاندانی اعتبار سے ذی عورت و ذی حشمت تھے۔ انکا اس بے سرو سامانی کے ساتھ حبشہ میں عرصہ دراز تک قیام خوشگوار ثابت نہ ہوا۔ اور یادِ وطن نے بچپن کر کے تین مہینہ بعد پھر مکہ پہنچا دیا۔

## ہجرتِ ثانیہ

لیکن ہاجرین جب مکہ معظمہ واپس آ گئے تو کفار نے او ز زیادہ ایذا میں دینی شروع کیں اور مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑا لہذا مجبور ہو کر مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ دوبارہ ہجرت کی جائے مگر اب کی مرتبہ یہ کام آسان نہ تھا۔ قریش پہلے سے مقابلہ کیلئے

تیار تھے اسلئے سخت مزاحمت ہوئی مگر اس کے باوجود تقریباً سو آدمی قرآنی مرد اور ہمارے عورتیں، دوبارہ حبشہ کو ہجرت کر کے چلے گئے۔ اور وہاں باطینان زندگی بسر کرنے لگے۔

مہاجرین کی اس جماعت میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور عبد بن حجاج اور انکی بی بی ام حبیبہؓ بھی شامل تھیں۔

## قریش کا وفد

قریش نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت حبشہ میں نہایت اطمینان آرام کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے اور مذہبی آزادی کے ساتھ بے خوف و خطر اپنے مشاغل میں مصروف ہے تو بغض و حسد کی آگ انکے قلب میں مشتعل ہو گئی، اور ہر ایک کے دل میں نئی سازش کی ایک لگن لگ گئی تاکہ مسلمانوں کے اس امن و اطمینان میں خلل پڑے اور ہمارے یہ شکار پھر ہمارے قبضہ میں آجائیں۔

آخر کار باہمی مشاورت کے بعد طے پایا کہ اصمہؓ نجاشی حبشہ کے پاس ایک وفد روانہ کیا جائے اور اس سے مطالبہ کیا جائے کہ مسلمانوں کا یہ قافلہ ہمارا مجرم اور باغی ہے اور یہ جماعت سخت مفسد و فتنہ پرداز ہے اسلئے انکو یہاں سے خارج کرنا چاہئے اور ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔

وفد کے ارکان۔ عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاصؓ فاتح مصر تھے۔ قریش نے وفد کے ساتھ تحائف و ہدایا کا بہت بڑا انتظام کیا۔ نجاشی کے علاوہ پادریوں کے لئے بھی قیمتی ہدایا کی بہت بڑی مقدار اسلئے بھیجی گئی کہ انکے ذریعہ بادشاہ پر لشکر ڈال کر کامیابی حاصل کیجا۔

## پادریوں کو رشوت

عبد اللہ اور عمرو بن العاصؓ حبشہ پہنچے اور قریش کے مشورہ کے مطابق پہلے پادریوں

ملاقات کی اور ہر ایک پادری سے ملکر عرض حال کیا اور تحائف پیش کئے۔ ابن ہشام کی روایت ہے کہ ان تحائف میں سب سے قیمتی تحفہ عمدہ قہم کی کہالیں تھیں۔

قریش کے ان دونوں سفیروں نے پادریوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ دربار شاہان میں ان کی تائید کرینگے اور کسی طرح ایسا موقع بہم نہ پہنچے دینگے کہ ہاجرین کوئی جواب دہی کر سکیں۔ دوسرے روز وفد کو دربار میں باریابی کا موقع ملا۔ آداب شاہی بجا لاکر عمرو بن لعل نے قریش کی جانب سے حق سفارت اس طرح ادا کیا۔

”ہاوشاہ! آپ کے ملک میں ہمارے قبائل کے چند نوجوان اور کچھ بیوقوف پناہ گزین ہیں۔ جہاں ان لوگوں میں فتنہ پردازی اور فساد ذات البین کا مادہ ہو یہ ایک عجیب مذہب کے پیرو بھی ہیں۔ اویسے عجیب غریب عقائد رکھتے ہیں جن سے نہ ہم واقف ہیں نہ آپ ہم قریش کے آن بہترین سربراہ اور معزز حضرات کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے ہیں جن کی سرداری عموماً عرب میں۔ اور خصوصاً سرزمینِ حجاز کے تمام قبائل میں مسلم ہے وہ ان لوگوں کے حالات سے کماحقہ، واقف، اور انکے بہترین نگران ہیں اور وہی خوب جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے جو عیوب یہاں آکر ان معزز سرداروں کے بیان کئے ہیں انکی کیا اصل ہے۔ آپ انکو ہمارے حوالہ کر دیجئے تاکہ سردارانِ قریش انکی صحیح نگرانی کر سکیں اور ان کی حرکات و سکنات کو قابو میں رکھیں“ (۱)

بڑے بڑے پادری دربار میں موجود تھے اور اس پہیلے کہ ہاجرین کو ان اعتراضات کی جو کا موقعہ دیا جائے فوراً انہوں نے قریش کے مطالبہ کی تائید شروع کر دی اور مسلمانوں کو صحیح واقعات کے دریافت کا موقع ملنے بغیر نجاشی سے اصرار کیا کہ وہ تمام ہاجرین کو وفد

قریش کے حوالہ کر دے تاکہ وہ انکو مکہ لجا لیں اور سردارانِ قریش جس طرح مناسب سمجھیں ان مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کریں۔

اصحٰبہؓ بخاشی اُس وقت تک خاموشی کے ساتھ سنتا رہا جب تک کہ وفد کے ارکان میں سے عمرو بن العاص کی تقریر جاری رہی لیکن جب بڑے بڑے پادریوں نے ہی اس ظالمانہ مطالبہ کی تائید کی تو اُس سے ضبط نہوسکا اور سخت غیظ و غضب میں کہنے لگا۔

”متم بخدا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں اس طرح ان ہاجرین کو ان قریشیوں کے سپرد کر دوں۔ کیا وہ قوم جس نے میری مملکت میں پناہ لی، میرے یہاں آکر اُس نے قیام کیا، اور اپنے قیام کے لئے تمام ملکوں پر مجھ ہی کو ترجیح دی اسکو میں تمہارے اور قریشیوں کے کہنے پر قریشیوں کے حوالہ کر دوں؟“

نہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ میں انکو بلاتا ہوں اور ان سے دریافت حال کرتا ہوں اگر واقعہ یہی ہے جو وفدِ قریش بیان کرتا ہے تب مجھکو سپرد کر دینے اور مکہ واپس کر دینے میں کوئی عذر نہیں اور اگر واقعہ اسکے خلاف ہے تو کسی شخص کی یہ تاب، یہ مجال، نہیں کہ وہ میرے ان پناہ گزینوں کی طرف نگاہ بھر کر بھی دیکھ سکے اور جب تک وہ میری مملکت میں رہنا چاہیں گے میں انکے ساتھ ہر طرح حسن سلوک سے پیش آؤں گا۔

وفد کی ذلت اور انکے معاہدین کی ناکامی کا یہ پہلا موقع تھا جو دربارِ بخاشی میں مسلم ہاجرین کی مخالفت کے سلسلہ میں پیش آیا۔

غرض نجاشی نے ہاجرین صحابہ کے پاس قاصد بھیجا کہ وہ دربار میں آئیں اور قریش کے اس مطالبہ کا جواب دیں۔ مسلمانوں کے پاس جب قاصد پہنچا تو وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ ہم کو کیا جواب دینا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ ہم کو یہ کہہ دینا چاہئے۔ ”خدا کی قسم ہم ان الزامات سے قطعاً ناواقف ہیں اور نہ ہمارے نبی نے ہم کو اس بارہ میں کوئی حکم دیا، باقی جو کچھ مقدر ہے وہی ہو کر رہے گا۔ مگر حضرت جعفر نے فرمایا کہ تم مجھ کو اجازت دو کہ میں تم سب کی طرف سے حق بنابت ادا کروں۔

ہاجرین اور بار نجاشی ہیں۔

نجاشی نے ایک طرف مسلمانوں کو بلایا اور دوسری طرف اپنے مذہبی پادریوں کو جمع کیا۔ عیسائی مذہب کے یہ پیشوا بڑے طعناق کے ساتھ دربار میں آئے اور مذہبی کتابیں لیکر نجاشی کے سامنے اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اب نجاشی نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے دریافت کیا۔

یہ اسلام کیا مذہب ہے کہ جس کی بدولت تم نے اپنی قوم کو بھی چھوڑا اور نہ تم نے ہمارے ہی مذہب کو قبول کیا اور نہ مزوجہ مذاہب میں سے کسی مذہب کے پیرو؟

حضرت جعفر کی تقریر

نجاشی کے اس سوال پر مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور مذہبِ اسلام کی صداقت کو ان پر از حقائق الفاظ میں بیان کیا۔

بادشاہ۔ ہم پر جاہلیت کا وہ دور گزرا ہے کہ مصنوعی اور خود ساختہ بتوں کی پرستش

ہمارا مذہبی شعار تھا۔ دارِ خوارى، بدکاری، اور قطع رحمی، ہماری معاشرت کا اہم جز بن گیا تھا

نہم ہمسایہ کے حقوق سے واقف تھے اور نہ اخوت و ہمدردی سے آشنا۔ ہر ایک

قوی کا ضعیف پر ظلم کرنا اور اسکو ہضم کر جانا سیار زندگی کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ ہماری اس تباہ حالی کا دور عرصہ دراز سے قائم تھا کہ یک بیک خدائے برتر نے ہماری قسمت کا پانسہ پلٹ دیا اور ہم میں ایک ایسا پیغمبر بھیجا جس کے نسب حسب ہم واقف جس کے صدق و امانت کا حال ہم پر روشن، اور جس کی محنت و پاکدامنی ہر وقت ہماری نظروں میں، وہ آیا اور اس نے ہلکے ہدایت کی وہ شمع روشن دکھائی جس نے ہماری آنکھوں سے ہماری جہالت کی تاریکی کے تمام پرے جاک کر دیئے۔ اس نے کہا۔ کہ تم صرف خدائے واحد کی پرستش کرو اور اسی کو اپنا خالق و مالک سمجھو۔ بت پرستی کو چھوڑ دو اسلئے کہ تمہارے یہ خود ساختہ بت نہ تلو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ باپ دادا کی یہ کورانہ تقلید گراہی کی بنیاد ہے۔ اس نے ہم کو تعلیم دی کہ ہمیشہ سچ بولو، امانت میں خیانت کبھی نہ کرو، صلہ رحمی، ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک، ہمیشہ اپنا شعار بناؤ، خونریزی اور محارم خدائے ندی سے بچو، بخش کاموں اور جہوت کے قریب نہ جاؤ، یتیم کا مال نہ کہاؤ، اور پاکدامن کو ہمت نہ لگاؤ، خدائے واحد کی بندگی ادا کرو، زکوٰۃ دو، اور روزہ کرو۔ اسے بادشاہ۔ اس نے اور اسی قسم کے دوسرے بہترین امور کی ہلکے تعلیم دی، اور ہلکے اسلامی احکام بتائے اور سکھائے، ہم نے اس کی تصدیق کی، ہلکے خدا کا پیغمبر سمجھا، اور اسپر ایمان لائے، اور جو کچھ اُس نے خدا کا حکم ہلکے سنایا ہم نے اس کی پیروی کی، ہم نے خدا کو ایک جانا، شرک سے توبہ کی، حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام، ہمارے اس عظیم الشان انقلاب کو دیکھ کر ہماری قوم کو یارائے صبر نہ رہا، اور انکے ضبط کا پیمانہ چمک گیا، انہوں نے ہلکے طرح طرح سے ستانا، عذاب میں مبتلا کرنا شروع کیا۔ اور وہ ہم پر قسم قسم کی مصیبتوں کے پہاڑ توڑنے لگے، اور یہ سب کچھ

اسلئے کیا گیا کہ ہم خدائے واحد کی پرستش چھوڑیں، اور دوہرہ جہالت کی طرح پہرہ پھیلنے کی پوجا کرنے اور پہلے کی طرح دوبارہ تمام فواحش وید کاری کو حلال سمجھنے لگیں۔ ہماری قوم کے دردناک مظالم اور المناک محالیف، کہ جنگی آتے دن ہمہ مشق ہوتی رہتی تھی، جب اس حد تک پہنچ گئے کہ ہلکے اپنے پاک مذہب اور ملتِ بیضاء کے ارکان کی تعمیل بھی دشوار ہو گئی، اور قدم قدم پر انہیں رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں، تب مجبور ہو کر ہم نے اپنے وطن کو خیر باد کہا، اور تمام مملکتوں پر آپ کی مملکت کو ترجیح دی، اور آپ کے جوار میں آکر پناہ لی۔

سے بادشاہ - ہلکوا امید ہے کہ ہم پر ظلم نہ کیا جائیگا اور عدل و انصاف اور حسن

سلوک کی جو امید آپ کے ساتھ ہم نے قائم کی ہے وہ ثابت نہوگی۔ (۱)

حضرت جعفرؓ کی یہ پرتماثیر اور مبنی بر حقیقت تقریر ختم ہوئی تو نجاشی نے پہر ان سے سوال کیا کیا وہ خدائی قانون کہ جسکو تم قرآن عزیز کہتے ہو تمکو کچھ یاد ہے؟ اگر یاد ہے تو اس میں سے کچھ پڑھ کر سناؤ؟ حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ ہاں مجھکو قرآن عزیز یاد ہے، اور سورہٴ مریم، میں سے شروع کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ قرآن عزیز، اور پہر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تلاوت تمام دربار میں ایک سکتہ کا عالم ہو گیا اور خود نجاشی اور دربار کے تمام پادریوں پر تو کلامِ الہی کی ہیبت اس طرح طاری ہوئی کہ وہ ناز زار رونے لگے۔ ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور پادریوں کے پاس جو کتابیں رکھی تھیں انکو بھی سیلابِ اشک نے تر کر دیا۔ آخر نجاشی سے نہ رہا گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا ایک ہی روشنی کے دو عکس ہیں۔

## نجاشی کا فیصلہ

اس کے بعد نجاشی، قریش کے وفد کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا: تم بخدا میں ہرگز ہرگز ان مسلمانوں کو نہیں سپرد نہ کروں گا اور کوئی طاقت مجھ کو سپرد نہیں کر سکتی!

وفد کو جب اس موقع پر بھی ذلت و ناکامی سے دوچار ہونا پڑا تو دربار برنجاست ہو نیکی بعد عمرو بن العاص نے کہا اکل ہونے دو خدا کی قسم ایسی بات آسمان کے سامنے پیش کروں گا کہ ان مسلمانوں کی بیخ و بنیا د بھی یہاں باقی نہ رہے۔ یہ سن کر ابن ابی ربیع نے کہا کہ ان میں سے دو آدمیوں کو نقصان پہنچ جائیگا تو مجھے بھی خیال ہے اگرچہ وہ ہمارے مخالف ہی سہی مگر قریبی عزیز ہیں۔ مگر عمرو بن العاص اپنی تدبیر کا درپردہ مسرور تھے صبح ہوئی نجاشی کا دربار پر منعقد ہوا، قریش کے وفد کو جب دوبارہ باریابی ہوئی تو عمرو بن العاص نے عرض کیا۔

بادشاہ۔ یہ مسلمان حضرت عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق بہت برا عقیدہ رکھتے ہیں اور انکی سخت توہین کرتے ہیں۔ آپ ذرا انے معلوم تو کیجئے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا سمجھتے ہیں۔

نجاشی نے یہ سن کر مسلمانوں کے پاس پہر ایک قاصد بھیجا۔ مسلمانوں کو جب یہہ معلوم ہوا تو آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور بعض مسلمانوں نے وہی پہلا جواب دیا کہ ہکو کوئی فیصلہ کن جواب نہ دینا چاہئے۔ مگر سردار قافلہ حضرت جعفر نے اصل حقیقت کے اظہار پر اصرار فرمایا اور دربار نجاشی میں جا پہنچے۔ نجاشی نے دریافت کیا کہ تم لوگوں کا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟ حضرت جعفر نے کہنے لگے

(۱) حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) ہجرت کے بعد مشرف باسلام ہو گئے اور جلیل القدر بے ذائق مسبری بنے۔ صحابی ہیں۔



ہوئے اور کہنے لگے۔

بادشاہ۔ اس بارہ میں جو تعلیم ہم کو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے وہی ہمارا عقیدہ ہے۔ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے، اللہ کے رسول ہیں اور وہ روح اللہ، کلمۃ اللہ ہیں جنکو خدا نے

حضرت مریم خدرا علیہا السلام پر انقار کیا اور وہ ان کے بطن سے تولد ہوئے

یہ سنکر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا۔ تم بجا جو کچھ تم نے بیان کیا، سب سچ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تم نے اس تنکے کی برابر یہی مبالغہ نہیں کیا پادریوں نے جب نجاشی کی یہ گفتگو سنی تو غصہ میں ناک کے نتھنے پھول گئے مگر نجاشی نے انکو مخاطب کرتے ہوئے کہا جھکو تمہارے اس غصہ کی مطلق پروا نہیں۔ اور مسلمانوں سے کہا کہ جاؤ تم میری سرزمین میں مامون ہو۔ جو شخص تمکو گالی بھی دیگا۔ اس کو بھی سزا۔ تاوان سے نہ چھوڑو نگا۔ ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ ہرگز نہ چھوڑو نگا۔ اور میرے نزدیک سونے کا پہاڑ بھی اس کے مقابلہ میں بیچ ہے۔ اور پھر عمال حکومت کی طرف مخاطب ہو کر حکم دیا۔

قریش کے وہ تمام ہلایا۔ واپس کر دو مجھے ایسی رشوت کی کوئی حاجت نہیں۔

خدا نے جب مجھ کو یہ حکومت بخشی تھی تو اسپر مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی جو

سج میں اس حکومت و اختیار پر رشوت کا معاملہ کروں اور میرے بارہ میں )

(۱) مرفین نے نجاشی کے ان فقروں کے متعلق حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ نجاشی کے باپ کے ”احمد“ کے سوا دوسری کوئی اولاد نہ تھی اور صحیحہ کے چچا کے متعدد لڑکے تھے۔ اہل حبشہ نے ایک روز یہ مشورہ کیا کہ اگر نجاشی صحیحہ کو والد کا انتقال ہو جائے تو صحیحہ کے علاوہ اس کے اور کوئی اولاد نہیں۔ پس اگر صحیحہ کا بھی انتقال ہو جائے تو یہ مملکت ہمارے ہاتھ سے نکل کر کسی دوسرے بادشاہ کے قبضہ میں پڑ جائے۔

اس نے اشخاص کی مرضیات پر عمل نہیں کیا جو اس راجہ کے بارہ میں اشخاص کی  
 مرضیات پر عمل کروں یعنی خدا کی مرضی ترک کر کے قریش کی عداوت پر عمل کریں  
 نجاشی کی اس آخری گفتگو نے پادریوں اور قریش کے وفد کی تناؤ و کناخون کر دیا  
 اور وفد کو مجبور بلکہ مغلوب و مقہور ہو کر ناکام و نامراد واپس ہونا پڑا۔

### مسلمانوں کی ہمدردی نجاشی کیساتھ

مہاجرین و قریش کے تصادم اور نجاشی کے فیصلہ کو زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ نجاشی  
 کے ایک دشمن نے حبشہ پر شکرتی کر دی نجاشی کو مقابلہ کی فکر ہوئی اور فوج لیکر بحر قلزم  
 کے پار صفا آرا ہوا۔ مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہوا تو انکو بھیر حزن و ملال ہوا کہ ہمارے دشمن  
 پر یہ کیسی افتاد اپڑی۔ فوراً مجلس مشاورت منعقد کی اور طے پایا کہ ایک شخص اس بات کیلئے  
 متعین کیا جائے کہ وہ جنگ کے نتیجہ کی ہلکے خبر پہنچاتا رہے۔ اور اگر ضرورت ہو تو ہم بھی اس کی امداد

دقیقہ نوٹ صفحہ ۶۶ جلی جائیگی بہتر یہ ہے کہ احمد اور اس کے والد کو قتل کر دینا چاہئے تاکہ یہ سلطنت احمد کے چچا اور اس کی اولاد میں  
 منتقل ہو جائے اور اس طرح ایک غیر محدود زمانہ تک اس حکومت کا سلسلہ اسی خاندان میں باقی رہے۔ اہل حبش نے یہ مشورہ  
 کر کے احمد کے والد کو قتل کر ڈالا اور اسکے بعد پہلے مشورہ کے مطابق نیز اس خوف سے کہ احمد اپنے والد کا ہم سے قصاص نہ لے سکے  
 کے قتل کے ارادہ سے اس کے چچا کے پاس «جو کہ سریر آرائے سلطنت ہوا»، تلے اور احمد کے قتل کر دینے کو کہا یہ سن کر احمد  
 کا چچا بہت تنگیں ہو کر کہنے لگا۔ خدا تم کو رسوا کرے ابھی اسکے باپ کو قتل کر چکے ہو اب اس کے قتل کا ارادہ ہے یہ ہرگز نہ ہوگا۔  
 اراکین نے پہراصر کر کیا آخر یہ قرار پایا کہ اگر قتل کیا جائے تو اسکو غلام بنا کر فروخت کر دیا جائے۔ احمد اس قرارداد کے مطابق  
 ایک تاجر کے ہاتھ چہ سو درہم میں فروخت کر دیئے گئے احمد کو تاجر نے کشتی پر سوار کئے ننگا اٹھا دیا ابھی شام ہی ہونے پائی تھی کہ تمام  
 افریقہ میں بادل گہرا اور کشتی کو ایک جگہ ٹھہرانا پڑا۔ اتفاقاً احمد کا چچا تو شگوار موسم دیکھ کر باہر نکلا اور باہر کو دیکھنے لگا۔ یہ ایک بجلی  
 کوندی گر جی اور احمد کے چچا پر آگری۔ یہ دیکھ کر تمام اراکین پریشان ہو گئے اور فوراً احمد کے چچا زاد بھائیوں کے پاس دوڑے  
 گئے کہ وہ باپ کی جگہ حکومت کو سنبھالیں مگر بدبختی سے ایک کو بھی اس قابل نہ پایا کہ وہ اس باعظیم کو برداشت کر سکے تب  
 آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ بعض نے مشورہ دیا کہ احمد باوجود نو عمر ہونے کے سن طفولیت سے ہی نہایت زیرک و ذہین ہے اگر  
 اب بھی حکومت کی خبر چاہتے ہو تو اسی کو تلاش کر کے لاؤ اور اپنا حاکم بناؤ۔

کے لئے نکلیں۔ حضرت زبیر کھڑے ہوئے اور آپ کو اس خدمت کیلئے پیش کیا۔ یہ اگرچہ نو عمر تھے مگر بہت جری تھے۔ جنگ کا میدان دریا کے نیل کے پار تھا۔ سب کو اس نوجوان کی جرأت پر تعجب ہوا مگر خود ان کے اصرار پر با اتفاق ان کی سفارت منظور ہوئی اور سب نے ملکر نجاشی کی فتح اور دشمن کی ہلاکت کے لئے دعائیں مانگیں۔

حضرت زبیر مشک کے سہارا پر جو میدانِ جنگ میں پہنچے اور چند روز بعد نجاشی کی فتح و نصرت کی بشارت لیکر واپس آگئے۔ مسلمانوں نے نجاشی کی کامیابی پر شادمانی کا اظہار کیا اور نجاشی کی خدمت میں تہنیتِ فتح و نصرت پیش کی۔

## دعوتِ اسلام۔

ارکانِ اسلامی میں پیہم رکاوٹوں کے باعث مسلمانوں کا جتنہ کی طرف ہجرت کرنا؛ نجاشی جتنہ کا ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، وفدِ قریش کا ناکام واپس ہونا، حضرت جعفر طیار کی تقریر سے نجاشی کا صداقتِ اسلام سے متاثر ہونا، ایسے امور نہ تھے جو پوشیدہ رہتے۔ مگر اور اطرافِ مکہ تک بھی یہ تمام واقعات پہنچے، اور اس سے مسلمانوں میں مسرت

(یعنی نوٹ صفحہ ۶۷) سب سے اس عالم حیرت میں اس مشورہ کو پسند کیا اور فریاد دہری کشتی اس کی جتو میں روانہ کی تہوڑے ہی فاطمہ پر تاجر کی کشتی کو جا پکڑا اور زبردستی احمد کو لے آئے تمام اراکین نے احمد کا استقبال کیا اور تاجپوشی کی رسم ادا کر کے متفقہ اپنا بادشاہ مان لیا۔

حاجر نے اراکین سے فریاد کی کہ یہ زبردستی واپس کرو لیکن کچھ شغوائی تہوڑے تاجر احمد کے دربار میں فریاد رس ہوا۔ احمد نے دعویٰ سنکر اراکین سے کہا کہ تاجر کا دعویٰ صحیح ہے۔ یا تم اس کے غلام (احمد) کو لے کے حوالہ کر دو اور یا اس کا زیرِ شکنجہ مپس کر دو۔ تب اراکین نے شادمانی کے بدلہ تاجر کا زیرِ شکنجہ مپس کر دیا۔

اسی کی طرف نجاشی نے اشارہ کیا تھا کہ خدا نے ملکِ نجاشی میں مجھ سے رشوت نہیں لی تھی اور نہ اس نے میرے جانیر حق کے بارے میں بشخاص کی خواہشات کی ہر داہ کی۔ پہر آج میں گس لئے اس حکومت و اختیار پر رشوت کا معاملہ کروں اور حق و انصاف کے مقابلہ میں قریش کی خاطر ظلم و عدوان اختیار کروں۔ (روض الانف)

اور قریش میں حزن و ملال کا پیدا ہونا ایک طبعی بات تھی۔

آخر سلاطینِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کا وہ مبارک وقت بھی آپہنچا جس کا ذکر صحاحِ گزشتہ میں مطالعہ کر چکے ہو۔ لہذا انہی حالات و واقعات کے زیرِ نظر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا قاصد حبشہ کے دربار میں اسلام کی دعوت لیکر پہنچا۔

محرم ۱۰ھ ہجری کا زمانہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے قاصد حضرت عمرو بن امیہ صُمَری راہِ سفر نطے کر کے حبشہ پہنچے اور بعض مہاجرِ نجاشی کے واسطے سے دربار میں رسائی ہوئی۔ اسلامی آدابِ بجا لاکر حضرت عمرو نے ہمد شاہ حبش کے سامنے اول اس طرح خطاب کیا۔

”بادشاہ! میرے ذمہ حق کی تبلیغ ہے اور آپ کے ذمہ حق کی سماعت کوئی شے نہیں

کہ گزشتہ دنوں سے ہم پر آپ کی شفقت و محبت کا یہ حال ہے کہ گویا آپ اور ہم

ایک ہی ہیں۔ اور ہر گویا آپ پر اس قدر اعتبار ہے کہ ہم آپ کو کسی طرح اپنی جماعت

سے علیحدہ نہیں سمجھتے۔ ہم نے جس بھلائی کی امید آپ کی کامیاب ہوئے اور جس

خطرہ کا پہی اندیشہ کیا ہمیشہ اس سے بے خوف و مامون ہے حضرت آدم علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہماری طرف سے آپ پر محبت قطعی ہے یعنی جس

قدرت کے کرشمہ ساز ہاتھوں نے حضرت آدم کو بغیر والدین کے مٹی سے پیدا کر دیا

اسی نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بغیر باپ کے بطنِ مادر سے پیدا کیا لہٰذا

مثل علیٰ عند اللہ، کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن

فی کون۔ اے اللہ کنیز دیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے آدم کو

اسے مٹی سے پیدا کیا اور پھر حکم دیا تو وہ عالم وجود میں آگئے۔

ہمارے اور آپ کے درمیان انجیل وہ شاہد ہے جس کی شہادت کبھی مردود نہیں

ہو سکتی اور وہ حاکم ہے جس سے ظلم کا امکان نہیں۔ اس نبی ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ کی

پیروی میں خیر و برکت کا اور دوزخ و عذاب کا حصول ہے۔

بادشاہ! اگر آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغ نہ کیا تو اس نبی امی کا انکار آپ کے لئے اسی طرح باعث وبال ثابت ہوگا۔ جس طرح یہود کے حق میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار ثابت ہوا۔ میری طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بعض دیگر اشخاص مختلف بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کیلئے قاصد نیکر گئے ہیں مگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو امید آپ کی ذات سے وابستہ ہے، دوسروں سے ایسی امید نہیں ہے اور جس بات کا ان سے اندیشہ ہے آپ سے اس کے بارہ میں پورا اطمینان ہے کہ آپ اپنے اپنے اور اپنے خدا کے درمیان گذشتہ طاعات اور آئندہ کے اجر و ثواب کا خیال رکھیں گے۔

اصحٰمہ شاہ حبش

اصحٰمہ نے حضرت عمرو کی فصیح اور برجستہ تقریر کو سنا اور انکی دلیلانہ نصیحت کی داد دیتے ہوئے اس طرح جواب دیا۔

”عمرو۔ بخدا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وہی برگزیدہ پیغمبر ہیں جن کی آمد کا اہل کتاب انتظار کر رہے ہیں۔ بیشک حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راکب حمار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دینا ٹھیک ہی طرح ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے راکبِ حمار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے۔ دونوں میں برسرِ فرق نہیں۔ اور اس بارہ میں میرے لئے شاہدہ اور خبرِ دونوں برابر ہیں۔“ یعنی اگرچہ میں نے مجالِ جہاں آرا سے آنکھیں منور نہیں کیں لیکن حالات سنکر مجھ کو ان کے نبی ہونیکا یقین ہے۔“

مگر اہل حبشہ میں میرے معین و مددگار بہت کم ہیں اسلئے تم جھکواتی جہلت دو کر میں

اپنی قوم میں اپنے کافی مددگار، اور ان کے دلوں میں نرمی پیدا کروں،

اصحہ یہ تقریر کر کے خاموش ہو گیا، اور عمرو بن امیہ سے نامہ مبارک ہاتھ میں لیکر تظلمات کھول

سے لگایا، اور مزید شرف و اعزاز کی خاطر تختِ شاہی سے اتر آیا اور تہجان کو بلا کر نامہ مبارک پڑھنے کا حکم دیا۔

### نقل نامہ مبارک بنام اصحہ نجاشی حبشہ

من محمد رسول الله الى النجاشي ملك

یہ خط ہے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب

الحبشه سالم انت فاني احمد اليك

سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام تجھ پر سلامتی ہو

الله الذي لا اله الا هو الملك القدوس

میں تجھ کو اس خدا کی حمد سنا تا ہوں جو معبودیت میں

السلام المؤمن المهيمن والشهدان

یکتا ہے، کل جہاں کا مالک ہے، برگزیدہ ہے، سلام

عيسى بن مريم روح الله وكلمته القاها

ہے، جاو پناہ ہے، نگہبان ہے اور اس بات کی شہادت

الى مريم البتول الطيبة الحصيتم

دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، اللہ کی

فحملت بعيسى خلقه الله من روحه

روح اور اس کا کلمہ میں جسکو اس نے مریم بتول طیبہ پاک

ونفخه كما خلق ادم بيده واني

واس میں القا کیا کہ وہ خلائق کے بنی حضرت عیسیٰ کی والدہ

ادعوك الى الله وحده لا شريك

بمیں ہیں اللہ نے ہی ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور

له والموالة على طاعته وان بتعفى

اس کو حضرت مریم میں پھونک دیا۔ جیسا کہ اس نے

وتؤمن بالذي جاءني فاني رسول الله

حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے یہ قدرت سے بنایا۔

واني ادعوك وجنودك الى الله عز و

اب میں تجھ کو خدائے وحدہ لا شریک لہ اور اس کی اطاعت

جل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا

مودت و محبت کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ تو میری

نصیحتی والسلام علی من  
 اتبع الهدی۔  
 پیروی کرے اور جو خدا کا پیغام میں لیکر آیا ہوں اس  
 پر ایمان لائے۔ میں تجھکو اور تیرے لشکر کو امر و عہدِ جہل  
 کی طرف بلاتا ہوں پس میں نے تبلیغ اور نصیحت کر دی  
 تجھکو چاہئے کہ اس کو قبول کرے اور سلام اس پر جو  
 ہدایت کا پیرو ہو۔

اصحہ نامہ مبارک کو سنتا جاتا ہے اور متاثر ہوتا جاتا ہے۔ جو نہی مضمون ختم ہوا مفرط  
 شوق میں نامہ مبارک کو بوسہ دیکر سر پر رکھ لیا۔ اور حضرت جعفر طیارؓ کو دربار میں بلا کر سلام کے  
 متعلق گفتگو کی۔ اور گفتگو کے بعد انکے ہاتھ پر سلام کی بیعت کی۔ اور نامہ مبارک کے جواب  
 میں حسب ذیل معروضہ کہا۔

(نقل مکتوب اصحہ نجاشی حدیثہ)

الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 من النجاشی اصحمتہ السلام علیک  
 یا نبی اللہ، من اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
 الذی لا الہ الا هو الذی ہدانی  
 لا سلام۔ اما بعد فقد بلغنی کتابک  
 یا رسول اللہ فیما ذکرک من امر عینی  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام فودب السماء  
 والارض ان عینی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 لا یزید علی ما ذکرک نعم ما وقد عرفنا  
 اصحہ نجاشی کی جانب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے نام سلامتی ہو آپ پر اور اللہ کی رحمت  
 لے خدا کے طرف سے بھیجے ہوئے نبی وہ خدا جس کے  
 سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہے جس نے پھر سلام کا  
 راستہ دکھایا اور میری رہنمائی کی اما بعد۔  
 لے خدا کے نبی آپ کے مکتوبِ گواہی کی  
 زیارت کا جبکہ شرف حاصل ہوا۔ آپ نے حضرت  
 عینی علیہ السلام کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا میں رب السماء  
 والارض کی قسم کہ ہا کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے

ما بعثت به الدنيا وقد قربنا ابن عمك  
 واصحابه، فاشهد انك رسول الله صادقاً  
 مصداقاً وقد ياليعتك وبأيعت ابن  
 عمك واسلمت على يده لله رب العالمين  
 وقد بعثت اليك يا بنى يا بنى الله  
 وان شئت اتينك بنفسى والسلام  
 عليك ورحمة الله وبركاته ربه عليه

زیادہ کچھ نہیں ہیں، ہم نے اون تمام باتوں کو اچھی طرح  
 سمجھ لیا جو آپ نے ہم تک پہنچائیں، آپ کے چاکے بیٹے  
 اور اون کے رفقاء ہمارے مقرب ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں  
 میں آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو گیا۔ اور آپ کے چہرے  
 پہائی کے ہاتھ پر اندر رب العالمین کیلئے بیعت کر لی  
 اور مسلمان ہو گیا اور یا بنی اللہ میں آپ کی خدمت میں اپنے  
 بیٹے کو بھیجا ہوں اگر آپ کا حکم ہو گا تو میں خود ہی حاضر  
 ہو جاؤں گا۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ  
 وَبَرَكَاتُهُ

اور پہلی نے روض الانف میں بیان کیا ہے کہ نجاشی جب حضرت جعفر کے ہاتھ پر  
 مشرف باسلام ہو گیا تو شدہ شدہ یہ خبر اہل حبش میں پہیل گئی۔ اہل حبش کو یہ سخت ناگوار  
 ہوا اور انہوں نے نجاشی کے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ اور نجاشی کے سامنے مظاہر  
 کر کے اسکے خلاف اظہار ناراضی کیا۔ نجاشی نے جب اہل ملک کے یہ تیور دیکھے تو  
 سب سے پہلے حضرت جعفر کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ میں نے تمہارے لئے کشتیوں کا ایک  
 بڑا تیار کیا ہے معاملہ بہت نازک ہے۔ نہ معلوم قوم میرے ساتھ کس حد تک مخالفت  
 کرے اسلئے تم تمام ہجاجین کو ان کشتیوں میں سوار کر کے موقعہ کے منتظر رہو۔ اگر خدا نے  
 مجھ کو کامیاب کیا تب تم امن وامان سے پہر حبشہ میں قیام کرنا اور خدا نخواستہ معاملہ نے



دوسری صورت اختیار کر لی تو فوراً تم یہاں سے فرار ہو جانا۔ صحیحہ مسلمانوں کا یہ انتظام کر کے اپنی حفاظت کی طرف متوجہ ہوا اور ایک عجیب حیلہ کام میں لایا۔ اس نے ایک پرچہ پر یہ لکھا۔

”میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے

اور رسول ہیں نیز گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا کے بندے۔ اُس کے رسول۔ اور اُس کی روح و کلمہ ہیں کہ جسکو

خدا نے مریم (علیہا السلام) پر القا کیا۔

اور لکھ کر اپنے پوسٹین کے نیچے سینہ کے پاس اسکو چپا لیا اور پہرہ دربار منعقد کیا۔ تمام اہل حبش کو صف و رصف کھڑا کیا اور پھر انکے سامنے کھڑے ہو کر سوالات کئے۔ صحیحہ۔ اہل حبش کیا تم مجھی کو تمام حبشہ میں اس عظیم الشان منصب کا مستحق نہیں سمجھتے جس پر فائز ہوں؟

اہل حبشہ۔ بیشک ہم صرف تجھکو ہی اس منصب کا اہل سمجھتے ہیں۔

صحیحہ۔ تم نے میری سیرت و عادات کو اپنے اور حکومت کے حق میں کیسا پایا؟

اہل حبش۔ بہترین پایا۔!

صحیحہ۔ پہرہ شور و شغب کیسا؟

اہل حبش۔ ہم سنتے ہیں کہ تو نے مذہب عیسوی ترک کر دیا اور تو حضرت عیسیٰ (علیہ

الصلوٰۃ والسلام) کو خدا کا بندہ کہتا ہے۔

صحیحہ۔ تم حضرت عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو؟

اہل حبش۔ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔

صحابہ نے اپنا ہاتھ سینہ پر رکھا اور کہا کہ اس سے ”یعنی جو کچھ پرچہ میں لکھا ہے“ زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور کوئی تعلیم نہیں دی۔

اہل حبش نے اس جملہ سے اپنی تائید سمجھ کر مخالف مظاہرہ کو ترک کر دیا۔ ابن سعد نے روایت کی ہے کہ صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نامہ مبارک کو ہاتھی آنت کے ڈبہ میں بند کر کے نہایت احتیاط سے محفوظ کر دیا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جب تک یہہہ مبارک تحفہ ملکیت حبش میں محفوظ ہے دشمن کا ہاتھ اس ملکیت تک نہیں پہنچے گا۔

سیرت کی کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ صحابہ نے اپنے بیٹے آرا کو بھی مع ساٹھ ہمراہیوں کے خدمتِ اقدس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے لئے روانہ کیا۔ لیکن بد قسمتی سے وہ تمام کشتیاں جن میں آرا اور انکے ہمراہی سوار تھے دریا کی طغیانی سے غرق ہو گئیں۔ اور انہیں سے ایک متنفس بھی نہ بچ سکا۔ مگر حضرت عمرو بن اُمیہ جس کشتی میں سوار تھے وہ صحیح سلامت رہی۔ اور انہوں نے بخیر و خوبی دربار رسالت میں حاضر ہو کر صحابہ کا خط پیش کیا۔ اور تمام واقعات گوش گزار کئے۔ نیز صحابہ کے مسلمان ہونے کا مشرودہ سنایا۔ صحابہ کے قبول اسلام کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں اہل حبشہ کا بیشتر حصہ مشرف باسلام ہو گیا۔

دربار رسالت سے صحابہ کے نام دوسرا مکتوب۔

ابھی حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری کو حبشہ سے واپس آئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ دوبار رسالت سے دوبارہ ان کو حبشہ جانے کا حکم ہوا۔ اس مرتبہ سفارت کا مقصد یہ تھا کہ حضرت جعفر اور انکے ہمراہی مہاجرین کو مدینہ منورہ واپس لایا جائے۔ اور ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کر نیکی تحرک کی جائے

اس سلسلہ میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجماع کے نام ایک نامہ مبارک بیجا جس میں اجماع کے قبولِ اسلام پر اظہارِ طمانیت کرتے ہوئے اپنے ہر دو امور مذکورہ بالا کی تعمیل کے متعلق تحریر فرمایا تھا۔ اس نامہ مبارک کا مختصر مضمون درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ  
فَكَانَكَ مِنَ الرِّقَّةِ عَلَيْنَا مَتَا وَكَانَا  
مِنَ الثَّقَةِ بِكَ مِنْكَ اِلَّا نَا لِنَرْجُو  
مِنْكَ خَيْرًا اِلَّا نَلْنَاهُ وَلَا نَخَافُ  
مِنْكَ اِلَّا اَمْتَانَاهُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ  
شروع اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے تو نے  
ہمارے ساتھ حسن سلوک برتا۔ اور ہر کچھ پر اعتماد  
ہے اس لئے کہ ہم نے تجھ سے جس چیز کی  
امید کی وہ پوری ہوئی اور جس بات کا خوف کیا اس سے  
مأمون و محفوظ ہے۔ اور توفیق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

صحاب سیر کہتے ہیں کہ اس نامہ مبارک کی تحریک کا شرف حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، کو نصیب ہوا۔ خط کا مضمون تمام ہو جانے کے بعد اپنے اپنی مہر اس پر ثبت فرمائی۔ اور حضرت عمرو بن امیہ نامہ مبارک لیکر بری و بگری سفر طے کرتے ہوئے دو بار ادا حبشہ پہنچے۔ اجماع نے انہیں نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ ہمان بنایا اور انکی ہر قسم کی مدارات کی۔

### حضرت ام حبیبہؓ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر عبداللہ بن حبش کے ساتھ پہلی ہی ہجرت میں حبشہ چلی گئی تھیں۔ عید اللہ بن حبش کچھ عرصہ کے بعد نصرانی ہو گئے۔ مگر ام حبیبہ اسلام پر ہی ثابت قدم رہیں۔ اس اختلافِ مذہب کا نتیجہ آخر یہ نکلا کہ عبید اللہ بن حبش نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔

خدا نے تعالیٰ نے ام حبیبہ کی ثباتِ قدمی کا یہ نعم البدل عطا فرمایا کہ بتی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس سفارت بھیجی کہ اُمّ حبیبہ کی مرضی حاصل کر کے انکا عقد میرے ساتھ کر دیا جائے۔ نجاشی نے اس پیغام کی تعمیل میں اُمّ حبیبہ کے پاس اپنی لونڈی ابرہہ کو پیغام دیکر بھیجا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو تمہارے نکاح کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ اُمّ حبیبہ اس رشتہ سے بچد مسرور ہوئیں اور اس خوشی میں ابرہہ کو چاندی کے دو ٹکٹن اور چند انگشتریاں انعام میں دیں اور خالد بن سعید کو اپنا وکیل مقرر کر کے نجاشی کے دربار میں بھیجا۔

شام کے وقت نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کو جمع کیا اور حضرت ام حبیبہ کا نکاح خود پڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کئے۔

جب عقد ہو چکا اور اُمّ حبیبہ کے وکیل خالد بن سعید نے مہر کی رقم ہی نجاشی سے وصول کر لی تو لوگوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ نجاشی نے کہا۔ ولیمہ کی دعوت تمام نبیوں کی سنت ہے۔ ایہی بیٹھے۔ مجمع پہ بیٹھ گیا اور کہا نا چنا گیا۔ اور کھانا کھا کر سب غصت ہو گئے مہر کی رقم جب ام حبیبہ کے پاس پہنچی تو وہ پچاس دینار ابرہہ کو دینے لگیں لیکن اُس نے ٹکٹن اور انگشتریاں اور رقم واپس کرتے ہوئے کہا کہ بادشاہ نے مجھ کو ان چیزوں کے لینے سے منع کر دیا ہے۔

دوسرے روز ابرہہ حضرت ام حبیبہ کی خدمت میں نجاشی کی طرف سے عنبر، زعفران اور عود وغیرہ لیکر آئی۔ انہوں نے نجاشی کے یہ ہدایا نجوشی قبول فرمائیے اور جب بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہونے لگیں تو ان تمام ہدایا کو ساتھ لے گئیں اور خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ جب عقد کے تمام مراحل ختم ہو گئے

تو نجاشی نے پھر ان کو حضرت شرجیل بن حسنہ کے ساتھ دربار رسالت میں بھیج دیا  
حافظ حدیث علامہ زین الدین عراقی نے الفیہ میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں نظم کیا ہے۔

اول من ارسلنا النبی      ملکہ عمر و هو الضمری  
الی النجاشی فلما قد ما      نزل عن فراشه فاسلمنا  
وارکب المهاجرین البحر      الیہ فی سفینتین طرل  
زوجہ رملہ عمر قبلہ      لہما و مہرہا النجاشی لہ

## ایک اشکال کا جواب

کتب رجال و کتب سیر میں حضرت ام حبیبہ کی تاریخ اور مقام نکاح کے  
بارہ میں اختلاف ہے۔ بعض سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شہہ ہجری تھا اور مقام نکاح  
مدینہ طیبہ ہے۔ مگر اکثر روایتیں شہہ ہجری کی مؤید ہیں اور مقام نکاح سرزمین حبشہ  
کو بتاتی ہیں اور یہی صحیح ہے اسلئے کہ حبشہ کی طرف حضرت عمر بن امیہ ضمیری کا پہلا  
سفر حرم شہہ ہجری میں بسلسلہ دعوت اسلام ہوا ہے۔ اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے تفصیلی حالات نامہ میں ام حبیبہ کے نکاح کا قطعاً کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اور قبول اسلام  
کی اطلاع اور الانامہ کا جواب لیکر جب وہ واپس آئے ہیں تب ہی اس معاملہ کے  
متعلق کسی قسم کا کوئی تذکرہ ثابت نہیں ہے۔

البتہ سیرۃ حلبیہ۔ روض الآناف۔ سیرۃ النبی۔ طبقات ابن سعد میں جب دوبارہ  
حضرت عمر بن امیہ ضمیری کی روانگی حبشہ کا ذکر آتا ہے اور صحیحہ کے نام دوسرے نامے باک  
کے بھیجے کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہی بیان کی گئی کہ ہاجرین حبشہ کی واپسی اور  
اور ام حبیبہ کے نکاح کیلئے یہ سفارت بھیجی گئی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سفارت شہہ

کے وسط یا آخر میں پہنچی گئی ہے۔ اور جب غزوة خیبر میں مسلمانوں کو فتح ہو گئی ہے۔ تب متصل ہی ہاجرین حبشہ کا قافلہ مدینہ پہنچا ہے۔ احادیث میں مذکور ہے کہ اپنے ارشاد فرمایا کہ میں اندازہ نہیں کر سکتا کہ فتح خیبر سے مجھکو زیادہ خوشی ہوئی یا ہاجرین کی واپسی سے اور قریب قریب یہی زمانہ حضرت ام حبیبہ کے مدینہ پہنچنے کا ہے۔ بظاہر یہ مغالطہ کہ حضرت ام حبیبہ کا نکاح سلسلہ ہجری میں ہوا یہاں سے پیدا ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیحہ کے نام دوبارہ جو والا نامہ ہیجا ہے اس کی غرض کی تعیین میں اصحاب سیر سے کچھ سہل انکاری ہو گئی ہے۔

بعض روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پہلا خط دعوتِ اسلام کے سلسلے میں ہیجا گیا اور ساتھ ہی ام حبیبہ کے نکاح کے متعلق بھی قاصد کو پیغام دیا گیا۔ اور دوسرا خط صرف ہاجرین کی واپسی کے سلسلہ میں ہیجا گیا۔ اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلا خط دعوتِ اسلام کی غرض سے گیا اور تحریری یا زبانی اسوقت نکاح کا معاملہ قطعاً درپیش نہ تھا۔

البتہ دوسری سفارت کے وقت دونوں اغراض پیش نظر تھیں۔ ہاجرین کی واپسی بھی اور نکاح ام حبیبہ بھی۔ ابن سعد کی روایت صراحت کرتی ہے کہ ام حبیبہ کے نکاح اور ہاجرین کی واپسی دونوں کا مطالبہ دوسرے والا نامہ سے متعلق ہے اور یہی صحیح ہے طبقات میں ہے۔

فکان اول رسول بعثہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن امیہ  
الضمی الی الجحاشی وکتب الیہ  
پس پہلا قاصد جو دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہیجا وہ حضرت  
عمر بن امیہ ضمیری ہیں جو نجاشی کے پاس قاصد

کتابین یدعوہ فی احدہما  
 لی الاسلام الخ۔ فی کتاب الآخر  
 یا مرقان یزوجہ ام حبیبۃ بنت  
 ابی سفیان بن حرب وکانت قد  
 ہاجرۃ الی ارض الحبشہ مع زوجہا  
 عبد اللہ بن جحش الاسدی  
 فتصر هناك ومات وامرۃ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فی کتاب ان یبعث الیہ عن  
 قبلہ من اصحابہ وعلمہم ففعل  
 فزوجہ ام حبیبۃ بنت ابی  
 سفیان بن حرب وصدق عنہ  
 اربعاً مائۃ دینار واصرر جہاذا المسلمین  
 وما یصلحہم وحملہم فی سفینتین مع  
 عمر بن امیۃ الضمری الخ

بنکر گئے۔ آپ نے نجاشی کے نام دو نامے  
 یکے بعد دیگرے بھیجے ہیں۔ پہلے فرمان میں  
 اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور دوسرے میں  
 ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب سے نکاح  
 کی نسبت ذکر تھا یہ ام حبیبہ اپنے شوہر عبد اللہ بن  
 جحش کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئیں تھیں مگر وہاں  
 جا کر عبد اللہ العیاذ باللہ نصرانی ہو گیا اور اسی  
 حالت میں مر گیا اور اپنے فرمان میں یہ بھی لکھا تھا  
 کہ اب مسلمان ہاجرین کو مدینہ بھیج دو نجاشی نے  
 دونوں احکام کی تعمیل کی ام حبیبہ کا نکاح کر کے  
 آپ کی طرف سے خودی چار سو دینار مہر ادا کر دیا  
 اور ہاجرین اور حضرت عمر بن امیہ ضمیری کو دو  
 کشتیوں پر مع سامان اور ضروریات، کے سوار  
 کرا دیا۔

نیز اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ام حبیبہ کا نکاح حبشہ میں ہی ہوا ہے اور  
 خود نجاشی نے پڑھ لیا اور اپنے پاس سے مہر کی ادائیگی کی۔

مغالطہ کی دوسری وجہ حضرت عمر بن العاص کا واقعہ ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ غزوہ  
 خندق راحزاب کے بعد جو کہ شہ ہجری میں واقع ہوا۔ اہل مکہ کے حوصلہ بہت زیادہ پست

ہو گئے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے جو کہ نہایت مدبر اور دور اندیش حضرات میں سے تھے اس حالت کو بہانہ لیا اور اپنے اجاب سے تذکرہ کیا کہ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حبشہ چلے جائیں اور مکہ کی سکونت فی الحال ترک کر دیں۔ اگر یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جیتا تب ہمکو حبشہ میں امن مل سکتا ہے اور اگر قوم کو فتح ہوئی تب ہم ہر طرح بے خوف و خطر ہیں۔

مشورہ کے کچھ عرصہ کے بعد ان سب نے تیاری شروع کی اور نجاشی کے لئے عمدہ چمڑے بطور تحفہ فراہم کئے اسلئے کہ نجاشی اس تحفہ کو بید پسند کرتا تھا۔ یہ قافلہ مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف چل دیا۔ اور مسافت بعیدہ طے کر کے منزل مقصود تک پہنچا۔ حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ جب میں نجاشی کے دربار میں پہنچا تو میں نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو دربار سے نکلتے ہوئے دیکھا مجھکو جستجو ہوئی کہ یہ شخص نجاشی کے ہاں کس لئے آیا اور یہاں کس غرض سے مقیم ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرستادہ ہے اور نہاجین کے متعلق کچھ گفتگو کرنے آیا ہے۔

انہوں نے اپنے ہمراہیوں سے ذکر کیا کہ میرا نجاشی کے دربار میں اچھا سوخ ہو۔ جو مخالف ہم لیکر آئے تھے وہ بھی نجاشی کو بید پسند آئے اور اس کی نگاہ میں ہماری کافی وقعت ہو گئی ہے۔ اب موقع ہے کہ کم از کم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفیر کو نجاشی سے حاصل کر کے قتل کر دیں۔ تاکہ سفارت کے قتل سے اس نبی کی توہین ہو۔ اور ہم کسی قدر اپنے دل کو تسلی دے سکیں۔ میرے رفقاء نے میری اس بات کو بید پسند کیا۔ میں دوبارہ جب دربار میں حاضر ہوا تو ہجمہ کو خوش دیکھ کر میں نے عرض کیا



”حضور والا۔ یہ شخص (عمر بن امیہ ضمری) ہمارا سخت دشمن ہے اور ہم اس کے آقا کے ہاتھوں بہت دکھ اٹھا چکے ہیں کیا اچھا ہو کہ حضور والا اس کو ہمارے حوالہ کر دیں اور ہم اس کو قتل کر کے دل کو خوش کریں“

نجاشی یہ سن کر بہت برا فروختہ ہوا جس سے مجھ کو اپنی جان کا خوف ہونے لگا۔ جب اس کا غصہ کچھ کم ہوا تو مجھ سے کہنے لگا۔

”بھئیے سخت تعجب ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے چچا زاد بھائی ہیں باوجود اس کے کہ جب تک ان کا صحیح حال تم سے پوشیدہ ہے۔ بخدا وہ خدا کے پیچھے پیغمبر اور رسول“  
 ہیں۔ ان کی مخالفت تنگدستی راست نہ آئیگی۔ میں نے عرض کیا حضور والا بھی ایسا کہتے ہیں؟ نجاشی نے کہا بیشک خدا کی قسم جو کچھ میں کہتا ہوں، بالکل صحیح ہے تم میرا کہنا مانو“

میرے دل پر اس بات کا بے حد اثر ہوا۔ اور میں اسی وقت قبول اسلام پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن اپنے رفقاء سے اس بات کا قطعاً ذکر نہ کیا۔

عمر بن العاصؓ اسکے بعد مدینہ پہنچے اور مشرف باسلام ہو گئے۔ لیکن صحیح اور محقق روایت یہ ہے کہ انکا ارادہ بیشک یہی تھا کہ فوراً حاضر خدمت ہوں مگر بعض مصالح کی بنا پر انہوں نے تاخیر کی اور فتح مکہ سے چھ ماہ قبل حضرت خالد بن ولید کے ساتھ شروع شدہ ہجری میں حاضر دربار رسالت ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔

غرض اس طویل تحریر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر بن العاصؓ کا غرور و خندق کے معاملہ سے ”جو کہ آخر شہنہ ہجری میں پیش آیا“ متاثر ہو کر اور کافی غور و خوض کے بعد اپنے رفقاء کے ساتھ حبشہ جایگی تجویز پیش کرنا۔ اور اس کے بعد طویل سفر طے کر کے حبشہ پہنچا اور

وہاں عمرو بن امیہ کی موجودگی اور تحقیق کے بعد مہاجرین کی واپسی کے متعلق ان کی آمد معلوم ہونا۔ اور اسی سفر میں حضرت ام حبیبہ کے نکاح کا معاملہ معلوم ہونا۔ ایسے امور ہیں کہ بعض راویوں کو یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ یہ نکاح سنہ ہجری میں ہوا ہے۔ حالانکہ واقعات سے آپ معلوم کر چکے ہیں کہ عمرو بن امیہ کی پہلی سفارت بھی محرم سنہ ہجری میں حبشہ پہنچی ہے جو صرف دعوتِ اسلام ہی کی غرض سے بھیجی گئی تھی تو ایسی حالت میں سنہ ہجری میں عمرو بن امیہ کا حضرت ام حبیبہ کے نکاح کے متعلق دربارِ نجاشی میں موجود ہونا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اور حضرت عمرو بن العاص کے واقعہ میں راویوں نے بیان تاریخ میں سہل انکاری سے کام لیا ہے جو تحقیق کے یقیناً خلاف ہے۔

غرض جب اس نکاح کی اطلاع حضرت ام حبیبہ کے والد ابوسفیان کو مکہ میں محنی جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے، یا تو ان کو اس سے کوئی ناگواری نہ پیدا ہوئی بلکہ واقعہ کو سنکر ابوسفیان نے یہ عربی مثل بیان کی۔

ذٰلک الفحل لا یقدح الفہ۔ یہ ایسا نہ ہے کہ جس کی ناک پر نیزہ مار کر اسکو ہٹایا نہیں جاتا۔

اہل عرب کا یہ دستور ہے کہ جب عمدہ نسل کی اونٹنی کھینا کوئی بد نسل اونٹ جفتی کرنا چاہتا ہے تو مالک اس کی ناک پر نیزہ مار کر اس کو ہٹا دیتا ہے۔

اسلئے یہ مثل ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ یہ شخص شریف النسب ہے اس کے ساتھ رشتہ و قرابت باعثِ عروت ہے نہ کہ باعثِ ذلت و رسوائی۔

ایک اشکال اور اسکا حل۔

ہن سعد نے طبقات میں، طبری نے اپنی تاریخ میں اور ابن سید الناس نے عیون الاثر میں، اور ان کے اتباع میں بعض دیگر اصحاب سیر نے جس جگہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ان سفارتوں کا تذکرہ کیا ہے جو سنہ و سٹھ ہجری میں دعوتِ اسلام کی غرض سے مختلف بادشاہوں کے پاس بھیجی گئیں تو اس میں نجاشی کے پاس سفارت بھیجنے کے سلسلہ میں دو ناہائے مبارک کا ذکر آتا ہے۔ ایک دعوتِ اسلام کی غرض سے اور دوسرا ہاجرین کی واپسی اور حضرت ام حبیبہ کے نکاح کے متعلق۔ اور ان دونوں خطوط کا تعلق ایک ہی بادشاہ سے بیان کیا ہے اور ان اصحابِ سیر میں سے کسی ایک نے بھی یہ تذکرہ نہیں کیا کہ اصحہ نجاشی کے علاوہ کسی اور نجاشی کے نام بھی آپ نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں کوئی نامہ مبارک روانہ کیا ہے۔

مگر مسلم میں حضرت انس سے ایک روایت ہے

عن انس ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی کسی والی قیصر  
 والی النجاشی والی کل جبار  
 یدعوہم الی اللہ ولیس بالنجاشی  
 الذی صلی علیہ النبی صلی  
 اللہ علیہ وسلم۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ فارس۔ قیصر روم  
 اور نجاشی حبشہ اور ہر ایک صاحبِ سطوت و حکومت  
 کے پاس دعوتِ اسلام کیلئے ناہائے مبارک  
 روانہ فرمائے۔ لیکن یہ نجاشی وہ نہیں ہے جس کے  
 جنازہ پر بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز پڑھا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یہ نظام معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ اسلام کا معاملہ حبشہ کو بادشاہوں سے متعلق ہے ایک وہ نجاشی ہے جس کے جنازہ کی نماز آپ نے غائبانہ مدینہ منورہ میں پڑھی۔ اور دوسرا نجاشی وہ ہے جس کے پاس آپ نے دعوتِ اسلام کے لئے نامہ مبارک بھیجا اور عمر بن امیہ ضمری اس کی سفارت کے لئے بھیجے گئے۔

اسی رویت کی بنا پر حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن قیم اور زرقانی شایح موآہب جیسے محدثین نے یہ تصریح کر دی کہ صحیحہ بخاشی حبشہ کے پاس دعوتِ اسلام کے لئے کوئی نامہ مبارک نہیں بھیجا گیا اور آخر سنہ ہجری اور اوائل سنہ ہجری میں جو چھپنا ہوا مبارک سلاطین کے نام بھیجے گئے ہیں اس میں اس بخاشی کے پاس دعوت نامہ گیا ہے جو صحیحہ کے علاوہ دوسرا بخاشی تھا نہ اس کا نام معلوم ہے اور نہ اس کے قبول و عدم قبولِ اسلام کا کوئی حال معلوم۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔

وفي حديث النس الذي اشترت  
ليده عند مسلم ان البخاشي  
الذي بعث اليه مع هؤلاء  
غير البخاشي الذي اسلم  
رح الخ الباري جلد ۸ صفحہ ۹۶ و ۹۷

حدیث انس میں کہ جس کا ذکر میں بخوالہ مسلم کر چکا ہوں یہ ہے کہ وہ بخاشی جس کے پاس مذکورہ بادشاہوں کے ساتھ دعوتِ اسلام کے لئے نامہ مبارک بھیجا گیا ہے اس کے علاوہ ہے جو مسلمان ہو گیا تھا (یعنی صحیحہ کے علاوہ ہے)

اور حافظ ابن قیم زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں۔

لما رجع من الحديبية كتب الى  
ملوك الارض وارسل اليهم رسلا  
فكتب الى ملك الروم فقيل له  
انهم لا يقرون كتابا الا اذا  
كان محتوما فاتخذ خاتما من فضة  
ونقش عليه ثلاثة اسطر محمد

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس تشریف لے آئے تو بادشاہوں کے نام اسلام کے دعوت نامے بھیجے اور اپنے سفرا کو ان کو پاس روانہ فرمایا لیکن آپ کے اس ارادہ کے وقت بعض صحابہ نے عرض کیا کہ بادشاہوں کا یہ دستور ہے کہ وہ غیر مہر شدہ خط نہیں پڑھتے اور نہ قبول کرتے ہیں۔ آپ نے چاندی کی

ایک انگشتری بنوائی اور اس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ نقش کلوایا اس طرح کہ محمد ایک سطر میں رسول دوسری سطر میں اور اللہ تیسری سطر میں (رسول اللہ) اور اس ہر گو خطوط پر ثبت فرمایا اور چھ سیر تک وقت محرم سنہ ہجری میں روانہ فرماتے۔ عمر بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا نجاشی کا نام احمد بن ابجر ہے۔ احمد کے معنی د عطیہ کے ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی تعظیم کی اور بالآخر مسلمان ہو گیا۔ اور صدق دل سے کلمہ پڑھ لیا۔ انجیل کا بہت بڑا عالم تھا جب اس کا حبشہ میں انتقال ہوا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی ہے۔ یہ ایک جماعت کا کہ جمعیں واقعی وغیرہ ہیں خیال ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے اسلئے کہ جبہ اپنے نماز پڑھی ہے وہ یہ نجاشی نہیں ہے جس کے پاس والا نامہ بیجا ہے بلکہ دوسرا ہے جس کے بقول عدم قبول اسلام کا کچھ حال معلوم نہیں ہے اور پہلا نجاشی احمد مسلمان ہو گیا اور مسلم نے اپنی صحیح روایت قتادہ حضرت انس سے روایت کی:

سطر، رسول سطر، اللہ سطر، و نحتہم بہ الکتب الی الملوک و بعثتہ نفر فی یوم واحد فی الحرم سنۃ سبع فاولہم عمر بن امیہ الضمری بعثہ الی النجاشی و اسمہ صحمة بن الجبر و تفسیر صحمة "عطیہ" فاعظم کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم اسلم و شہد شہادۃ الحق و کان من اعلم الناس بالانجیل و صلی علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم مات بالمدینۃ و هو بالحبشۃ ہکذا قال جماعۃ منہم الواقدی وغیرہ و لیس كما قال هؤلاء فان صحمة النجاشی الذی صلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس هو الذی کتب الیہ و هو الثانی لا یعرف اسلامہ بخلاف الاول فانہ مات مسلماً و قد روی مسلم فی

صیحیحہ من حدیث قتادہ عن انس  
 قال کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم لی کسری (الحدیث)  
 وقال محمد بن حزم ان هذا النجاشی  
 الذی بعث الیہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم عمرو بن امیة الضمری لم  
 یسلم. والاول هو اختیار ابن سعد  
 وغیره والظاهر قول ابن حزم۔

وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسری کے  
 نام لکھا الخ اور محمد بن حزم کہتے ہیں کہ جس نجاشی  
 کے پاس حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو اپنے بیجا ہے  
 وہ مسلمان نہیں ہو؛ بہر حال پہلے قول کو ابن سعد  
 وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ اور بظاہر ابن حزم کا  
 قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ (زاد المعاد)

زاد المعاد ص ۳۱۰۳

محدثین کی اس تصریح کے بعد ابن سعد کی روایت اور ان کے بیانات میں اجمال  
 و تفصیل کا فرق نہیں رہتا۔ بلکہ اختلاف قائم ہو جاتا ہے۔ ابن سعد وغیرہ کی روایت صراحت  
 کرتی ہے کہ جن چھ بادشاہوں کو ستہ ہجری میں ناہائے مبارک روانہ کئے گئے ہیں۔ انہیں  
 اس نجاشی کے نام حضرت عمرو بن امیہ ضمری نامہ مبارک لیکر گئے ہیں جس کا نام اصمہ ہے  
 اور جس کے جنازہ کی غائبانہ نماز اپنے پڑھی ہے۔ اور زرقانی وغیرہ محدثین، مسلم کی حدیث  
 انس کی توضیح میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس نجاشی (اصمہ) کے نام کوئی نامہ مبارک نہیں  
 بھیجا گیا جو مسلمان تھا اور جسکی غائبانہ نماز ہوئی اور جس کے پاس نامہ مبارک بھیجا گیا اس کے  
 مسلمان ہونے نہ ہونے کا کوئی حال معلوم نہیں ہوا اور نہ اس نجاشی کا نام معلوم ہو سکا  
 یا یہ کہ وہ مسلمان نہیں ہوا جیسا کہ ابن حزم نے تصریح کی ہے۔

ایسی حالت میں ہمارے لئے یہ آسان تھا کہ ہم صحیح مسلم کی حدیث انس کے ظاہر

الفاظ کے اعتبار پر محدثین کرام کی تصریح و توضیح کو قبول کر لیتے اور ابن سعد اور ان کے اتباع کی روایت کو وہم یا اختلافی مضمون پر محمول کر لیتے مگر ناقدانہ نظر و فکر و روایت و درایت دونوں اعتبار سے اس کی موافقت نہیں کرتے۔

اسلئے کہ بخاری باب الجنائز میں جب صلوة علی الغائب کے تحت میں صحمہ نجاشی کی نماز سے متعلق روایت کی گئی ہے تو شارحین بخاری حافظ ابن حجر۔ شیخ بدرالدین عینی۔ قطلانی وغیرہ اس کی شرح میں زمانہ وفات نجاشی کے اختلاف کو نقل کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ نجاشی کی وفات ۳۸ھ ہجری یا ۳۹ھ ہجری میں ہوئی ہے۔ ان دونوں کے علاوہ اور کسی سنہ کا ذکر نہیں آتا۔

نیز اس بات پر تمام محدثین و اصحاب سیر کا اتفاق ہے کہ حضرت ام حبیبہ کے نکاح کا معاملہ اور ہاجرین کی واپسی کا مطالبہ نجاشی کے ساتھ پیش آیا ہے جو مسلمان ہو چکا تھا اور جبکانام کتب حدیث و سیر میں (صحمہ) مذکور ہے۔ اور یہ دونوں واقعات باختلاف روایات سنہ ۳۸ھ یا سنہ ۳۹ھ ہجری سے متعلق ہیں یا سابق تحقیق کے مطابق او اور سنہ ۳۹ھ ہجری میں پیش آئے۔ اور یہ بھی محقق ہے کہ ہجرت حبشہ کے تمام واقعات کا سلسلہ یہی اسی نجاشی کے ساتھ وابستہ ہے جو مسلم ہے اور جبکانام (صحمہ) ہے تو اب قدرتی طور پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب او اہل نبوت کے وقت سے سنہ ۳۸ھ یا سنہ ۳۹ھ ہجری تک حبشہ کی حکومت (صحمہ) کے زیر نگیں رہی اور درمیانی حصہ میں اس کے اور مسلمانوں کے درمیان مسلسل مختلف واقعات و معاملات میں ربط و ضبط موجود ہے تو عمر ۳۸ھ ہجری میں جس نجاشی حبشہ کے پاس دعوتی خط روانہ کیا گیا ہے اور جس کی سفارت کا شرف عمرو بن اسمہ ضمری کو حاصل ہوا۔ وہ صحمہ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے ؟

ہو سکتا تھا کہ یہ کہہ دیا جاتا کہ حبشہ کی حکومت پر و بادشاہ مستقل حکومت کرتے تھے اور دونوں کا لقب بخاشی تھا پس ایک بخاشی یعنی رحیمہ (نامہائے مبارک بیچنے سے قبل ہی مشرف باسلام ہو چکا تھا اور دوسرے کے پاس آئے یا نامہ مبارک ہیجا۔ لیکن یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے نہ تاریخ اس کی سوید ہے اور نہ کسی روایت سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ لہذا محض وہی تخمینہ سے اس قدر ہم معاملہ کا فیصلہ برگز نہیں کیا جاسکتا۔

پھر طرفہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نامہ مبارک بخاشی کے نام حضرت عمر بن امیہ ضمری کی معرفت گیا ہے۔ اس کے الفاظ میں بعض روایات میں الی البخاشی کے بعد (الاصح) کا لفظ موجود ہے۔

اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں جب حدیث مسلم کے ظاہر الفاظ کی تائید میں اس خط کے صحیحہ کے نام ہونے سے انکار کر دیا تو اس روایت کی طرف ہی توجہ فرمائی اور یہ تنبیہ کی کہ بعض روایات میں بخاشی کے بعد جو لفظ (اصح) کا اضافہ ہے وہ راوی کا دم ہے اور اس کی طرف سے مدح ہے۔

اگر ہم اس کو تسلیم بھی کر لیں کہ یہ لفظ راوی کی طرف سے اضافہ ہے۔ تب بھی مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نامہ مبارک (اصح) کے علاوہ کسی اور بخاشی کے نام ہے۔ شیخ بدرالدین عینی بخاری کتاب الجنائز کی اس حدیث کی شرح میں جو وفات صحیحہ سے متعلق ہے نام کی تحقیق فرماتے ہوئے اس اشکال کی طرف متوجہ ہوئے ہیں: "تحریر فرماتے ہیں

فان قلت وقع في صحيح مسلم كتب  
 اگر تم یہ سوال کرو کہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی البخاشی



وہو غیر النجاشی الذی صلی علیہ  
قلت قیل کان، وہم من بعض الرواة  
وانہ عبر بعض ملوک الحبشة عن  
الملك الکبیر او یجمل انہ لما توفی  
قام مقامہ اخر فکتب الیہ  
اسلام کے لئے نامہ مبارک بھیجا تھا مگر یہ وہ نجاشی  
نہیں ہے کہ جس کے جنازہ کی غائبانہ نماز نبی اکرم صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی۔ تو میں اس کا جواب یہ دینا چاہتا  
کہ راویوں میں سے کسی راوی کا دم ہے اور اس نے  
ملک حبشہ کہہ کر کسی چوٹے حاکم حبشہ کو مراد لیا ہے یا اس  
روایت کو اس پر محمول کر لیا جائے کہ جب صحابہؓ نجاشی کا  
انتقال ہو گیا اور اس کا قائم مقام نجاشی ہوا ہے اس کے نام  
نامہ مبارک بھیجا گیا۔

شیخ بدرالدین حافظ حدیث ہیں فزون حدیث کے ماہر اور اس کے صحت و سقم پر  
فیصلہ کر دینے کا حق رکھتے ہیں وہ اگر راوی کا وہم فرمائیں تو ہم ہم مجال انکار نہیں لیکن اس کے  
باوجود ہماری یہ سہمی کہ وہم راوی ہی ثابت نہو اور تمام روایات باحد وجوہ آپس میں مطابقت  
ہو جائیں غالباً کچھ بھی اور نامناسب نہیں ہے اسلئے تو بڑی دیر کیلئے ہم اس توجیہ پر کلام کرتے  
ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ شیخ کا یہ فرمانا کہ۔

راوی صحابہ کے علاوہ جس نجاشی کا ذکر کر رہا ہے وہ حبشہ کا مشہور بادشاہ نہیں ہے بلکہ  
کلام حبشہ میں سے کوئی حاکم مراد ہے؛ اسلئے دلچسپ نہیں معلوم ہوتا کہ نامہ مبارک کی تمام  
روایات میں نجاشی کا لفظ صراحتاً موجود ہے اور یہ واضح ہے کہ ”نجاشی“ شاہ حبشہ کے علاوہ  
کسی نائب یا حاکم کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ اور جس طرح قیصر روم، کسریٰ فارس، خاقان  
چین، ان مالک کے مطلق العنان بادشاہوں کے سوا کسی گورنر کے لئے بھی نہیں کہا جاتا  
اسی طرح نجاشی حبشہ بھی صرف شاہ حبشہ کے ہی لئے مخصوص تھا اسی طرح بیک وقت د

بخاشی ہی تاریخی حیثیت سے کسی طرح تسلیم نہیں کئے جاسکتے۔

نیز یہ فرمانہ کہ صحیحہ بخاشی کے انتقال کے بعد دوسرے قائم مقام بخاشی کے پاس دعوت نامہ بھیجا گیا راوی اس کا تذکرہ کر رہا ہے تو یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اس نامہ مبارک کی روانگی کا زمانہ سنہ یا سنہ ہجری نہ تسلیم کیا جائے بلکہ اس کے بعد کوئی سن تسلیم کیا جائے۔ تاکہ اعتراضات سابقہ نہ وارد ہوں یہی وجہ ہے کہ شیخ نے ان نوعیات کو نقل فرمانے سے قبل لفظ "قیل"، استعمال فرمایا ہے جو عموماً ایسے ہی مواقع میں استعمال ہوتا ہے جہاں قوت استدلال کمزور ہو۔

اب ان تمام نقول وحوالجات اور بحث و نظر کے بعد ہم کو ایک مرتبہ مختصر الفاظ میں اس تمام طویل داستان اشکال کو سمجھ لینا چاہئے تاکہ اس کے حل کرنے میں آسانی ہو اور روایات مختلفہ آپس میں مطابق ہو سکیں۔

(۱) ابن سعد اور اس کے اتباع صحاب سیر ایک ہی بخاشی حبشہ کے پاس دعوت اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک کا بھیجا جانا روایت کرتے ہیں اس کا نام "صحیحہ" ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے اسے لکھا اور اسے ہاجرین اور ام حبیبہ کے نکاح کا معاملہ اسی سے متعلق پورا ویرہی مسلمان ہوا ہے اور اسی کے جنازہ کی غائبانہ نماز اپنے مدینہ منورہ میں پڑھی ہے۔

(۲) صحیح مسلم کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو بخاشی "صحیحہ" مسلمان ہوا ہے اور جس کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی گئی ہے وہ اس بخاشی کے علاوہ ہے جس کے پاس دعوت اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک بھیجا گیا۔

(۳) حافظ ابن حجر، حافظ ابن قیم، زرقاتی، اوٹان کے اتباع حدیث مذکورہ کی توضیح و تائید

میں صراحت کرتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سنہ و سنہ ہجری میں جن چھ بادشاہوں کے نام پیغامِ اسلام کے خطوط بھیجے گئے ہیں اسی میں اس نجاشی کے پاس ہی نامہ مبارک گیا ہے جو صحیحہ کے علاوہ ہے حتیٰ کہ زرقانی شرح مواہب میں، مستدرک حاکم، مواہب اور دیگر حدیث و سیر کی اس روایت میں کہ جس میں نامہ مبارک کے لفظ نجاشی کے بعد ”صحیح“ کا لفظ ہے۔ راوی کا وہم بتاتے ہیں اور متنبہ کرتے ہیں کہ یہ قطعاً غلط ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اسرار کرتے ہیں کہ سنہ یا سنہ ہجری تک تختِ حبشہ پر اصمہ ہی سر پر آئے سلطنت تھا۔

۴۷، اگر ابن سعد کی روایت صحیح ہو کہ صحیح مسلم اور محدثین کی روایات اور ان کی تشریحات کس طرح درست ہو سکتی ہیں۔

۵۵، اگر صحیح مسلم کی اس حدیث کے ظاہر الفاظ کی وہی تعبیر ہے جو حافظ ابن حجر وغیرہ محدثین نے کی ہے تو یہ کسی طرح درست نہیں ہے اس لئے کہ سنہ و سنہ ہجری میں اصمہ زندہ ہے اور سر پر آئے حکومتِ حبشہ ہے نیز تاریخ و سیر کی کوئی روایت نہیں بتاتی کہ حبشہ میں بیک وقت دو نجاشی مختلف حصص ملک میں سر پر آئے سلطنت ہیں (۶) اگر سنہ و سنہ ہجری کے خطوط کا تعلق اصمہ نجاشی کے ساتھ ہے تو پھر حدیث مسلم کا مصداق کس نجاشی کو تسلیم کیا جائے اور اس حدیث کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

دواۓ علم بھتیقتہ الحال، روایات کی ان پیچیدگیوں کے حل کرنے کے لئے ہر کوئی چند لچات ایک دوسری روایت کی نذر کرنے چاہئیں تاکہ معاملہ صاف ہو کر بات دفع اور مدلل ہو جائے۔ بیہقی نے ابن ابی نعیم کی روایت سے بیان کیا ہے کہ سنہ یا سنہ ہجری میں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی حبشہ کے نام دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک بھیجا۔

ابن اسحق نے اس نامہ مبارک کے مضمون کو تو بیان کیا ہے لیکن یہ ظاہر نہیں کیا کہ اس سفارت کا شرف کس صحابی کے حصہ میں آیا اور اس نجاشی کا نام کیا ہے۔

اب اشکال کے تمام اجزاء سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ کیجئے اور آسانی اس گتھی کو سلجھائے ابن سعد اور انکی پیڑی میں جن صحاب سیر نے نجاشی کے نام دعوت نامہ کا ذکر کیا ہے حقیقت میں وہ مجمل اور مختصر تذکرہ ہے یعنی اس روایات میں صرف انہی پیغامات کا ذکر ہے جو سنہ یا سنہ ہجری میں چھ بادشاہوں کے نام بیک وقت روانہ ہوئے ہیں۔ اس کے بعد سنہ دس سنہ اور سنہ ہجری میں اسی طرح جو دوسرے پیغامات دربار رسالت سے امرار و سلاطین کے نام روانہ ہوئے ہیں انکا تذکرہ نہیں ہے اور جس طرح ان کا ذکر موجود نہیں اسی طرح ان روایات میں انکا بھی ثابت نہیں ہے۔ گویا بعد کے اس قسم کے واقعات کے بارہ میں یہ تمام روایات خاموش ہیں۔ اور اس خاموشی کا سبب یا رواۃ کے وہم و غلط فہمی پر مبنی ہے اور یا اس سلسلہ کی کڑی نہ سمجھ کر ان سے قصداً پہلو ہتی برتی گئی ہے۔

رہا صحیح مسلم کی حدیث کا معاملہ سو ہم کو کوئی حاجت نہیں کہ ہم اس کے بعض راویوں پر وہم کا الزام لگائیں یا تاریخ و سیرت سے ثبوت حاصل کئے بغیر بلا دلیل بیک وقت دو نجاشی یا ایک بڑا نجاشی اور دوسرا کوئی اس کا نائب و حاکم تسلیم کر کے اس حدیث کی توجیہ کریں بلکہ ہم کو اقرار کرنا چاہئے کہ راوی نے جو روایت کی ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نجاشی کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ اس مشہور نجاشی کے علاوہ ہے جس کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی گئی، اور جب کا سلام مسلم دنیا میں آفتاب کی طرح روشن ہے بلکہ یہ نجاشی "اصحہ" نجاشی کی قلت کے بعد

اس حدیث کی حکومت پر تمکن ہو اور جیسا کہ بیہقی کی روایت سے ثابت ہوتا ہے سنہ یا سنہ ہجری میں اس کے پاس بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک بھیجا ہے اور چونکہ اس کا نام اور اس کے قبول و عدم قبولِ اسلام کا حال کسی طرح معلوم نہ ہو سکا اسلئے راوی نے یہ دیکھ کر کہ نجاشی کے نام سے کہیں مغالطہ نہ پیدا ہو جائے اور اس کو کہیں صحیحہ نہ سمجھ لیا جائے اس کو دور کر نیکے لئے اس نجاشی کا ان الفاظ کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔

اسلئے ہمارا یہ کہنا کچھ بیاجزأت نہیں ہے کہ ان الفاظ سے یہ سمجھ لینا کہ مسلم کی یہ حدیث ”صحیحہ“ کے پاس نامہ مبارک بھیجنے کا انکار کرتی اور دوسرے نجاشی کے حق میں اثبات کرتی ہے صحیح نہیں ہے اور چونکہ حدیث میں نجاشی حدیث کے ذکر کے ساتھ ساتھ قیصر و کسریٰ کا بھی تذکرہ ہے اور ان دونوں کے نام پیغامات کی روانگی کا زمانہ وہی سنہ یا سنہ ہجری ہے اسلئے یہ التباس پیدا ہو گیا ہے کہ حدیث میں انہی بادشاہوں کے خطوط کا تذکرہ ہے جن کے پاس بیک وقت قاصد روانہ کئے گئے تھے۔

حالانکہ اسی حدیث میں والی کل جبارید عوہم الی اللہ کے الفاظ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث میں صرف دعوتِ بیحیہ کا تذکرہ ہے۔ خواہ مختلف اوقات میں دعوتیں بھیجی گئی ہوں سوائے کہ یہ باتفاقِ مسلم ہے کہ سنہ یا سنہ ہجری میں صرف چھ بادشاہوں کے نام پیغامات روانہ کئے گئے ہیں اور اسکے بعد سنہ ۵۶ اور سنہ ہجری میں بھی بعض امراء و سلاطین کے نام اس قسم کے دعوت نامے بھیجے گئے ہیں مثلاً سعید بن جندب کے نام سنہ ہجری میں دعوت نامہ بھیجا گیا ہے۔ غرض اس جگہ راوی کا مقصد صحیحہ کے علاوہ ایک اور نجاشی کے نام بھی دعوت نامہ

جانے کو ظاہر کرنا ہے اور ایک سنہ کے مخصوص چھ بادشاہوں کی تعیین کرنا مقصود نہیں ہے اور چونکہ صحیحہ کا واقعہ اس قدر عام تھا کہ اس میں کسی مسلمان کے لئے تشریح و توضیح کی حاجت نہ تھی جیسا کہ واقعات گذشتہ سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے اور دوسرے نجاشی کا واقعہ اس طرح عام طور سے لوگوں کو معلوم نہ تھا بلکہ دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس دوسرے نجاشی کا واقعہ بہت کچھ پوشیدہ رہا حتیٰ کہ اس کے نام اور اس کے قبول و عدم قبول اسلام اور اس کے متعلق سفارت کی تعیین تک پہنچ سکی اسلئے راوی نے اس کو اس طرح بیان کرنا ضروری سمجھا۔ اس طرح بحد اسد ابن سعد کی روایت بھی بحال درست رہتی ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں بھی راوی کے وہم یا دو روز کار توجیہات کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور شیخ بدرالدین رحمہ اللہ کا یہ احتمال یقین کو پہنچ جاتا ہے کہ ”صحیحہ“ کے انتقال کے بعد جو نجاشی اس کا قایم مقام ہوا راوی اس کا تذکرہ کر رہا ہے اور اس کے پاس سنی نہیں بلکہ سنہ، سنہ ہجری میں نامہ مبارک بھیجا گیا اور اس کی توضیح میں بعض محدثین کو جو غلط فہمی پیش آگئی ہے اس کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے۔ لہذا اب ہم اشکال کی طرح اس کے حل کو بھی اس طرح ترتیب دے سکتے ہیں۔

(۱) ابن سعد کی روایت میں صرف ”صحیحہ“ کے پاس ناہائے مبارک بھیجنے کا ذکر ہے مگر دوسرے نجاشی کے پاس بھیجنے یا نہ بھیجنے کا کوئی تذکرہ نہیں اس لئے یہ روایت مجمل ہے مگر بالکل صحیح اور درست ہے۔

(۲) صحیح مسلم کی روایت کی جو تعبیر زرقانی یا حافظ ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمائی ہے اس میں کچھ التباس ہو گیا ہے۔

(۳)۔ صحیح مسلم کی روایت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ راوی ”صحیحہ“ کے علاوہ اس نجاشی کا ذکر کرتا ہے جس کے پاس سئہ یا سئہ ہجری میں دعوت نامہ بھیجا گیا اور جس کا حال عام نظروں سے پوشیدہ رہا اور اس لئے اس لئے نام اور اس کے قبول و عدم قبول اسلام کا یہی پتہ نہ چلا۔

(۴) اس دوسرے نجاشی کے پاس اسلام کے پیغام کے سلسلہ میں سئہ یا سئہ ہجری میں جو نامہ مبارک بھیجا گیا بیہقی نے بروایت ابن اسحاق اس کو روایت کیا ہے۔ جس کا مفصل حال انشاء اللہ سئہ ہجری کے واقعات میں آئے گا۔

### سیرت حلبیہ کی تنقید

سیرت حلبیہ میں بھی اس سئلہ پر کافی بحث کی گئی ہے اصل حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اس کا نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ نجاشی کے مفصل واقعہ کو نقل کرنے کے بعد صاحب سیرت حلبیہ نے حسب ذیل الفاظ میں اپنی تنقید کی ہے۔

وهو صرح في ان هذا المكتوب اليه  
هو الذي هاجر اليه المسلمون  
سنة خمس من النبوة ونعاة النبي  
صلى الله عليه واله وسلم يوماً  
توفي وصلى عليه بالمدينة منصرفاً  
صلى الله عليه واله وسلم من  
بتوك وذلك في السنة التاسعة  
والذي قاله غيره كابن حزم ان  
يه اس کے لئے صریح ہے کہ اس مکتوب کا مکتوب الیہ  
دہی نجاشی ہے جسکی طرف سئہ میں مسلمان ہجرت  
کر کے گئے اور جس کی وفات کی آپنے اطلاع دیکر  
اس کے جنازہ کی مدینہ میں غائبانہ نماز پڑھی جب  
آپ تبوک سے واپس تشریف لائے یہ واقعہ  
سئہ ہجری کا ہے اور اس کے خلاف ابن حزم  
و غیرہ نے جو یہ بات کہی ہے کہ یہ نجاشی جس کے  
پاس نامہ مبارک حضرت عمر بن امیہ لیکر گئے

مسلمان نہیں ہوا اور یہ اس نجاشی کے علاوہ ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز غائبانہ پڑھی اور جو مسلمان تھا اور جس نے صحابہ کے ساتھ حسن معاملہ کیا اور صحیح مسلم میں اسی کے موافقت ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ حضرت انس کی روایت ہے کہ وہ نجاشی جس کے پاس آپ نے نامہ مبارک لکھا اس نجاشی کے علاوہ ہے جس پر آپ نے غائبانہ نماز پڑھی۔ لیکن ابن حزم وغیرہ کے اس مسلک پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں ہی کیا تضاد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نجاشی کے پاس ہی نامہ مبارک بھیجا ہو جس پر آپ نے غائبانہ نماز پڑھی اور اس کے بعد دوسرے نجاشی کے پاس ہی حضرت عمرؓ کی معرفت بھیجا ہو؟ شاید اسی وجہ سے ”نور“ میں یہ کہا گیا کہ یہ کتاب اس مکتوب کے بعد میں ہے جو اصمہ رطل صلح کو لکھا گیا تھا جو مسلمان ہی ہوا اور صحابہ کے ساتھ ہجرت کے زمانہ میں حسن معاملہ برتا۔ لیکن اس میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نامہ مبارک کے جواب میں جو نجاشی کا جواب مذکور ہے اور

هَذَا النجاشي الذي كتب اليه صلى الله عليه وسلم الكتاب وبعث به عمر وبن امية الضمري لم يسلم وانما غير النجاشي الذي صلى عليه النبي صلى الله عليه وسلم الذي آمن به واكرم اصحابه وفي صحيح مسلم ما يوافق ذلك فعنه عن انس رضي الله عنه ان النجاشي الذي كتب اليه ليس بالنجاشي الذي صلى عليه ويروى انه يجوز ان يكون صلى الله عليه وسلم كتب للنجاشي الذي صلى عليه والنجاشي الذي تولى بعدة علي يد عمر وبن امية فلا مخالفة ومن ثم قال في النور والظاهر ان هذه الكتابة متأخرة عن الكتاب وصحة الرجل الصالح الذي آمن به صلى الله عليه وسلم



حضرت عمر کے سامنے یہ شہادت دی کہ یہی وہ  
نبی منتظر ہیں جنکا انتظار اہل کتاب کو تھا یہ بات  
تو اس کا پتہ دیتی ہے کہ یہ مکتوب اسی نجاشی کا نام  
ہے جو رحل صلح تھا اور دوسرے کا جواب معلوم  
نہیں ہوا اور یہ کتب سیرت میں مذکور  
ہے اور ابن حزم کا مقولہ گدڑ چکا وہ کہتے ہیں کہ  
دوسرا مسلمان نہیں ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ ظاہر  
یہی ہے کہ یہ نامہ مبارک دوسرے نجاشی کے نام  
ہے اور اس وقت یہ کہنا پڑے گا کہ راوی سے  
وہم ہوا اور اس نے دونوں کو خلط ملط کر دیا وہ  
سبہا مکتوب الیہ ثانی اور مکتوب الیہ اول دونوں  
ایک ہی ہیں جیسا کہ کتاب "ہدی" میں اشارہ  
پایا جاتا ہے جلد ۳ ص ۲۴ میں کہتا ہوں کہ ان  
تمام مباحث میں صحیح راہ وہی ہے جسکو ہم نے مفصلاً  
عرض کر دیا ہے۔

واکرم اصحابہ ہذا اکرامہ  
وفیہ ان رد الجواب علی النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم فی الكتاب  
المنذ کورودہ علی عمر وبن امیة  
بقول اشہد باللہ انہ النبی الذی  
ینتظرہ اهل الكتاب الی اخرہ  
انما یناسب الاول الذی ہوا الرحل  
الصالح ویكون جواب الثانی لم  
نعلم وقد تقدم عن ابن حزم  
انہ لم یسلم وقال بعضہم انہ  
الظاہر وحينئذ ینکون الراوی  
خلط وھم ان المکتوب الیہ ثانیاً  
ھو المکتوب الیہ اولاً کما اشار  
الیہ فی الرہدی واللہ اعلم۔  
جلد ۳ صفحہ ۲۴

اس تفصیلی تحقیق کے بعد علامہ شبلی نے اس کے متعلق سیرت النبی میں جو ریکارڈ  
کیا ہے وہی نقل کر دینا مناسب ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

نجاشی بادشاہ حبش کو اپنے دعوتِ اسلام کا جو خط بھیجا تھا اس کے جواب میں  
اسنے عرض فرمایا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے پچھے پیغمبر ہیں حضرت

جعفر طیار جو ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے یہیں موجود تھے نجاشی نے ان کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کی۔ ابنِ اسحق نے روایت کی ہے کہ نجاشی نے اپنے بیٹے کو ساٹھ مصاحبوں کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں عرضِ نیاز کے لئے بھیجا۔ لیکن جہازِ سمندر میں ڈوب گیا اور یہ سفارت ہلاک ہو گئی۔

سابقہ تمام واقعات و حالات کے پیش نظر یہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ علامہ شبلی مرحوم جس نجاشی کا واقعہ اس جگہ ذکر فرما رہے ہیں وہ اصمہ بن الجبر ہے اور اسی کالڈ کا "ارہا" ساٹھ مصاحبوں کے ساتھ دربارِ رسالت کی حاضری کے لئے حبشہ سے چلا تھا مگر کشتیاں غرق ہو گئیں اور یہ سفارت کامیاب نہ ہو سکی۔

لیکن علامہ نے ان مذکورہ بالا سطور کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

عام ارباب سیر لکھتے ہیں کہ نجاشی نے شہنشاہ میں دفات پائی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سوتے میں تشریف رکھتے تھے۔ اور یہ خبر سن کر آپ نے

غائبانہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی لیکن یہ غلط ہے۔ صحیح مسلم میں تصریح کی

ہے کہ جس نجاشی کی نماز جنازہ آپ نے پڑھی وہ یہ نہ تھا بلکہ سابق نجاشی تھا،

تو اب علامہ مرحوم کی حدیثِ مسلم کی یہ توجیہ و تفسیر کسی طرح درست نہیں ہو سکتی

اسلئے کہ عام ارباب سیر ہی نہیں بلکہ تمام محدثین و اصحاب سیر اس میں متفق ہیں کہ اصمہ

نجاشی کے جنازہ کی غائبانہ نماز شہنشاہ یا سہنہ بھری میں پڑھی گئی۔ اور جیسا کہ ہماری

مسطورہ بالا تشریح سے واضح ہو چکا ہے صحیح مسلم کی حدیث کی یہ توجیہ کس طرح درست ہو سکتی ہے

جو علامہ مرحوم نے بیان فرمائی ہے۔ نیز یہ نہ صرف ہمارے ہی نزدیک ناقابلِ قبول ہے

بلکہ محدثین و شارحین بخاری و مسلم کے نزدیک بھی مسلم نہیں اسلئے کہ محدثین نے

تصریح کی ہے کہ جس نجاشی کے پاس نامہ مبارک بھیجا گیا ہے اس کا اسلام ثابت نہیں ہے اور نہ اس کا نام معلوم ہے۔ لیکن مولانا شبلی مرحوم ایک طرف محدثین کی تصریح کے خلاف اس کو مسلمان ثابت کرتے ہیں اور دوسرے سے متعلق واقعات کو اس دوسرے نجاشی کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کا انکار فرماتے ہیں کہ اس نجاشی کے جنازہ کی نماز آپ نے نہیں پڑھی بلکہ وہ سابق نجاشی تھا۔

مولانا عبدالرؤف صاحب دانا پوری طیب کلکتہ نے بھی سیرت صحیح اسیر میں اس طرف توجہ فرمائی ہے لیکن صرف اختلاف روایت اور اشکال کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روایات اس قدر پیچیدہ اور مختلف و متضاد ہو گئی ہیں کہ ان کی باہم تطبیق نہایت مشکل ہو گئی اسلئے میں فقط اس اختلاف کو ہی نقل کر کے اس بحث کو ختم کئے دیتا ہوں (نتہی) ان جوابات کی نقل سے یہ مقصد ہے کہ ارباب بصیرت کو یہ معلوم ہو جائے کہ مضمون زیر بحث ہر ایک سیرت نویس کے پیش نظر رہا ہے اور اس نے اس کی دشواریوں کو محسوس ہی کیا ہے۔

رہا یہ امر کہ اصحہ نجاشی کا انتقال کس سنہ میں ہوا سنہ ہجری میں یا سنہ ہجری میں سو اس سے قبل معلوم ہو چکا ہے کہ اس بارہ میں محدثین و اصحاب سیر کے اقوال مختلف ہیں۔ ہر دو جماعتوں کے بعض افراد غزوہ موتہ سنہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور بعض غزوہ تیوک سنہ ہجری کا۔ اسلئے اسکے متعلق کوئی مختصر فیصلہ مشکل ہے البتہ محدثین ارباب سیرت سے اکثر محققین سنہ ہجری کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی بظاہر راجح معلوم ہوتا ہے۔

حافظ زین الدین عراقی نے الفیہ میں اور شیخ عبدالرحیم عراقی نے اس کی شرح

میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

فی التسع غزوة تبوک بعد ان ﷺ صلی علی اصمہ غائباً فسن  
 و فی سنة تسع كانت غزوة تبوک وتعرف بغزوة العسرة  
 وبالفاحشة بينها وبين المدينة خواربع عشرة مرحلتا و بينها و  
 بين دمشق احدى عشرة مرحلتا و فيها صلی علی اصمہ ترخیم صحمة  
 النجاشی ملك الحبشة بعد ما اخبرهم النبی صلی الله علیه وسلم بذلك  
 الصلوة علی الغائب

سنہ ہجری میں غزوہ تبوک پیش آیا اس کا نام غزوہ العسرة اور فاحشہ ہی ہے  
 اور اس کے اور مدینہ کے درمیان چودہ مراحل ہیں اور اس کے اور دمشق کے درمیان  
 گیارہ مراحل ہیں۔ اسی سنہ میں صحیحہ شاہ حبشہ پر بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
 غائبانہ نماز پڑھی اور آپ کی اطلاع پر صحابہ نے بھی اس کی نماز پڑھی۔  
 اصمہ صحیحہ کی ترخیم ہے۔

واخرج اصحاب الصحیحہ قصة صلوة  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہ  
 صلوة الغائب من طرق منہا رواية  
 عطاء عن جابر لما مات النجاشی  
 قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 قد مات الیوم عبد صالح یقال  
 اصمہ فقووا فصولوا علی اصمہ  
 اصحاب صحیح نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے  
 اس کی نماز غائبانہ پڑھنے کا قصہ متعدد طریق سے  
 نقل کیا ہے منجملہ ان کے ایک روایت عطاء کی ہے  
 حضرت جابر سے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو نبی  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج خدا کے نیک  
 بندے اصمہ کا انتقال ہو گیا تم سب کہڑے ہو اور  
 اپنے بہائی اصمہ پر نماز پڑھو پس تمہیں آپ کے

فصفنا خلفاً۔ قال الطبری و  
 پیچھے صف بندی کی۔ طبری اور ایک جماعت کا  
 جماعت کان ذلک فی رجب سنۃ  
 بریعال ہو کہ یہ واقعہ جب سنہ ہجری میں پیش آیا اور ان کے  
 تسع وقال غیرہ کان قبل الفتح  
 پر عکس اور سری جماعت کا یہ گمان ہو کہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے ہو

## دوسرا پیغام قیصر روم کے نام

روم

الم۔ غلبت الروم فی ادنی الارض (روم) الم۔ رومی معلوم ہو گئے۔ زمین قریب میں۔  
 بنی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مشرق و مغرب کی دو حکومتیں جس  
 طرح اپنی سطوت و جبروت، طاقت و حکومت، میں نہایت پر شوکت سمجھی جاتی تھیں  
 اسی طرح ان دونوں کے درمیان عرصہ سے کشمکش جاری تھی اور دونوں ایک دوسرے  
 کی طاقت کے فنا کر دینے کے درپے رہتی تھیں۔

ان دونوں میں سے ایک روم کی وہ باجبروت حکومت تھی جس کے زیر اقتدار  
 نہ صرف یورپ تھا بلکہ تمام شام، اور عرب و عجم کے بھی بعض حصے آچکے تھے۔  
 قوانین و ضوابط، اور نظام حکومت، کے اعتبار سے روم کو وہ رتبہ عالی حاصل تھا  
 کہ یورپ کی موجودہ متمدن حکومتیں آج تک رومن لاکے اساس کو وحی الہی کی طرح  
 سمجھتی ہیں اور اپنے قوانین کا جزو بنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح عجم و فارس کی حکومت  
 بھی درفش کاویانی کے زیر سایہ اپنی وسعت و حدود مملکت کے اعتبار سے نہ صرف  
 ایران پر قابض تھی بلکہ ایک طرف ہندوستان کی سرحد تک پھیلی ہوئی تھی تو دوسری  
 جانب عراق عجم سے بھی آگے تک اسکا دائرہ وسیع تھا۔ جو بس ملک گیری کی وہ آویزش

جو اکثر دو طاقتوں کو لڑا کر پرامن رعایا کی زندگی کو تباہ و برباد کر دیا کرتی ہے، یہاں بھی کب اپنے نظریہ کے خلاف کر سکتی تھی۔

اسلئے چھٹی صدی کے شروع سے تقریباً پچیس سال تک ان دونوں حکومتوں کے درمیان سخت ہنگامہ آرائی رہی۔ شروع میں تقریباً پندرہ سال تک قسطنطنیہ کا پانسہ روٹیوں کے خلاف رہا۔ اور خسرو پرویز نے دامن فرات سے وادی نیل تک اور ساحل باسفورس تک سب تاراج کر دیا۔ آرمینیا، شام، مصر، ایشائے کوچک، یہ تمام مشرقی حصے روم کے اقتدار سے نکل کر ایران کے مقبوضات میں داخل ہو چکے تھے یہی نہیں بلکہ خود حکومت کے پایہ تخت قسطنطنیہ کا جو قسطنطنینہ عظمیٰ کی یادگار ہے کہ ”جسے صنم پرتی کو ترک کر کے سب سے اول یورپ میں مذہب عیسوی کو قبول کیا اور رعایا کو یہ جبر عیسائی بنایا“ ایرانی محاصرہ کئے ہوئے تھے اور روم کا مشہور تاجدار ہرقل رہر کلیوس قسطنطنیہ سے فرار کے لئے آمادہ ہو چکا تھا۔

ادھر عیسائیت و عجمیت، یا روم و ایران، کی یہ کشمکش جاری تھی اور دوسری طرف مسلمانوں میں قدرتا اس کشمکش کے ساتھ ایک خاص دلچسپی پیدا ہوتی۔ مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رومی ”جو کہ عیسائی تھے“، ایرانیوں کے مقابلہ میں ”جو کہ مجوسی اور مشرک تھے“، غالب رہیں۔ مگر رومیوں کی پیہم شکستوں اور ایران کی فتح و کامرانی سے مسلمان دل شکستہ ہو رہے تھے کہ یک بیک زبان وحی ترجمان نے قرآن عزیز کی یہ بشارت سنائی۔

الم - رومی اقرب زمین میں مغلوب ہو گئے اور وہ  
 الما غلبت الروم فی ادنی الارض  
 اس مغلوبیت کے بعد چند سال میں ہی غالب ہو  
 وَ هُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلَبُونَ  
 جائیں گے۔ فیصلہ قبل اور بعد اللہ کے لئے ہی ہو  
 فِي بَعْضِ لَيَالِي سِنِينَ لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ

قبل ومن بعد یومئذ یفرح المؤمنون اس وقت مسلمان خوش ہو جائیں گے۔ یہی وہ بشارت تھی جس پر صدیق اکبر نے ایک مشرک سے رومیوں کی فتح پر شرط لگائی تھی اور اگر چہ تعین مدت کے بارہ میں ابتداءً اس نے غلطی ہوئی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہمنیہ پر کہ عربی لغت میں ”بضع“ کا لفظ نو تک استعمال ہوتا ہے صدیق اکبر کو تینہ ہوا اور دو بارہ شرط کرنے پر صدیق اکبری کامیاب رہے۔

قدرت کی کرشمہ سازی دیکھتے کہ قرآن عزیز کی اس بشارت کے بعد ہی پندرہ سال کی پیہم شکستوں اور بیاہ تخت کے محاصرہ ہو جانے کے باوجود مسلمانوں میں جنگ نے دوسری کروٹ بدنی اور ہوا کا ایسا رخ پلٹا کہ اب ایرانیوں کو شکست پر شکست ہونی شروع ہوئی اور قیصر روم کے وہ تمام مقبوضات جو ایرانیوں نے چین لے تھے واپس ہونے لگے حتیٰ کہ ۳۲۷ء میں شام کا وہ تمام علاقہ ”جسکو چند سال پہلے ایرانیوں نے تباہ کر کے عرب سلاطین میں سے اس عثمانی خاندان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا کہ جس نے صدیوں سے حکومت روم کے زیر اقتدار رومین حکومت کے احکام و ترقی میں بیش از بیش حصہ لیا تھا، ایک عظیم الشان جنگ کے بعد ایرانیوں سے واپس لیلیا اور یہی وہ جنگ تھی کہ جس نے حکومت ایران کے جو صلے پست کر دیئے اور کامیابی کا سہرا رومیوں کے سر پر باندھا۔ رومیوں کی اس فتح و نصرت اور ایرانیوں کی شکست کا اثر اہل عرب پر بھی پڑا اور مسلمانوں کو اس سے بید مسرت و شادمانی اور مشرکین کو سخت حزن و ملال ہوا۔

حدود روم

اس زمانہ میں روم کی حدان حدود کے ساتھ محدود تھی۔

شمال مشرق میں ترکستان اور سلطنت روس۔ جنوب میں شام و اسکندریہ مغرب  
ساحیر کا روم و حکومت انڈس۔  
روم کی وجہ تسمیہ

رومیوں کے نسب کے بارہ میں مورخین کو اختلاف ہے لیکن اس میں سب  
بالتفاق ہے کہ انکا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پہنچتا ہے۔ بعض کا خیال  
ہے کہ یہ روم بن ساجیق بن برتبان بن علقان بن عیص بن ائح بن ابراہیم علیہ السلام  
کی نسل سے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ رومیوں کی نسل بن صفر بن نصر بن عیص بن ائح بن ابراہیم  
علیہ السلام کی نسل سے ہے۔ بہر صورت ان کو نبی الاصفہر نسب کی وجہ سے نہیں کیا جاتا  
بلکہ ان کے رنگ و روپ پر چونکہ سپیدی کے غلبہ سے زردی جھلکتی ہے اسلئے اہل عرب  
ان کو نبی الاصفہر کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔<sup>۲۱</sup>

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

## ہرقل قیصر روم

اس زمانہ میں رومیوں کا مشہور تاجدار۔ ہرقل سر بر آرائے سلطنت تھا جو اپنی حکومت  
کے اعتبار سے اپنے بزرگوں کی طرح قیصر کے لقب سے موسوم تھا۔ ہرقل جس طرح  
حکومت رسطوت میں ممتاز سمجھا جاتا تھا اسی طرح مذہبی علوم اور عہد قدیم و عہد جدید  
دوراء و انجیل کا ماہر اور پتھر عالم مانا جاتا تھا۔

ہرقل نے یہ سنت مانی تھی کہ خدائے برتوں نے اگر جبکہ اس جنگ میں کامیاب کیا  
تو میں پاپیادہ بیت المقدس کی زیارت کرونگا۔ خدانے جیب اسکو کامیابی عطا فرمائی  
تو وہ بیحد مسرور ہوا اور ایک عرصہ بعد اپنی نذر پوری کرنے اور خدائے واحد کا شکریہ



ادا کرنے کے لئے اس طمطراق کے ساتھ پیادہ پا قطنینہ سے بیت المقدس پہنچا کہ جہاں قدم رکھتا تھا زمین پر فرش اور فرش پر پول بچھا جاتے تھے ہی طرح حمص تک پہنچا اور حمص پہنچ کر وہاں کچھ روز قیام کیا۔

### حضرت وحیہ کلبنی

یہ وہ وقت ہے جبکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت وحیہ کلبنی کو ہرقل قیصر روم کے پاس دعوتِ اسلام کے لئے نامہ مبارک دیکر بیع رہے ہیں۔ آپ نے حضرت وحیہ کلبنی کو حکم فرما دیا تھا کہ تم اس خط کو حاکم بصری کے پاس لیجانا اور اسکے توسط سے قیصر تک پہنچا دینا۔ گذشتہ واقعات میں یہ ذکر اجالی طور پر آچکا ہے کہ روم کے زیر اقتدار شام میں ایک عرب حکومت قائم تھی جس کے حکمرانوں کو آل عثمان یا غسان کہتے ہیں اس خاندان کے بانی کا نام جفنہ تھا۔ اسلئے اسکو کبھی آل جفنہ ہی کہا جاتا ہے اس خاندان میں بعض حکمران نہایت بہادر اور جری گزرے ہیں اور انہوں نے روم کے اقتدار کی خاطر ایرانیوں کے مقابلہ میں بے نظیر شجاعت و بہادری کا بار بار مظاہر کیا بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہو گا کہ قیصر کی سطوت کا داہنا بازو یہی شام کے عرب حکمران تھے اسلئے ان عرب حکمرانوں کو قیصر کے دربار میں بہت درخور تھا اور قیصر انکا بی اعرار ذکر کرتا تھا اس مختصر حکومت کا دار السلطنت مشہور شہر بصری تھا جو آجکل ”حوران“ کہلاتا ہے یہی وہ شہر ہے جس کے دوران سفر میں بچیرا لہب کا مشہور واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آیا تھا۔“

۶۲۹ء میں حضرت وحیہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیکر روانہ ہوئے تو راستہ میں انکو معلوم ہوا کہ حاکم بصری اسوقت بصری میں موجود نہیں ہے

رحمّٰص میں ایک عرصہ سے اسلئے مقیم ہے کہ قیصر کی زیارت بیت المقدس اور رصد رسانی کا انتظام کرے حضرت وحیہ بن خلیفہ کلّبی یہ معلوم کر کے حمص کو روانہ ہو گئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی مشہور محدّث ابن سکن کی کتاب «صحابہ» سے نقل کرتے ہیں کہ سرورِ عالم صلّے اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہ کے بعد ہی فوزِ اعدی بن حاتم کو بھی روانہ کیا تاکہ وہ حضرت وحیہ کی امداد و اعانت کریں اسلئے کہ عدی مذہب کے اعتبار سے نصرانی تھے اور شامی درباروں کے آداب و طریق سے بخوبی واقف،

## ہرقل کی پیش گوئی

ابن ناطور حاکم بیت المقدس کا بیان ہے کہ ابھی پیغمبرِ خدا صلّے اللہ علیہ وسلم کے قاصدِ راہ میں ہی تھے کہ ایک روز صبح کو ہرقل بہت پریشان بسترِ راحت سے اٹھا نہ مارِ دربار میں سے ایک ندیم خاص نے عرض کیا کہ آج نصیبِ اعدا طبیعت زیادہ مضمل نظر آتی ہے نہ معلوم حضور والا کو کیا پریشانی ہے؟ ہرقل نے کہا کہ شب کو میں نے ستاروں پر نظر کی تو دیکھا کہ ایک نیا ستارہ طلوع ہوا ہے۔ نجوم دکھانے کے ذریعہ جب میں نے سوچا تو معلوم ہوا کہ اس مہمت کے سردار کی ولادت کسی ایسی سرزمین میں ہوتی ہے کہ جس کے باشندے ختنہ کراتے ہیں اور اس کی بادشاہت تمام عالم پر چھا گئی۔

تم بتا سکتے ہو کہ اس زمانہ میں کس قوم میں ختنہ کی رسم ہے۔ اہل دربار نے عرض کیا کہ یہود کے علاوہ اور کسی قوم میں ختنہ کا دستور نہیں ہے آپ اس قدر ملول ہوں اپنی تمام قلمرو میں حکم دیدیجئے کہ کوئی یہودی بچہ زندہ باقی نہ رہے۔

اس واقعہ کے چند روز بعد حمص سے حاکم بصری نے ایک عربی شخص کو بیت المقدس کے دربارِ شاہی میں پہنچا یہ شخص نبی کریم صلّے اللہ علیہ وسلم کی بخت اور آپ کے حالات

زندگی اور دعوتِ الہی کے واقعات سناتا تھا۔

ہر قل کی خدمت میں جب یہ شخص پیش ہوا اور بعثتِ نبوی کا ذکر کیا تو ہر قل نے حکم دیا کہ اس شخص کو علیحدہ لجا کر دیکھو کہ یہ مخنون ہے یا نہیں جب ہر قل کو اطلاع دی گئی کہ واقعی وہ مخنون ہے تو ہر قل نے اُس شخص سے دریافت کیا کہ کیا یہ رسم تمام عرب میں جاری ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ہاں تمام عرب ختنہ کراتے ہیں۔ ہر قل نے یہ سن کر کہا کہ بیشک تو جس شخص کی نبوت کا حال سناتا ہے وہی دنیا کا سردار ہے جو تمام عالم پر غالب آئیگا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس واقعہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ عربی شخص عدی بن حاتم ہے جسکو حضرت وحیہ کی اعانت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ حافظ رحمہ اللہ کا قیاس صحیح ہو اور چونکہ عدی شام کے علاقوں سے بہت زیادہ واقف تھے اسلئے حضرت وحیہ پہلے ہی حمص پہنچ گئے ہوں اور حارث شاہِ بصری نے فوراً ہی انکو بیت المقدس روانہ کر دیا۔ اور یہ شبہہ پیدا کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ ہر قل کے ایک سوال میں اسکے ندمار نے یہ کہا تھا کہ اس زمانہ میں ختنہ کی رسم یہود کے علاوہ کسی قوم میں نہیں پائی جاتی اور عدی بقول حافظ ابھی تک نصرانی تھے تو ان کا ختنون ہونا کیسے باور ہو، اسلئے کہ عدی اگرچہ عیسائی تھے لیکن عربی نژاد ہونے کی وجہ سے عرب کا دستور ان میں بھی پایا جانا کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے۔

دعوتِ اسلام

ہر قل انہی حالات میں بیت المقدس میں مقیم تھا کہ حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ بنی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیکر حمص پہنچے اور حارثِ غسانی کو والا نامہ سپرد کیا

(۱) مولانا شبلی رحمہ نے اس جگہ لکھا ہے کہ حضرت وحیہ نے بصری ہی میں حارث کو جا کر نامہ مبارک دیا یہ صحیح نہیں۔ بطری میں حضرت حارث اس زمانہ میں بصری سے حمص گیا ہوا تھا اور حضرت وحیہ نے حمص میں جا کر حارث کو نامہ مبارک دیا۔

حادث نے نامہ مبارک کو معہ حضرت وحیہ کے قیصر کے دربار میں بیت المقدس بھیجا۔ حضرت وحیہؑ جب بیت المقدس پہنچے تو اہل دربار نے انکو سمجھایا کہ جب تم قیصر کے سامنے پہنچو تو تخت کے سامنے سجدہ کرنا سلتے کہ اس دربار کا یہی دستور ہے۔ حضرت وحیہؑ نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں ہمارا مذہب خدا کی ذات اقدس کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ میں ہرگز ہرگز ایسا نہ کرونگا۔ اہل دربار نے کہا کہ اچھا اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو جب تم دربار میں پہنچو تو خود اپنے ہاتھ سے اس نامہ کو قیصر کے سامنے رکھ دینا سلتے کہ تخت شاہی پر نامہ رکھ دینے کے بعد کسی کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ اسکو ہاتھ لگائے۔ صرف قیصر ہی اسکو اپنے ہاتھ سے اٹھا سکتا ہے۔

قیصر کو جب نامہ مبارک ملا تو اس نے حکم دیا کہ عرب کا کوئی شخص اگر یہاں مقیم ہو تو اسکو لاؤ۔ صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا قریش اور مسلمانوں کی مصالحت کیوجہ سے شام کی تجارت کی راہیں پر امن تھیں اسلئے بیت المقدس کے قریب ہی ”دغزہ“ میں قریش کے تاجروں کا ایک قافلہ تجارت کے سلسلہ میں مقیم تھا۔ امیر قافلہ ابوسفیان تھے ”جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے“، قیصر کے قاصد دغزہ پہنچے اور قافلہ والوں کو جاگرنے آئے۔

قیصر نے بڑے تنگ و احتشام اور کڑو فر کے ساتھ دربار شاہی منعقد کیا اور تخت کے چاروں طرف بڑے بڑے امرایا درمی اور راہبوں کے صف بستہ بیٹھ جانے کے بعد حکم دیا کہ قاصد، عرب تاجروں، اور ترجمان، کو بلاؤ۔ جب دربار مکمل ہو گیا تو ہر قافلہ والے نے عرب تاجروں سے کہا کہ تم میں سے اس مدعی نبوت کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟

ابوسفیان نے کہا "میں" قیصر نے انکو حکم دیا کہ تخت کے قریب آؤ اور ابوسفیان کے باقی ہمراہیوں سے کہا کہ تم اس شخص کے پیچھے بٹھے جاؤ میں اس شخص سے کچھ سوالات کرتا ہوں اگر کسی جواب میں بھی یہ جھوٹ بولے تو تم جھکو مطلع کر دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ قسم بخدا اگر مجھے یہ جیاد امنگی نہ ہوتی کہ میرے جھوٹ کی یہ جماعت فوراً تردید کر دیتی تو میں کبھی کذب بیانی سے نہ چوکتا مگر اسقدر پہرہ بھی کہہ دیا کہ آپ کس شخص کے متعلق سوال کرتے ہیں وہ تو ساحر اور کذاب ہے۔

قیصر نے کہا کہ میں نے گالیاں دینے کے لئے نہیں بلایا جو کچھ دریافت کرتا ہوں اس کا جواب دو۔

قیصر۔ مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان۔ نہایت شریف ہے۔

قیصر۔ اس سے پہلے بھی کبھی اس خاندان میں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان۔ کبھی نہیں۔

قیصر۔ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ اس کے پیروذی و جاہت میں یا کمزور۔؟

ابوسفیان۔ کمزور۔

قیصر۔ اس کے پیرو بڑھتے رہتے ہیں یا گھٹتے رہتے ہیں؟

ابوسفیان۔ بڑھتے رہتے ہیں۔

قیصر۔ کسی شخص نے اس کے دین میں داخل ہو کر اسکو ترک تو نہیں کیا؟  
ابوسفیان۔ کسی نے ایسا نہیں کیا۔

قیصر۔ اسکے دعوتے نبوت سے پہلے تم اسکو جھوٹا تو نہیں سمجھتے تھے؟  
ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ کبھی وہ عہد کی خلاف ورزی ہی کرتا ہے؟  
ابوسفیان۔ کبھی نہیں۔ مگر آجکل اُس کے اور ہمارے درمیان جدید معاہدہ صلح  
صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ تھا، ہوا ہے، معلوم کہ وہ اسپر قائم بھی رہتا ہے یا نہیں؟  
قیصر۔ تلگو کبھی اُسکے ساتھ جنگ کی بھی نوبت آئی ہے؟  
ابوسفیان۔ ہاں۔

قیصر۔ نتیجہ کیا رہا؟  
ابوسفیان۔ کبھی وہ غالب آیا اور کبھی ہم۔

قیصر۔ اس کی تعلیم کیا ہے؟  
ابوسفیان۔ وہ کہتا ہے کہ ایک خدا کی پرستش کرو، کسی کو اسکا شریک نہ بناؤ، باپ  
دادا کی مشرکانہ ریت کو چھوڑ دو، نماز پڑھو، سچ بولو، پاکدامنی سیکھو۔ صلہ  
رحمی کرو،<sup>(۱)</sup>

قیصر نے سوالات ختم کئے اور ترجمان کے واسطے سے کہا کہ میں نے اس شخص کی  
خاندانی شرافت کے متعلق اسلئے دریافت کیا تھا کہ پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان ہی ہوا

(۱) ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں صرف یہی ایک فقرہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہہ سکا ورنہ تو تمام  
گفتگو میں کسی جگہ بھی ایک حرف کی گنجائش نہ مل سکی۔

کرتے ہیں۔ اور یہ جو میں نے دریافت کیا کہ اُس سے پہلے بھی کسی نے اس کے خاندان میں سے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور تم نے اس کی نفی کر دی سو اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ یہ اپنے خاندان کے دعویٰ کی تقلید کر رہا ہے۔ میں نے یہ بھی سوال کیا کہ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہو گا رہا ہے اور تم نے اس کا انکار کیا سو اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ باپ و دادا کی کہوئی ہوئی حکومت کا طالب ہے۔ میں نے جب یہ سوال کیا کہ تم کو کبھی اس کے جھوٹا ہونیکا بھی تجربہ ہوا یا نہیں اور تم نے کہا کہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو میں نے یہ یقین کر لیا کہ جو شخص انسانوں کے ساتھ کبھی جھوٹ نہ بولے وہ ہرگز کبھی خدا پر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں نے یہ جو سوال کیا کہ اس کے پیرو کمزور ہیں یا ذی اثر تو اول پیغمبروں اور نبیوں کے پیرو اکثر کمزور ہی ہوا کرتے ہیں۔ میں نے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ اس کے پیرو بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں تو ایمان کی کثرت کا یہی عالم ہے اس میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ میں نے یہ پوچھا تھا کہ اس کے دین میں داخل ہونے کوئی ناراضی کے ساتھ اسکو چھوڑ نہیں بیٹھتا تو اسلئے دریافت کیا کہ ایمان کی خوبی ہی یہ ہے کہ وہ جبر و اکراہ سے نہیں بلکہ اپنی صداقت کے ساتھ دلنشین ہوتا ہے۔ تم نے میرے سوال کے جواب میں یہ بھی کہا کہ وہ عہد کی خلافت و رزی کبھی نہیں کرتا تو پیغمبر کی یہی شان ہے۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ایک خدا کی عبادت کا حکم کرتا ہے۔ شرک سے منع کرتا ہے، نماز، راست گوئی، پاکدامنی کی تعلیم دیتا ہے سو یہ تمام باتیں اگر سچی ہیں تو میری اس پائنتگاہ تک اسکا قبضہ ہو جائے گا۔ جہکو یہ توجہ و خیال تھا کہ ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے۔ لیکن یہ تو ہرگز گمان نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا۔ اگر میں اس کے پاس جاسکتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔

اس کے بعد حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھا جائے۔ ترجمان نے خط پڑھنا شروع کیا۔ پیغامِ رسالت کے الفاظ یہ تھے۔

## نقل نامہ مبارک بنام ہرقل قیصر روم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ  
 وَرَسُولِهِ اِلٰی هِرَقْلٍ عَظِیْمِ الرُّومِ ،  
 سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اَتْبَعَ الرَّهْدٰی ، اَمَّا  
 بَعْدُ ، فَانِّیْ اَدْعُوْكَ بِدَعَاۤیَتِ  
 الرَّسْلِیْمِ اَسْلِمِ تَسْلِمٌ یُّوْتٰکَ  
 اللّٰهُ اَجْرَکَ مَرْتِیْنِ فَاَنْ تُوَلِّیْتَ  
 فَاَنْ عَلَیْکَ اِثْمُ الْیَرِیْسِیْنِ وِیَا  
 اَهْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ  
 سَوَآءٍ بَیْنَآ وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَا نَعْبُدَ  
 اللّٰهَ وَا لَا نَشْرَکَ بِهٖ شَیْئًا وَا  
 یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ  
 اللّٰهِ فَاَنْ تُوَلُّوْا فِیْہِ لَوْ اَشْہَدُ وَا بَاۡنَا  
 مُسْلِمُوْنَ ۔

شروع اللہ کے نام سے جو رحمن اور رحیم ہے۔ یہ خط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے جو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے ہرقل شاہ روم کے نام سلامتی اسپر ہو جو ہدایت کا پیرو ہے۔ بعد حمد صلوات میں تجھ کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ یہ سلام قبول کرے تمام آفات سے محفوظ رہے گا۔ اول اللہ تعالیٰ تجھ کو دہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو نے انکار کیا تو تمام رعایا کا وبال تیری ہی گردن پر رہے گا۔ اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان برابر ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم ایک دوسرے کو اللہ کے سوا اپنا رب بنائیں اور اگر تم کو اس سے انکار ہے تو تم گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

## نیاق برادرِ قیصر

اہلِ عجم کا دستور تھا کہ جب امراء، محکام، اور بادشاہوں کو خط لکھتے تو حاکم یا بادشاہ کے



نام سے شروع کرتے اور اپنا نام آخر میں لکھتے۔ اسلئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک پڑھا گیا جسکی ابتدا خود نام مبارک سے کی گئی تھی تو قیصر کے بہائی نیاق کو سخت ناگوار گذرا، وہ نہایت غیظ و غضب کے ساتھ کہنے لگا کہ اس عربی نے بادشاہ کی سخت توہین کی، روم کے بادشاہ کے نام خط لکھا جائے اور شروع اپنے نام سے ہو، یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ نامہ مبارک کو چاک کر دے۔ قیصر نے یہ دیکھ کر سختی سے اسکو روکا اور کہنے لگا کہ اس میں توہین کی کیا بات ہے اُسے جھکو سلطانِ روم ہی تو لکھا ہے، واقعہ کے خلاف تو کوئی بات نہیں کہی پھر یہ غیظ و غضب کیسا!''

قیصر نے یہ بھی کہا کہ میں نے..... اس شان کی تحریر اس سے پہلے کہی نہیں سنی۔ قیصر اور ابی سفیان کی گفتگو نے امراء دربار، پادریوں، اور راہبوں، کو سخت برہم کر دیا تھا اب نامہ مبارک کو سنکر اور زیادہ برا فروختہ ہو گئے یہ حالت دیکھ کر قیصر نے عرب تاجرن کو دربار سے اٹھا دیا۔ ابوسفیان جب دربار سے اٹھے تو اپنے رفقا سے کہنے لگے کہ ابو کبشہ کے بیٹے کی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کی بات بالا ہے کہ روم کا بادشاہ بھی اس سے خائف نظر آتا ہے۔

(۱) قسطلانی وخصائص سیوطی۔ (۲) شیخ بدرالدین عینی شایخ بخاری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابوکبشہ متحدہ جہ سے کہا جاتا ہے۔ (۱) ابو کبشہ ایک شخص عرب میں گذرا ہے جو عرب کے مشرکانہ عقائد کا سخت مخالف تھا (۲) ابو کبشہ آپ کی والدہ کے رشتہ میں آپ کے کسی نانا کی کنیت ہے (۳) ابو کبشہ حلیمہ سعدیہ کے شوہر حارث کی کنیت ہے۔ (۴) بعض کا خیال ہے کہ ابو کبشہ عرب میں ایک شخص گذرا ہے جو ستارہ شمرنی کی پرستش کا موجد تھا۔ عرب آپ کو اسلئے ابن ابوکبشہ کہتے ہیں کہ اہل عرب کے نزدیک آپ ہی ایک نئے مذہب کے موجد تھے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابو کبشہ آپ کے ناناہالی رشتہ میں کسی جد کا نام ہے عرب کا دستور ہے کہ جب کسی کی توہین کرتے ہیں تو اسکو اسکے غیر معروف جد کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں سیرۃِ حلبیہ میں ایک اور دلچسپ واقعہ مذکور ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ دیچکا کہ قصر کے قلب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت جاگزیں ہوتی جاتی ہے تو مجھ سے خاموش نہ رہا گیا اور میں نے عرض کیا۔

اے بادشاہ۔ آپ کو معلوم نہیں یہ شخص ایسی عجیب و غریب باتیں کہتا ہے کہ عقل بھی اُس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس کی ان عجیب باتوں میں ایک بات سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ جب وہ مکہ میں تھا تو اس نے ایک روز اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے خدا نے مجھ کو ایک ہی شب میں مسجد حرام سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک سیر کرائی، اور مسلمان اس واقعہ کو اسرار اور معراج کے نام سے یاد کرتے ہیں۔  
قصر ابھی خاموش تھا کہ ابن ناطور حاکم بیت المقدس نے عرض کیا۔ جہاں پناہ۔  
ایک واقعہ اسی زمانہ کا مجھ پر بھی گذرا ہے جس سے میں ہمیشہ متعجب رہتا تھا اور ابوسفیان کی اس بات نے تو مجھ کو اور بھی زیادہ تعجب میں ڈال دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ میں ہمیشہ شب کے وقت نگرانی میں ہیکل کے دروازے بند کر دیا کرتا تھا ایک شب کو کہ غالباً وہی شب تھی جس کا ذکر ابوسفیان کرتا ہے، معمول کے مطابق میں ہیکل کے دروازے بند کرانے لگا تو تمام دروازے بغیر کسی خاص کو بخشش کے بند ہو گئے مگر ایک دروازہ بند نہ ہو سکا، میں نے اور ماتحت عملہ کے آدمیوں نے بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ میں نے اس معاملہ کو کوئی اہمیت نہ دی اور اسی طرح دروازہ کھلا رہنے دیا۔ صبح جب ہیکل میں حاضری کے لئے داخل ہونے لگا تو اس دروازہ کے قریب ہی کسی چوہا پیہ کے قدموں اور سموں کے نشان نظر آئے اور سامنے پتھر کے نزدیک بھی ایسے نشان موجود تھے کہ جس سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ اس

پتھر کے نزدیک کوئی جانور باندھا گیا ہے۔

بخاری میں ہے کہ رومیہ میں ہر قل کا ایک بہت بڑا مقرب اور مذہبی عالم (پاپا) رہتا تھا۔

قیصر نے اُس کے نام خط لکھا کہ جس میں اس معاملہ کے متعلق تصدیق چاہی تھی قیصر بیت المقدس سے روانہ ہو کر حص آگیا اور اس وقت تک اسی جگہ مقیم رہا جب تک کہ اُسکا جواب قیصر کے پاس نہ آگیا۔

طبری بروایت صحیح روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک پڑھا جا چکا تو ہر قل نے حضرت وحیہ سے تنہائی میں یہ کہا کہ مجھے یقین گلی ہے کہ جن کی جانب سے تم خط لیکر آئے ہو وہ خدا کے سچے رسول ہیں لیکن جیسا کہ تم دیکھ چکے ہو میری قوم اس معاملہ میں سخت برہم ہے وہ ہرگز میری پیروی نہ کریگی۔ البتہ تم شہر رومیہ میں جاؤ۔ وہاں کا حاکم مذہبی حیثیت سے اسقف (پاپا) کا درجہ رکھتا ہے۔ قوم پر اسکا مذہبی اثر بہت زیادہ ہے وہ اگر اس پیغمبر کی رسالت کی تصدیق کر دیکے تو پھر مجھکو بھی انکے سمجھانے کا موقع مل سکے گا۔ تم خود رومیہ جاؤ اور ضناطر کے پاس میرا خط لجاؤ اور فوراً اس کا جواب لیکر واپس آؤ۔

### ضناطر حاکم رومیہ

بخاری اور طبری میں اگرچہ تفصیل و اجال کا فرق ہے لیکن نفس واقعہ میں اتفاق ہے

غرض حضرت وحیہ رومیہ پہنچے اور ضناطر کو قیصر کا خط دیا۔ ضناطر نے قیصر کو جواب میں

(۱) جہور صحابہ اور محدثین و اصحاب سیر اس پر متفق ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جمانی ہوئی ہے صرف صدیقہ عائشہ اور چند دیگر علماء اسی معراج روحانی کے قائل ہیں جو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں، لیکن معراج منامی یعنی اس واقعہ کو محض خواب سمجھنا کسی مسلم کا یہی عقیدہ نہیں ہے۔ اور اصول روایت (بقیہ آئندہ)

کہا کہ بیشک نبی منظر کی بخت کا حال صحیح و درست ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔ طبری کے الفاظ یہ ہیں۔

صاحبك والله نبی مرسل تعرفہ، وحیہ تیرا صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک بصفتم، وبعدها فی کتبنا باسمہ۔ نبی مرسل ہے ہم اسکی صفات سے بخوبی واقف ہیں

اور اسکے نام کا تذکرہ آسانی کتابوں میں پاتے ہیں۔

قیصر کے پاس جب مضامیر کا پیغام پہنچا تو اس نے اعیان دار کا رکن دولت کو شاہی محل میں جمع کیا اور حکم دیا کہ محل کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں اس کے بعد اہل دربار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے اہل روم۔ اگر تم رشد و ہدایت، اور فلاح و نجات ابدی کے طالب ہو، اور چاہتے ہو کہ تمہارا ملک اسی طرح محفوظ رہے تو عرب کے اس نبی کی پیروی کرو اور اسکے احکام کی تعمیل پر آمادہ ہو جاؤ۔

قیصر نے گفتگو ختم ہی کی تھی کہ چہار جانب سے شور و شغب شروع ہو گیا اور حاضرین

نے اس گفتگو کے خلاف اپنی نفرت و حقارت کا کافی مظاہرہ کیا اور نہ صرف یہ بلکہ دربار سے غیظ و غضب میں اٹھ کر دروازوں کی طرف بڑھے مگر دیکھا کہ دروازے بند تھے، اور ہر قیصر نے جب یہ رنگ دیکھا تو انکو داپس بلایا اور کہنے لگا کہ بیوقوفوں نے تم سے یہ باتیں محض آزمائش کے لئے کہی تھیں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تم اپنے مذہب میں کس قدر ثابت قدم ہو۔ اہل دربار نے قیصر کی جب یہ گفتگو سنی تو بہت خوش ہوئے اور اظہارِ مسرت میں قیصر کی تخت بوسی کی اور اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۶) اور روایت کے اعتبار سے ان روایات کا انکار قطعاً نہیں کیا جاسکتا جو جہانی معراج کی تفسیر ہیں بلکہ قرآنِ عزیز کی نصوص بھی اسی کی تائید کرتی ہیں البتہ صحیحین کی روایات کے علاوہ جو روایات اس واقعہ میں نقل کی جاتی ہیں وہ تنقید کی محتاج ہیں۔ (۱۲) روم کا ایک شہر ہے۔

قیصر کے دل میں اگرچہ صدائے حق کی روشنی آچکی تھی مگر تخت و تاج کی حرص اس روشنی پر غالب آگئی اور اس طرح یہ روشنی ظلمتِ کفر کی تاریکی میں بھکر رہ گئی۔

## ضغاطر کی شہادت

طبری کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت دحیہ جب ضغاطر کے پاس قیصر کا پیغام لیکر پہنچے تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اور پہر کلیسا میں جا کر عبادت کے وقت ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے یہ تقریر کی۔

یا معشر الروم۔ انہا قد جاءنا  
 کتاب من احمد یدعوننا فیہ  
 الی اللہ عز وجل وانی اشہد  
 ان لا الہ الا اللہ وان احمد  
 عبدہ ورسولہ۔ الخ۔  
 رومی حضرت۔ ہمارے پاس عرب کے پیغمبر احمد کا  
 خط آیا ہے اس نے ہکو خدا سے واحد کے دین  
 حق کی طرف دعوت دی ہے اور میں شہادت  
 دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور احمد  
 خدا کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔

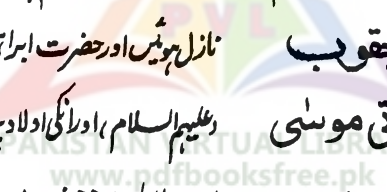
ضغاطر کی اس تقریر کو سن کر تمام رومی سخت برہم ہو گئے اور اپنے اس ہرولغزینہ ہتف کو اتنا زور دیا کہ وہ بیچارہ جہاں بچ ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون  
 حضرت دحیہ نے جب یہ واقعہ دیکھا فوراً وہاں سے روانہ ہو کر محض آگے اور  
 قیصر کو ضغاطر کا خط سپرد کر کے تمام واقعہ سنایا۔ قیصر نے جب یہ واقعہ سنا تو  
 بہت مایوس ہوا لیکن اسکے باوجود اس نے شاہی محل میں ارکانِ دربار کو جمع کر کے  
 وہ گفتگو کی جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

## دعوتِ اسلام ضغاطر کے نام

اور ابن سعد نے طبقات میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جب حضرت وحیہ کو قیصر کے پاس روانہ فرمایا تھا تو ساتھ ہی رومیہ کے مشہور عیسائی عالمِ ضغاطر کے نام بھی اسلام کی دعوت کے لئے نامتہ مبارک لکھا تھا اور فرمایا تھا کہ وہ رومیہ جا کر ضغاطر کو پہنچادیں۔ نامتہ مبارک کے الفاظ یہ ہیں۔

سبلاً علی من امن اننا علی اثر  
 سلام اسپر جو خدا پر ایمان لایا میں اسی عقیدہ پر  
 ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام،  
 اللہ و کلمتہ، القاہالی مریم  
 اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں خدا نے اس کو  
 پاکدامن مریم پر اتقار کیا اور میں خدا پر اور اس کے  
 ان کتابوں اور احکام پر ایمان رکھتا ہوں جو ہم پر  
 نازل ہوئیں اور حضرت ابراہیم، اسمعیل، یحییٰ و یعقوب  
 و علیہم السلام، اور انکی اولاد پر نازل ہوئیں اور ان پر  
 ہی میرا ایمان ہے جو حضرت موسیٰ و عیسیٰ دیگر انبیا  
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کے رب کی جانب سے دی  
 گئیں ہم ایمان و اعتقاد میں کسی ایک نبی کے تسلیم  
 کرنے میں بھی باہمی فرق نہیں کرتے اور ہم تو  
 مسلمان ہیں سلام ہوا نیز جو ہدایت کی پیروی کرے  
 ابن سعد اور بطری کی روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اسلئے کہ معلوم یہ ہوتا  
 ہے کہ جب قیصر کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت وحیہ رومیہ "ضغاطر" کے پاس ہی جانے والا  
 ہے اور اسلام کا پیغام سنائیں گے تو اس نے انکو اپنا بھی ایک خط دیا اور ان سے  
 یہ کہہ دیا کہ وہ ادھر ہی کو واپس ہوں تاکہ مجھکو بھی معلوم ہو جائے کہ ضغاطر اس مدعی



نبوت کے متعلق کیا گمان رکھتا ہے۔ قیصر ابھی حمص ہی میں مقیم تھا کہ حضرت وحیہ اسکا جواب لیکر واپس آئے اور ضغافر کا تصدیق نبوت کرنا اور اس کی وجہ سے تشہید ہو جانا یہ تمام واقعہ قیصر سے بیان کیا۔

مثلہم فی التورۃ و مثلہم فی الانجیل،

## ایک عجیب واقعہ

مشہور محدث ابن جوزی نے اپنی کتاب ”سیرۃ عمر بن الخطاب“ میں حضرت وحیہ کی سفارت کے سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جب قیصر نے اپنی قوم کے عمائد کو اسلام کی دعوت قبول کرنے میں متنفر پایا تو مجلس برخاست کر دی اور دوسرے روز جھکو علیحدہ ایک عالیشان محل میں بلایا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ مکان کے چار جانب تین سو تیرہ تصاویر لگی ہوئی ہیں قیصر نے جھکو مخاطب کر کے کہا کہ یہ کل تصاویر جو تم دیکھتے ہو نبیوں اور رسولوں کی ہیں کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس میں تمہارے صاحب کی شبیہ کونسی ہے میں نے بغور دیکھا کہ ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ شبیہ بادشاہ نے کہا کہ بیشک یہی آخری نبی کی شبیہ ہے۔ قیصر نے پھر دریافت کیا کہ اس تصویر کے داہنی جانب کس کی شبیہ ہے میں نے جواب دیا کہ یہ نبی آخر الزماں کے ایک رفیق ابو بکرؓ کی شبیہ ہے۔ قیصر نے پوچھا کہ بائیں جانب یہ کس کی شبیہ ہے۔ میں نے کہا کہ یہ اس نبی کے دوسرے رفیق عمر بن خطابؓ کی شبیہ ہے۔ قیصر نے یہ سن کر کہا کہ تو آ کی پیش گوئی کے مطابق یہی وہ دو شخص ہیں جنکے ہاتھوں اس دین کی ترقی معراج کمال

کو پہنچے گی حضرت وحیہ فرماتے ہیں کہ میں جب سفارت کو انجام دیکر خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو یہ تمام قصہ آپ کو سنایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیصر نے یہ سچ کہا واقعی اس دین کی ترقی انہی دو شخصوں کے ہاتھوں کمال تک پہنچے گی۔

محدث ابن جوزی اُن چند محدثین میں سے ہیں جو احادیث کی جرح و تعدیل میں سخت سمجھے جاتے ہیں۔ محدثین کا قول ہے کہ ابن جوزی کی "جرح" اور محدثی حکم کی تعدیل کا اس وقت تک اعتبار نہ کیا جائے جب تک کہ انکی اس جرح و تعدیل میں دوسرے محدثین ہی اُن کے ہمنوا ہوں۔

اسلئے ابن جوزی کی یہ روایت بے صل نہیں کہی جاسکتی پس اگر یہ روایت صحیح ہے تو قیاس اسکو چاہتا ہے کہ روم کے عیسائی بادشاہوں نے عہدِ قدیم توراة و عہدِ جدید انجیل کی بیان کردہ صفات و علیہ کے مطابق حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر بنوائی ہوگی۔ اور فوٹو گرافی سے پہلے فن مصوری کا کمال اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ کسی شخص کو آنکھ سے دیکھے بغیر صرف زبانی علیہ تانے پر ہی ایسی تصاویر بنائی جاتی تھیں کہ تصویر اور صاحب تصویر میں کوئی نمایاں فرق نظر نہیں آتا تھا۔

## زوالِ روم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان وحی ترجمان سے ارشاد فرمایا تھا۔  
 قَدْ مَاتَ كَسْرِي فَلَا كَسْرِي بَعْدَآءِ - و كَسْرِي مَرَّيْبٌ اِدْرَابُ كَسْرِي اِسْ كَعْبَدُ نَبُوْكَآءِ -  
 اِذَا هَلَكَ قَيْصَرٌ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَآءِ - اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اسکے بعد قیصر نہ ہوگا

سنة ۳۳۰ مطابق ۳۳۰ء میں صدیق اکبر کی طرف سے شام پر حملے ہوئے اور وہ رافروقی میں تمام شام کی حکومت اسلام کے زیر نگیں آگئی۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے تقریباً چھ سال بعد ہی رومی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ (فتوحات اسلامیہ زینی و دحلان جلد اول)



والذی نفسی بیدالمتنفقین کنوہما  
فی سبیل اللہ۔

یعنی "خسر و پرویز، امد" ہرقل کے اقتدار کے  
بعد و زوں سلطنتوں کا اقتدار زوال پذیر ہو جائیگا  
اور تحت روم و فارس پر پہرہ کیلئے کو اقتدار نصیب نہ ہوگا اور  
تم ہر اس غایت اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے  
تم دونوں سلطنتوں کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرو گے

صاوق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت بحرف صحیح ثابت ہوئی اور  
فاروقی یعنی تقریباً نصف چھٹی صدی عیسوی میں قیصر کی زندگی ہی میں روم پر اسلامی  
شوکت و اقتدار کا قیام اور رومی حکومت کا زوال شروع ہو گیا۔ اور قیصر نے جس مملکت  
کی خاطر نور اسلام کو قبول نہ کیا تھا وہ بہت جلد اسلامی اقتدار کے زیر نگیں آگئی۔ کیا  
اچھا فرمایا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے

لو تظنن ہرقل لقولہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم فی کتاب الید  
اسلم تسلم وحمل الجزاء علی عمومہ  
فی الدنیا والآخرۃ تسلم واسلم من  
کل ما یخافہ ولكن التوفیق  
بید اللہ (سیرۃ علیہ صفحہ ۲۶۹)

اگر ہرقل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک  
کے جملہ "اسلم تسلم" اسلام لے آ محفوظ رہیگا، کی  
حقیقت کو سمجھ لیتا اور اس سلامتی کی بشارت کو  
دنیا و آخرت دونوں کے حق میں یقین کر لیتا  
تو ضرور مسلمان ہو جاتا اور دنیا کی ہر قسم کی ذلت  
"زوال حکومت" سے (جس کا اس کو خوف تھا) محفوظ  
ہو جاتا۔ مگر صل توفیق خدا کے ہاتھ ہے۔

## تیسرا پیغام کسریٰ فارس خسرو پر پزیر کے نام

فارس۔

قیصرِ روم کے واقعہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ فارس راہِ ایران، کی حکومت کی وسعت چھٹی صدی عیسوی کے شروع میں اسقدر زیادہ تھی کہ ایک جانب ہندوستان کی سرحد تک اس کا رقبہ تھا تو دوسری جانب عراقِ عجم۔ شام۔ اور روم کے قلب تک اس کی حدود وسیع ہو گئی تھیں۔ اور ”درفشیں کا ویانی“، نہ صرف فارس بلکہ روم کے اکثر علاقوں پر بھی ہمارا ہاتھ تھا۔ مگر ۶۲۲ء میں یکایک ہوانے ٹخ بدلا اور رومیوں نے زبردست قربانی کے بعد ۶۲۲ء تک اپنے تمام علاقہ جات واپس لے لئے۔ تاہم حکومت فارس کی شان و شوکت اور اسکا دبدر ایشیا و یورپ دونوں پر قائم تھا اور ایران کی حکومت ایشیا کی عظیم الشان طاقت سمجھی جاتی تھی۔ اور عرب کے اکثر قطعات بحرین۔ عمان۔ یمن وغیرہ ابھی تک ہی کے زیرِ نگین تھے اور جس طرح اس حکومت کا اقتدار تھا اسی طرح کج کلاہ ایران خسرو پر ویز کے زمانہ میں دربار کی شان بھی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ آدابِ شاہی کے طریق، درباریوں کے درباری لباس، شاہی باڈی گارڈ کی پرہیزگاری، کی مجموعی حیثیت بڑے بڑے جری اور دلاورانوں کے دلوں میں رعب پیدا کر دیا کرتی تھی۔

حاکمِ بحرین۔

اسی زمانہ مدیعی ۶۲۹ء مطابق ۱۰ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

عبداللہ بن خذافہ رضی اللہ عنہ کو س نامہ مبارک کی سفارت کا شرف بخشا جس میں آپ نے

کسریٰ فارس "خسر و پرویز" کو سلام کی دعوت دی تھی۔ آپ نے حضرت عبدالعزیز کو حکم دیا کہ وہ اس نامہ مبارک کو بحرین یجائیں اور حاکم بحرین کے توسط سے خسر و تنگ اس کو پہنچا دیں۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ بحرین پہنچے اور حاکم بحرین منذر کے توسط سے کسریٰ کے دربار تک رسائی ہوئی۔ خسر و پرویز بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دربار کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد عبداللہ نے نامہ مبارک کسریٰ کے سامنے رکھ دیا۔ خسر و پرویز نے حکم دیا کہ ترجمان حاضر ہو۔ ترجمان آیا اور اس نے نامہ مبارک پڑھا۔ الفاظ یہ ہیں۔

## نامہ مبارک بنام خسر و پرویز کسریٰ فارس)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ الْکَسْرِیِّ الْعَظِیْمِ فَارِسِ سَلَامٍ عَلَیْ مَنْ اَتٰهُ الرِّهْدَیُّ وَ اَمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنْی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ کَافَّةً لَیْنٌ دَمِنْ کَانَ حَیًّا اَسْلَمَ تَسْلَمُ فَاِنْ اَبِیتَ فَعَلِیْکَ اِثْمُ الْمُجْرِمِ مَطْبَعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ خط ہے اللہ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام جو ہدایت کی پیروی کر لے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اسپر سلام۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں خدا کا پیغمبر ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ جو لوگ زندہ ہیں ان تک خدا کا پیغام پہنچا دیا جاوے۔

(۱) پرویز۔ نوشیروان عادل شہور بادشاہ کا پوتا اور ہرمز کا بیٹا تھا شام کے اکثر حصوں اس بادشاہ کے زمانہ میں ایران کی حکومت میں شامل ہو گئے تھے اور آیتہ الکرسی غلبت الروم فی احق الا رض الا یہ، اسی واقعہ میں نازل ہوئی حضرت عبدالعزیز کو اس سے پہلے متعدد بار فارس کے دربار میں جا چکے تھے اور وہاں کی مختلف شہروں کی سیاحت کر چکے تھے اسلئے ان کو اس سفارت کے لئے موزوں سمجھا گیا۔

اسلام لے آسالم رہیگا پس اگر تو انکار کرے تو

بیری گردن پر تمام جوس پارسینوں کا دباں رہیگا۔

گذشتہ واقعہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ عجم کا یہ دستور تھا کہ جب کسی بادشاہ کو کوئی تحریر لکھی جاتی تھی تو ابتدا اسی کے نام سے کی جاتی تھی کاتب کا نام آخر میں درج ہوتا تھا اور اس کے برعکس عربی کے دستور یہ تھا کہ پہلے خدا کا اور اس کے بعد کاتب کا نام ہوتا تھا نامہ مبارک جب پڑھا گیا تو خسرو پر ویر بخت غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ میرے غلام کو اور یہ جرات کہ میرے نام اس طرح خط لکھے اور طیش میں آکر نامہ مبارک کو پرزہ پرزہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن خذافہ اسی وقت دربار سے رخصت ہو کر مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے اور دربار نبوی میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح اس نے میرے خط کو چاک کیا حق تعالیٰ جلد ہی ہی طرح اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ بخاری نے اس واقعہ کو اس طرح روایت کیا ہے۔

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

علیہ وسلم نے کسریٰ کے پاس نامہ مبارک بجا

کسریٰ نے جو ہسکو پڑھا تو پرزہ پرزہ کر دیا۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا کی خدائے تعالیٰ ایزدینک

اقتدار کو بھی ہی طرح پرگندہ کرے۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم بعث

بکتابہ الی کسریٰ فلما قرع کسریٰ

مزقہ فدعا علیہم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان یمزقا

کل ممزق۔

مولانا نظامی قدس اللہ سرہ العزیز نے اس واقعہ کو ”شیرین خسرو“ میں بڑے جوش

کے ساتھ بیان کیا ہے۔

## مولانا نظامی اور داستانِ خسرو پر ویز

۱۱، شیریں خسرو میں مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے دو جگہ خسرو پر ویز، بعثتِ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دعوتِ اسلام کے واقعہ کو بہت زیادہ وضاحت اور جذبہٴ اسلامی کے ساتھ بیان فرمایا ہے اسلئے حبی چاہتا ہے کہ اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ان اشعار کو بھی نقل کر دیا جائے تاکہ اس مقدس اور بزرگ شاعر کا شاعرانہ زور بیانِ روح میں تازگی اور قلب میں سامانِ عبرت پیدا کر دے۔

خسرو، شیریں کے ساتھ خلوتِ کدہ میں بیٹھا ہوا ہے اور زرتشتی مذہب کا ایک مشہور پیشوا "موبد" جکا نام "بزرگ امید" بادشاہ کے سامنے حکمت کے جواہر ریزے بکھیر رہا ہے اور اس کو عمدہ عمدہ فصیح سنار رہا ہے۔

بزرگ امید بیان کر رہا ہے کہ خدا کے راز ہاتے سر بستہ کی کلید کسی کے پاس نہیں ہے اور وہاں تک کسی کی رسائی ناممکن اور محال ہے۔

البتہ ذاتِ احدیت اپنے معصوم پیغمبروں اور رسولوں پر جو اس کے "پیغامبر" اور "امین" ہوتے ہیں، کبھی کبھی انہیں سے بعض باتیں منکشف کر دیتا ہو مگر وہ اس کی امانت میں خیانت نہیں کرتے اور مرضی الہی کے خلاف ہرگز ہنگامہ نہ کرے کسی پر ظاہر نہیں کرتے۔

اسی سلسلہ میں خسرو کو "بنی امی" صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت کا واقعہ یاد آجاتا ہے اور "بزرگ امید" سے آپ کے متعلق بھی دریافت کرتا ہے۔

خسرو کے سوال اور بزرگ امید کے جواب کو "مولانا" ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

مگر پیغمبر! کہ ایساں مین اند  
 سخن خون شد بہ حصواں حواست  
 کہ شخصے در عرب عوی کند کسیت  
 جو ایش داد کاں حرفِ الہی  
 بگنبد در کند ہر شخص ناورد  
 مکن بازی شہا بادین تازی!  
 بجوشید از نہیب اندام پرویز  
 لے چوں بخت پرویزے نہ بودش

بنا حرم نگویند آنچه بینند  
 ملک پر سید از تاج رسالت  
 بہ نسبت دین او بادین ما چیت  
 بڑں است از سپیدی و سیاہی  
 برون از گنبد است آواز این مرد  
 کہ دین حق است با حق نیست بازی  
 چو اندام کباب از آتش تیز  
 صلّائے احمدی روزی نہ بودش

افسوس کہ ”بزرگ امید“ کے صداقت آفریں کلمات نے پرویز کے قلب پر کچھ بھی اثر نہ کیا اور اس بد بخت کی بد بختی نے اس کو دولتِ اسلام سے محروم ہی رکھا۔

اس کے بعد مولانا نے خسرو پرویز کی حکومت کے سقوط اور زوال اور اسکی تباہی و بربادی کے سلسلہ میں اس واقعہ کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

چنین گفتاں سخن پرد از شب نیز  
 کہ از شبہا شب روشن چو ہتاب  
 خراماں گشتہ بر تازی سمندے  
 بہ نرمی گفت باو کہ ای جواں مرد  
 جو ایش داد تا بے سرنہ گروم  
 سوار تند شد زناں جا روانہ

کزاں آمد فلل در ملک پرویز  
 جمال مصطفیٰ را دید در خواب  
 مسلسل کہ ز چوں کیسو کندے  
 رہ اسلام گیر از کفر برگرد  
 ازیں آئیں کہ دارم بر نہ گروم  
 بہ تند می زد بر ویک تازیانہ

ز خواب خوش چون خسرو برآمد  
 سہ ماہ ادرسنا کی گشت بسیار  
 یکے روز از خمار تلخ شد تیز  
 بیات اور جواہر حسانہ گنج  
 ز گنج و گوہر و ابریشمینہ  
 و زان بیاینگان را مایہ بخشم  
 سوسے گنجینہ رفتند آن دو ہم را  
 خرلیطہ بر خرلیطہ بستہ ز بخیر  
 چہل یک خانہ کہ اور گنج وان بو  
 بہر گنجینہ یک یک می رسیدند  
 چوشہ گنجی کہ پہاں بود دیدش  
 کلید شخہ پیش آورد گنجور  
 کلیدی در میان بود از زرناب  
 ز خازن باز جست آن گنج را سر  
 نشان دادند چون آگاہ شد نشا  
 چو خاریدند سنگ از سنگ خارا  
 درو بستہ یکے صندوق مرم  
 بفرمان شدہ آن در بر کشادند  
 طلسم یافتند از سیم سادہ  
 چو آتش دودی از مغزش برآمد  
 نختہ بیج شب زانند و تیمار  
 بخلوت گفت ہاشیر میں کہ بہ خیر  
 بہ بیسم آنچه از دلہا برو سنج  
 گزینم آنچه خواہم از خزینہ  
 رواں راز میں روش پیرا نچینم  
 ندیدند از جواہر بر زمین جا کے  
 ز خسرو تا بہ کینہ وہ میں گیسر  
 چہل زان آشکارا یک نہاں بود  
 متاع را کہ ظاہر بود دیدند  
 ہمہ با قفل ہر گنجے کلیدش  
 زمین از بار گوہر گشت رنجور  
 چوشمے روشن از پس رونق و تاب  
 کہ قفلے آن کلیدش بود برور  
 زمین را گفت کنند پر نشان گاہ  
 پدید آمد یکے طاق آشکارا  
 بر آن صندوق سیمین قفلے از زر  
 درون قفل را بیروں نہاوند  
 بڑیک پارہ لویچے زرنہا وہ

برآن لوح زرازیسے سرشتہ  
 طلب کردند پیرے تافرو خواند  
 چوں آں ترکیب را کردند خارش  
 کہ شاہ کاروشیر<sup>۱</sup> با یگان بود  
 زرا زانجم و گردوں خبر داشت  
 زہفت اخترچنین آورد بیرون  
 بدیں پیکر پدید آمد جو آنے  
 بجز گوش مالداختران را  
 زملت ہا برآید نام شاہی  
 یرو باید کہ دانا بگردد زود!  
 چو شاہنشاہ در آں صورت نظر کرد  
 بعینہ گفت این شکل جہاں تاب  
 چنان در کالبد جوشید جاننش  
 بپرسید از بربیدان جہاں گرد  
 ہمہ گفتند کہ این تمثال منظور  
 نماںد جز بدان منجیب ہر پاک  
 محمد کہ ایند از خلقتش گزید ہست  
 بروں شد شاہ ازاں گنجینہ دل تنگ  
 زرا اندر سیم ترکیبے نوشتہ  
 شہنشہ زان فروخواندن فرو ماند  
 گزارندہ چنین کردہ گزارشش  
 بچستی پیشوائے چا بگاں بود  
 در احکام فلک نیکو نظر داشت  
 کہ در چندیں قرآن از دور گردوں  
 در اقلیم عرب صاحب قرآنے  
 بدیں خاتم بود سنیبہ راں را  
 بشرع اور سید ملت خدائی  
 کہ جنگ او زیاں شد صلح اوسود  
 سیاست در دل وجانش اثر کرد  
 سوارے بود کاں شب دید ز خوا  
 کہ بیرون ریخت مغز از آخوانش  
 کہ در عالم کہ دید ہست این چنین مرد  
 کہ دل را دیدہ بخشد دیدہ را نور  
 کز و در مکہ عنبر بوئے شد خاک  
 ز بانس قفل دانش را کلید ہست  
 ازاں گوہر قوادہ بر سرش سنگ

(۱) آروفیر، خسرو پرویز کے اجداد میں سے نہایت زریک اور منجم بادشاہ تھا۔



جو شیریں دیدشہ را شور و مرغز  
 بشہ گفت لے بزبانی و را دی  
 دریں پیکر کہ پیش از ما نہفتند  
 چنین پیغمبر صاحب ولایت  
 نجاصہ حجتہ دارد الہی  
 رہ و رسم چنین بازی نباشد  
 اگر بزین اور غبت کند شاہ  
 ز باد افزاہ این در ستہ گردد  
 بہ غیر میں گفت خسرو راست گوئی  
 ویے ز اینجا کہ یزدان آفریدست  
 رہ و رسم نیاکان چوں گذام  
 دلم خواهد ولے بختم نہ سازد  
 در آن دوران کہ دوران رام او بود  
 رسولی ما بہ حجت ہاے قاہر  
 گہے میکرد مہ را خرقہ سازی  
 گہے با سنگ خار از میگفت  
 حضورش گنج رانا چیز میکرد  
 شکوہش کوہ را بنیاد میکند  
 پریشاں پیکرش زان پیکر نغز  
 طراز تاج و تخت کیقبادی  
 سخندانے کہ بہودہ نہ گفتند  
 کزو پیشینہ کردن این حکایت  
 دہد بر دین او حجت گواہی  
 برو جائے سرافرازی نباشد  
 نماںد خار و خاشاکے دریں راہ  
 باقبال اید پیوستہ گردد  
 بدیں حجت اثر پیدا ست گوئی  
 نیاکان مرالبت پیدا ست  
 ز شاہان گذشتہ شرم دارم  
 نو آئیں آنکہ بخت اور انوار د  
 ز مشرق تا مغرب نام او بود  
 بنوت در جہاں میکرد ظاہر  
 گہے میکرد بر مہ خرقہ بازی  
 گہے سنگش حکایت باز میگفت  
 نیش گنج بخشی تیز میگردد  
 برو بے خاک را چوں باد میکند

خلائق را بدعوت جام در داد  
 بہر کشور صلائے عام در داد  
 بفرمود از عطا عطرے سرشتن  
 بنام ہر کے شطرے نوشتن  
 عرب لا تازہ کرد از خط جامے  
 عجم را بر کشید از نقطہ خالے  
 چو از نام نجاشی باز پرداخت  
 ز بہر نام خسرو نامہ ساخت

## نامہ مبارک

سرنامہ بنام پادشاہ ہے  
 کہ بے جلے ست بے اونیت جا  
 خداوندے کہ خلاق الوجود است  
 وجودش تا ابد فیاض جو دست  
 قدیمے کا بخش مطلع ندارد  
 عظیمے کا بخش مقطع ندارد  
 تصرف با صفاتش لب بدوزد  
 خرد گردم زندہ خالے بسوزد  
 اگر ہر زاہدے کا ندر جہان است  
 بدوزخ در کند حکش روان است  
 اگر ہر عاصیے کو ہست غمناک  
 فرستد بہشت از کیستش باک  
 خداوندیش را علت سبب نیست  
 وہ و گیر از خداوندان عجب نیست  
 بیک پتہ کشد پیل افسرے را  
 ز سیرغے برد قلاب کاری  
 زہر یادے کہ بے اولب بگردان  
 سپاس اورا کن از صاحب سپاسی  
 زہر دعوی کہ بنامی الہ اوست  
 زہر معنی کہ بینی بادشہ اوست  
 ز قدرت در گذر قدرت خدا راست  
 تو فرمان دار شو فرمان اور است  
 بہر معنی کہ بینی بادشہ اوست

خدائی نماید از مشیت پرستار  
 تو لے عاجز کہ خسرو نام داری  
 تو مخلوقی کہ آخر مردن خواهی  
 اگر بے مرگ بوے بادشاہی  
 کہ میدانند کہ مشیت خاک عبوس  
 بیس در خود کہ خود بین را بر نیست  
 بخود بگذر کہ در قانون مقدار  
 زمین از آفرینش هست گردے  
 عراق از بچ مسکون ست بہرے  
 دران شہر آدمی باشد زہر باب  
 قیلے باز گیر از راہ نبیش  
 بہ بین تا پیش تعظیم الہی  
 گواہی وہ کہ عالم را خدا نیست  
 خداے کاومی را سروری داد  
 ز طبع آتش پرستے را جدا کن  
 بخوسی را محس بر دوو باشد  
 در آتش مادہ ایس هست ناخوش  
 خدائی را خدا آمد سزاوار  
 اگر کے خسروی صد جام داری  
 ز دست مرگ چون جان برد خواهی  
 بسا دعوی کہ رفتے در خدائی  
 چہ در مزار داز نیرنگ و ناموس  
 خذ بین شو کہ خود بینی ہنر نیست  
 حساب آفرینش هست بسیار  
 در وایں بچ مسکول آب خوردے  
 در آن بہرہ مدایں هست شہرے  
 توئی زان آدمی یک شخص ر خواب  
 حد و مقدار خود بین ز آفرینش  
 چہ باشد در حساب ایں بادشاہی  
 نہ در جائے نہ حاجت مند جائیت  
 مرا بر آدمی پنہیبری داد  
 بہشت شرع بین دونخ را کن  
 کے کالتش کشد لمزود باشد  
 مسلمان شو مسلم گرد ز آتش

چونامہ ختم شد صاحب فی روش  
 بعنوان بر محمد ہر کردش

## اقاصدِ سولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و خسرو پرنیر شاہِ ایران )

بدستِ واثق جلد و سبک نیز  
 چو قاصد عرض کرد آں نامہ بر تو  
 بہر حرفے کز آں منشور میخواند  
 ز تیزی گشت ہر مویش سنانے  
 چو انواع گاہ عالم تاب را دید  
 سوائے دید روشن و ہشت انگیز  
 غور باد شاہی بر دوش از راہ  
 کہ از ہرہ کہ با این احترام  
 صبح از سرنخی چو آشگاہ خود کرد  
 درید آں نامہ گردوں شکن را  
 فرستادہ چو دید آں خشنماکی  
 ازان آتش کہ او دو دہتی داد  
 ز گرمی آن چراغ گردن افراز  
 عجم رازاں دعا کسری و رافتاد

فرستاد آں وثیقہ سوتے پرویز  
 بچو شیدا زیست خونِ خسرو  
 چو ایفوں خوردہ محنور در ماند  
 ز گرمی ہر گش آتش فشانے  
 تو گوئی سگ گزیدہ آب را دید  
 نوشتہ از محمد سوتے پرویز  
 کہ گستاخی کہ آرد با چو من شاہ  
 نویس نام خود بالا سے نام  
 بچشم اندیشہ بد کرد و بد کرد  
 نہ نامہ بلکہ نام خویشتن را  
 سبک رجعت نمود آں مرد وفا کی  
 چراغ آگہاں را آگہی داد  
 دعا را داد چون پروانہ پرواز  
 کلاہ از تازک کسری و رافتاد

## انجام بد

برو آشفته شد آں پادشاہی

ز معجز ہائے شرع مصطفائی

سریش را سپہ از زیر برداشت  
 پسر و کشتش شمشیر برداشت  
 بر آمد ناگہ از گردوں طراقتے  
 زایویشش فردا فدائے  
 پلے بردجلہ ز آہن بود بستہ  
 در آمد سیل و آں پل شد شکستہ  
 پدید آمد سموم از آتش انگیز  
 نہ گلگوں ماند در آخر نہ شبدایز  
 تہ شد شکش و حرب و یلغار  
 عقابش را کہوتر زو بنقار  
 در آمد روئے از در چوب دروست  
 بخشم آن چوب با گرفت شکست  
 بد و گفتمہ من آں پولاد و ستم  
 کہ دینت را بدین خواری شکستم  
 دراں دوران ز معجز ہائے مختار  
 بے عبرت جنین آمد پدیدار  
 تو آں سنگین دلاں را بین کہ دید  
 بہ تائید الہی نگہ دیدند  
 اگر چہ شمع دین دو دے ندارد  
 چو چشم اعمی بود سو دے ندارد  
 ہدایت شاں نہ بڈچوں در ہدایت  
 بدال محروم مانند از عنایت<sup>۳۲</sup>

(۱) خسرو کا مشہور گہوڑا جیکے متعلق مشور ہے کہ شیریں کو اس کے وطن سے فرار کرنے میں اس کی سبکداری کا کام آئی۔ (۲) ایرانی پرچم پر عقاب کی تصویر ہوتی تھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ (۳) فرشتہ مراد ہے۔

(۴) اس تمام نظم میں ان واقعات کے علاوہ جسکا ذکر ہم روایات صحیحہ سے نقل کر چکے ہیں انشاء اللہ ابونعیم اصفہانی کی دلائل النبوة اور شیخ جلال الدین سیوطی کی "خصائص" کی ان روایات سے ماخوذ ہیں جو محدثین کے نزدیک یا حد درجہ ضعیف ہیں اور یا موضوع ہیں۔

اور سیرتِ جلیہ میں ہے کہ ابھی کسریٰ نے نامہ کے مضمون کو پورا سنا ہی نہ تھا۔ کہ غصہ میں نامہ مبارک کے پرزے پرزے کر دئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر کو دربار سے نکلوا دیا۔ عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو ناقہ پر سوار ہو وہاں سے روانہ ہو گئے۔ کسریٰ کو ہوش آیا تو دریافت کیا کہ سفیر کہاں گیا تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ جا چکا۔

کسریٰ کے دربار میں حضرت عبد اللہ کی تقریر

اور پہلی نے وضو لائف میں روایت نقل کی ہے کہ جب عبد اللہ بن حذیفہ پایۂ تخت ایران میں داخل ہوئے اور کسریٰ کے دربار میں پہنچے اور کسریٰ نے نامہ مبارک کے شروع الفاظ پر اٹھارنا راضی کیا تو حضرت عبد اللہ نے اہل دربار کے سامنے یہ تقریر کی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

www.pakbooksfree.pk

اے اہل فارس عرصہ دراز سے تمہاری زندگی ایسی جہالت میں گزری ہے کہ تمہارے پاس کوئی الہامی کتاب ہے اور نہ کسی نبی نے تم میں ظہور کیا ہے جس حکومت پر تمکو گنہند ہے وہ خدا کی زمین کا بہت مختصر حصہ ہے خدا کی اس زمین پر اس سے کہیں بڑی بڑی حکومتیں موجود ہیں اور رہ چکی ہیں اور لے بادشاہ تجھ سے پہلے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں ان میں سے جس شخص آخرت کو منبتائے مقصود سمجھا دنیا سے اپنا حصہ لیکر باہر اویگا اور جس نے دنیا کو مقصود بنایا اس نے آخرت کے حصہ کو ضائع کر دیا حصول دنیا کی سعی میں ہر شخص سرگرداں و مختلف الخیال ہے لیکن آخرت کا انصاف سب کے لئے یکساں ہے افسوس میں جس پیغام کو تیرے پاس لیکر آیا تو نے اس کو حقارت سے دیکھا حالانکہ تجھ کو معلوم ہے کہ یہ پیغام ایسی جگہ سے آیا ہے جس کا خوف تیرے قلب پر ظاہر ہے

یہ یاد رہے کہ یہ حق کی آواز تیری تھی تو تجھ سے دب نہیں سکتی اور تیرا جھٹلانا تجھ کو اس اعلانِ حق کی زد سے نکال نہیں سکتا اور واقعہ ذی قار اس کی ایک واضح شہادت ہے جو خسرو پر وزیرِ نوٹو پہلے سے ہی غضبناک ہو رہا تھا حضرت عبداللہ کی اس بیباکانہ تقریر سے آپے سے باہر ہو گیا اور غصہ میں آکر نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا اور حضرت عبداللہ سے کہنے لگا چہ خوش جھگو عرب پر غالب آنے میں ادنیٰ سا بھی خطرہ نہیں میں بلا شرکتِ غیر سے اس پر قابض ہو سکتا ہوں کیا تجھے معلوم نہیں کہ فرعون کس طرح بنی اسرائیل کا مالک بنا۔ تم بنی اسرائیل سے بہتر نہیں ہو اور میں فرعون سے بہتر ہوں۔ پھر میرے تم پر غالب آنے اور تم کو غلام بنا لینے میں کیا چیز مانع ہے۔

رہا میری حکومت کا معاملہ سو یہ بین جانتا ہی ہوں کہ اسپرکتوں کی طرح تمہارا دانت ہیں اور تم چلہتے ہو کہ اس سے اپنا پیٹ بہرہ وادرا آ نکھیں ٹھنڈی کرو اور ذی قار کا واقعہ شام کا واقعہ ہے یہ ایران ہے شام نہیں ہے۔

خسرو پر وزیر کا غصہ اب بھی فرو نہیں ہوا اور اس نے صوبہ یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ سرزمینِ عرب میں ایک شخص مدعی نبوت ہے تم فوراً دو شخص حجاز روانہ کرو تاکہ وہ اس سے باز پرس کریں کہ اس نے ہمارے ساتھ ایسی گستاخی کس لئے کی۔

باذان نے اپنے میر بنی بابویہ اور خرخرہ کو اس سفارت پر حجاز روانہ کیا۔ جب یہ دونوں طائف پہنچے تو قریش کے چند انخاص سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس وقت مدینہ میں موجود ہے قریش نے اسے دریافت کیا کہ وہ کس لئے اسکو دریافت کرتے ہیں۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم اس مدعی نبوت سے اسکی اس جرأت کا کہ اس نے فارس کے شاہنشاہ کے

دربار میں گستاخانہ خط لکھا، جواب طلب کرنے جا رہے ہیں قریشیوں نے جب یہ سنا تو بیدخوش ہوئے اور آپس میں کہنے لگے یہ بہت اچھا ہوا کہ فارس کا شاہنشاہ اسکے دیپے آزار ہے اب ہکو اس سے جنگ کرنیکی ضرورت باقی نہ رہیگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی جماعت میں رونق افروز تھے کہ بابویہ اور خزرجی مدینہ طیبہ پہنچے اور حاضر دربار نبوی ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مگر عظمت دربار کا جواثر ان دونوں پر پڑا خسرو پر ویز کے پرہیزبیت دربار نے بھی کبھی ہتھدر انکو متاثر نہیں کیا تھا۔

بابویہ نے باذان کا خط پیش کیا آپنے مضمون خط معلوم کر کے ارشاد فرمایا کہ ابھی تم قیام کرو سوچ کر جواب دیا جا بیگا سفارت نے پندرہ روز مدینہ میں قیام کیا بعض ارباب سیر نے بیان کیا ہے کہ آپنے جب بابویہ اور خزجرہ کے چہرہ کو دیکھا تو طبع مبارک کلمہ ہوئی بابویہ اور اس کا ساتھی ایرانی رسم و رواج کے مطابق دائرہی منڈائے اور سوچوں کو متکبرانہ انداز سے بل دیئے ہوتے تھے۔ آپنے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ متکبرانہ انداز کی تعلیم تمہاں سے حاصل کی، بابویہ نے عرض کیا کہ حضور ہمارے سلطان کا یہی طرز ہے اور ہم سب اسی لئے اس طرز کو محبوب رکھتے ہیں۔ آپنے یہ سن کر فرمایا ہاں سے مالک نے تو ہکو یہ حکم دیا ہے کہ ہم باوقار زندگی اختیار کریں دائرہی بڑھائیں اور بیس ترشوائیں۔ مغرور آدمی خدا کو پسند نہیں۔

پندرہ روز کے بعد آپنے انکو مجلس میں بلایا اور ارشاد فرمایا کہ جس دنیوی جاہ جلال کے دربار سے تم میرے پاس آئے ہو قسمت نے اسکا پانسہ پلٹ دیا اور تمہارے بادشاہ خسرو پر ویز، کو خود اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا۔ جاؤ تمکو جلد ہی معلوم ہو جائیگا کہ طبری نے براہیت واقدی بیان کیا ہے کہ شیرویہ نے اپنے باپ خسرو پر ویز کو، ۱۰ جادی ۱۱۷ھ میں قتل کر دیا۔



کہ اسلامی حکومت کسریٰ کے پایہ تخت تک پہنچ جائیگی۔

بابویہ نے جب یہ سنا تو کہنے لگا دیکھئے آپ کہیں جھکود ہو کا تو نہیں مے رہے ہیں اگر ایسا ہے تو یاد رکھئے کہ ہمارا بادشاہ بڑی شان و شوکت رکھتا ہے آپ اس طرح اسکی قلمرو سے جان بچا کر نہیں نکل سکتے۔ آپ نے زیر لب تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا نہیں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ سب صحیح ہے تمکو خود اس کا اندازہ ہو جائیگا۔ جب تم یہ جانتے ہو کہ میں اس کی قلمرو سے بھاگ نہیں سکتا تو پھر تمکو کیا خوف ہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب باذان کے سفیروں کو واپس ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی تو خرخسہ کو ایک مطلقاً پٹکہ مرحمت فرمایا یہ پٹکہ سلطان مصر مقوس نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا اور بابویہ کو بھی اسی طرح کچھ عنایت فرما کر سفارت کو عزت و احترام کے ساتھ واپس فرمایا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

باذان حاکم مین۔

عرب کے صوبوں میں سے ایک مشہور سرسبز و شاداب صوبہ یمن ہے۔ یمن کے معنی عربی لغت میں ”برکت“ کے ہیں اس صوبہ کی سرسبزی و شادابی کی وجہ سے اہل عرب اسکو یمن کہتے ہیں۔ یہاں علاقہ، اہل سبا، اہل معین، عاد، اور حمیر کی مشہور سلطنتیں قائم رہ چکی ہیں اور وقتاً فوقتاً روم۔ فارس۔ اور حبشہ کی حکومتیں اسپر حملہ آور ہوتی رہی ہیں۔ یمن کی حدود یہ ہیں۔ مشرق میں عمان و بحرین۔ مغرب میں بحر احمر۔ شمال میں حجاز۔ نجد اور یامامہ۔ جنوب میں بحر عرب۔ قدیم زمانہ میں ہندوستان۔ فارس۔ مصر اور عراق کی باہم تجارت اہل یمن ہی کے توسط سے ہو کرتی تھی عروج اسلام سے پہلے اہل حبشہ کو شکست دیکر فارس نے اسپر قبضہ کر لیا اور سب سے پہلے حبشہ پرورد کو اسلام کا پیغام بھیجا گیا۔

اہل فارس ہی اسپر قابض تھے اور یہ فارس کا ایک صوبہ تھا اور اسپر باذان حکمرانی کرتا تھا باذان کے پاس جب بابویہ اور خرخرہ پہنچے تو انہوں نے دربارِ نبوی کے تمام حالات بیان کئے اور جو پیش گوئی اور جواب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اسکو بھی نقل کر دیا۔

باذان نے جب پیغامِ نبوی سنا تو کہنے لگا کہ جو حالات تم نے سنائے ہیں اور پیغام تم نے لاکر دیا ہے اگر یہ سب صحیح ہے تو وہ شخص یقیناً خدا کا سچا پیغمبر ہے۔

ادھر تو بابویہ اور خرخرہ ”مین“ واپس آئے اور دوسری طرف شیرویہ کا پیغام باذان کے پاس پہنچا کہ خرخرہ پرویز قتل کر دیا گیا اور رعایا کو اس کے ظلم سے نجات مل گئی اور اب میں میرے آراءے سلطنت ہوں۔ تمکو اسی طرح حکومت کا وفادار رہنا چاہئے جیسا کہ اب تک تمہارا طریقہ عمل رہا ہے۔ اور عرب کے جس شخص کے متعلق خرخرہ نے باذان پر اس کا حکم دیا تھا اہل اطلاع ثمانی اُس کے ساتھ کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ باذان ان تمام حالات و واقعات کو دیکھنے اور سننے کے بعد صداقتِ اسلام کا قائل اور ایک بڑی جماعت کے ساتھ مشرف باسلام ہو گیا۔ باقی اہل مین سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

زوالِ فارس۔

مورخین کہتے ہیں کہ شیرویہ پنجابِ خسرو پرویز کی بی بی شیریں پر عاشق تھا۔ لیکن شیریں کسی طرح شیرویہ کی طرف متوجہ نہ ہوتی تھی، شیرویہ نے یہ سمجھا کہ شاید خسرو کے قتل کر دینے کے بعد یہ مسئلہ حل ہو جائے اسلئے اُسکو قتل کر دیا۔ شیریں کو جب خسرو کے قتل کا حال

معلوم ہوا تو اُس نے زہر کہا کر اپنا کام تمام کر لیا۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد شیر و یہ ایک روز شاہی دو خانہ پہنچا اور کسی زہر پی دوا کو نشہ دار و سمجھ کر کہا گیا۔ ہر چند علاج معالجہ ہوا لیکن شیر و یہ جانبر نہ ہو سکا اس کے بعد خسرو کی بیٹی بوران تخت نشین ہوئی مگر وہ بھی کچھ زیادہ مدت تک حکومت نہ کر سکی۔ غرض خسرو پرویز کے بعد تختِ فارس پر کسی حکمران کو اطمینان سے حکومت کرنا نصیب نہوا اور حکومتِ فارس کے اقتدار کا آفتاب ”گہن میں آ گیا۔“

آخر اللہ ہمیں خلیفہ دوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لشکرِ اسلام فارس میں داخل ہوا اور اس کے اقتدار کو جو کہ ”یزدگرد“ کے نام سے آخری سانس لے رہا تھا ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اور ”درفش کاویانی“ کی جگہ تمام قلمرو میں ”پرچمِ اسلامی“ لہانے لگا اور اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت حرف بحرف صحیح ہوئی۔

اذا اھلک کسی فلا کسی بعد کا۔ جب کسریٰ ”خسرو پرویز“ ہلاک ہو جائیگا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ پیدا نہوگا یعنی فارس کی حکومت کا

وہ اقتدار جو خسرو پرویز کے زمانہ میں تھا ختم ہو جائیگا

اور اس کی حکومت پر زہر پڑے ہو جائیگی۔

## چوتھا پیغام شاہِ ہرمزان کے نام<sup>(۳)</sup>

زمانہ نبوت میں فارس کے ایک قلعہ پر خاندانِ شاہی کے ایک شہنشاہ ہرمزان کی حکومت تھی۔ ابواز سدہ ہرمزان تسمت۔ اور سوس اس کے قلمرو کے مشہور شہر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرمزان کو یہی سلام کا پیغام بھیجا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس نامہ مبارک

(۱) تاریخ التواتر ج ۱۲، (۲) مسلط حارث ثانی۔ (۳) مشہور ہجری کے واقعات میں جن خطوط کا تذکرہ فرست سابقہ میں آچکے ہے۔ یہ ان سے جدا صنفی طور پر بیان درج کیا گیا ہے۔

کی سفارت کا شرف کس کو نصیب ہوا۔ قیاس اسکو چاہتا ہے کہ عبداللہ بن  
خدا فہ سہمی ہی ”جو کہ خسرو پر ویز کے پاس پیغام لیکر گئے تھے“ اسکو بھی لیکر گئے ہونگے۔  
نامہ مبارک کی عبارت یہ ہے۔

## رنامہ مبارک بنام ہرمزان حاکمِ رامہر مزہ

من محمد عبد اللہ ورسولہ الی  
یہ خط ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو اللہ کا  
الہرمزان انی اعوک الی الاسلام  
بندہ اور اسکا رسول ہے ہرمزان کے لئے۔ میں تجھکو  
اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کراور سلاتی  
آسلیم شاکم۔  
حلیل کر

نہیں معلوم کہ ہرمزان نے اسکا کیا جواب دیا لیکن اسلام قبول نہ کیا۔ اسکے بعد عداوتی  
میں حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔

۱۱ھ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جب سوس کے بعد رامہر مزہ کا محاصرہ  
کر لیا تو آٹھ لاکھ درہم سالانہ پر صلح ہو گئی۔ یزدگرد جو کیانی سلطنت کا آخری تاجدار تھا تم میں  
مقیم تھا اسکو مسلمانوں کی اس مسلسل پیش قدمی نے بہت پریشان کر رکھا تھا۔ اسکو دیکھ کر  
ہرمزان نے ”جو کہ شیر ویدہ کا ماموں تھا اور فارس کے ایک حصہ پر حاکم تھا“، یزدگرد سے کہا کہ  
اگر آپ جھکو اہواز فارس عطا فرماویں تو میں عرب کی اس پیش قدمی کو روک دوں۔ یزدگرد  
نے فوراً ہی مان لیا اور عظیم الشان لشکر ساتھ کر دیا۔ ہرمزان نے خوزستان کے صدر مقام  
نقوستر کو فوجی چھاؤنی بنایا اور قلعہ کی مرمت کر کے جنگ کے لئے پوری طرح مستحکم کیا۔ حضرت  
ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت نعمان بن مقرنؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت جریر بن عبد اللہؓ

بجلی کی رضی اللہ عنہم) زیریادت ایک لشکر جو اریک شہر کی طرف کوچ کیا۔ ہرمزان نے پہلے روز قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا مگر شکست کھا کہ شہر پناہ کے پہاٹک بند کر لئے ایک روز شہر کا ایک آدمی ابو موسیٰ شہری کے پاس چھپکے آیا اور کہنے لگا کہ جان و مال کی امان چاہا تو میں قلعہ فتح کرا سکتا ہوں حضرت ابو موسیٰ نے ایک شخص اشترس نامی کو اس کے ساتھ کر دیا۔ فارسی شخص ہنردجل سے ”جو وجہ کی ایک شلخ ہے اور شوستر کے نیچے بہتی ہے“ پارٹر کر ایک تہ خانہ کی راہ سے شہر میں داخل ہوا اور اشترس کے منہ پر چادر ڈال کر کہا کہ لوکر کی طرح میرے پیچھے چلا آ۔ اشترس اور فارسی شخص کو چہ و بازار سے گذر کر ہرمزان کے دربار شاہی تک پہنچ گئے۔ ہرمزان اس وقت اپنے وزرا اور امرار کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ پارسی اشترس کو تمام عمارات اور راہوں کے نشیب و فراز دکھا کر واپس ابو موسیٰ شہری کے پاس لایا اور کہنے لگا کہ میں جو کچھ کہ سکتا تھا گذرا آگے آپکی خدمت و تقدیر اشترس نے آپکی تائید کی اور عرض کیا کہ اگر دو سو بہادر میرے ساتھ کر دیئے جائیں تو میں شہر پر باسانی قبضہ کرا سکتا ہوں فوراً مجاہدین میں سے دو سو بہادر سامنے آئے اور اشترس کو ساتھ لیکر تہخانہ کے بستہ شہر پناہ کے دروازہ پر پہنچے اور پہرہ والوں کو قتل کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ دروازہ کے سامنے ابو موسیٰ فوج لئے کھڑے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی فوج شہر میں داخل ہوئی اور شہر میں اٹھل چڑھ گئی۔ ہرمزان بہاگ کر قلعہ میں پہنچ گیا اور قلعہ کے دروازے بند کر کے ایک برج پر کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ میرے ترکش میں اب بھی سو تیرہ باقی ہیں اور جب تک اسے قدر آدمی زمین پر نہ ترٹے پنہ لگیں میں گرفتار نہیں ہو سکتا تاہم اس شرط پر آتے آتا ہوں کہ تم مجھ کو عمر ابن الخطاب کے پاس مدینہ بھیج دو اور جو فیصلہ بھی ہو عمر بنی کے ہاتھ سے ہو۔ ابو موسیٰ نے اسکو منظور کر لیا اور فوراً ایک وفد جس میں حضرت

انس بن مالکؓ اور حضرت احف بن قیسؓ ہی شامل تھے، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہم کئی خدمت میں روانہ کیا اور وفد کے ہمراہ ہرمزان کو بھی اس شان کے ساتھ بھیجا کہ شاہی لباس بدن پر، اور تاج شاہی سر پر، ہاتھ جو مل دیا قوت سے مرصع تھا، اور عجمی بادشاہوں کی طرح بیش بہا زیورات بدن پر تھے۔

یہ جب مدینہ پہنچے تو خلیفہ اعظم کو دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ کوفہ کا ایک وفد آیا ہوا ہے۔ مسجد نبوی میں اُس سے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ صحنِ مسجد میں سر کے نیچے کپڑا رکھے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ ہرمزان نے ساتھیوں سے پوچھا کہ عمر کہاں ہیں؟ انہوں نے اشارہ سے بتایا کہ یہ شخص جو سو رہے ہیں عمرؓ ہیں۔ ہرمزان نے کہا کہ ان کے دربان۔ چوہدار وغیرہ کہاں ہیں ہم انہوں نے جواب دیا کہ ان چیزوں کا یہاں گذر نہیں۔ ہرمزان یہ سن کر کہنے لگا کہ یہ شان تو پیغمبروں کی ہوتی ہے۔ ہم انہوں نے جواب دیا کہ یہ اگر چہ نبی نہیں ہیں لیکن مشکوٰۃ نبوۃ سے ہی فیضیاب ہیں۔ حضرت عمرؓ اس گفتگو سے بیدار ہو گئے۔ اٹھے تو سامنے شاہی ملبوس میں ایک شخص کھڑا نظر آیا۔ معاف فرمایا۔ ہرمزان؟ ہرمزان نے جواب دیا کہ بیشک میں ہی ہرمزان ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے اسلام کو غالب کیا اور شرک ذلیل ہوا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اور ہرمزان کے درمیان اس طرح سلسلہ گفتگو شروع ہوا اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے توجہ ان کی خدمت انجام دی۔ حضرت عمرؓ۔ ہرمزان تو نے دیکھا کہ غداری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور خدائے تعالیٰ نے تیری پیہم غداریوں کا تہکوک کیا صلہ دیا۔

ہرمزان۔ عمر۔ جب زمانہ جاہلیت تھا تو تم اور ہم دونوں قومیں جاہلیت میں مساوی تھیں

اس زمانہ میں خدا ہمارے ساتھ تھا ہم ہمیشہ تم پر کامیاب و غالب ہے اب خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہے اور تم ہم پر غالب ہو۔

حضرت عمرؓ۔ اچھا پیہم عہد کی خلاف ورزیوں کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔  
ہرمزان۔ مجھے خوف ہے کہ اس سے پہلے کہ میں اسکا تفصیلی جواب دوں قتل نہ کر دیا جاؤں۔

حضرت عمرؓ۔ تو اسکا قطعی خوف نہ کر۔

ہرمزان۔ جھکو پیاس لگی ہے۔

ایک شخص نے معمولی آنچورہ میں پانی لاکر دیا ہرمزان کہنے لگا کہ اگر پیاس سے مرہی جاؤں تو سہی اس آنچورہ سے پانی نہیں پی سکتا۔ آخر ایک عمدہ پیالہ میں پانی دیا گیا تو کہنے لگا ہرمزان۔ جھکو خوف ہے کہ پینے کی حالت میں نہ مار ڈالا جاؤں۔

حضرت عمرؓ۔ بخوف پانی پی جب تک پانی پیکر فارغ نہ ہو جائیگا کوئی تجھکو قتل نہیں کر سکتا۔  
ہرمزان نے یہ سنکر فوراً پانی گرا دیا۔

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ پیالے میں اور پانی لے آؤ اور جب تک یہ پانی سے فارغ نہ ہو جائے ہرگز قتل نہ کیا جائے۔

ہرمزان۔ مجھے پانی کی کوئی ضرورت نہیں نہ جھکو پیاس لگی ہے میں تو اس جیلہ سے تمہاری امان چاہتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے ہرمزان میں جھکو ضرور قتل کروں گا۔

ہرمزان۔ تم جھکو امان دے چکے اب ہرگز قتل نہیں کر سکتے۔  
حضرت عمرؓ۔ بالکل جھوٹ۔

حضرت عمرؓ۔ بالکل جھوٹ۔

حضرت انس بن مالکؓ۔ امیر المومنین یہ سچ کہتا ہے آپ نے اسکو امان دیدی۔

حضرت عمرؓ۔ انس۔ کیا مجزاة بن ثورؓ اور برہہ بن مالکؓ کے قاتل کو میں امان دے سکتا ہوں۔ صحیح صحیح بیان کرو ورنہ تمکو بھی سزا ملے گی۔

حضرت انسؓ۔ امیر المومنین۔ ابھی آپ نے ہرمزان سے یہ فرمایا کہ جب تک تو اپنا جواب ختم نہ کر لینگا اور جب تک تو پانی پینے سے فارغ نہ ہو جائیگا تبھے ہرگز قتل نہ کیا جائیگا ہرمزان آپکو نہ خبر سنائیگا اور نہ پانی پئے گا پھر آپ کس طرح اسکو قتل کر سکتے ہیں۔ حضرت انس کے اس قول کی اہل مجلس نے بھی منفقہ تائید کی۔

حضرت عمرؓ۔ واللہ ہرمزان تو نے مجھکو دھوکا دیا۔ اب تجھکو امان ہے مگر تجھکو چاہئے کہ اسلام میں داخل ہو جا۔

ہرمزان۔ میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

ہرمزان سے کئی دریافت کیا کہ تجھکو اس حیلہ کی کیا ضرورت تھی۔ پہلے ہی اسلام کیوں نہ قبول کر لیا۔

ہرمزان نے جواب دیا کہ میرے دل میں اسلام کی صداقت پہلے ہی اثر کر چکی تھی۔

لیکن یہ حیلہ صرف اسلئے کیا کہ کہنے والے یہ نہ کہیں کہ قتل کے خوف سے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور دو ہزار سالانہ ان کا وظیفہ مقرر کر کے ان کو مدینہ

طیبہ ہی میں رہنے کی اجازت دیدی حضرت عمرؓ اکثر فارس کی جنگوں میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔



## پانچواں پیغام عزیز مصر مقوقس کے نام

مصر و عزیز مصر

بڑا عظیم افریقہ کے شمالی حصہ کا وہ مشہور ملک جسکے تلج و تخت کے غور میں فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا مصر کہلاتا ہے۔ عروج اسلام سے قبل یہ ملک روم کی سلطنت کا ماتحت سمجھا جاتا تھا اور اس کے فرمانروا رومی حکومت کے باجگذار تھے۔ مصر کے حدود اربعہ یہ ہیں۔ شمال میں بحر روم۔ جنوب میں سوڈان۔ مشرق میں بحر قلزم۔ مغرب میں ریگستان صحارے۔ مصر میں اس وقت دو قومیں آباد تھیں۔ رومی جو مصر کو اپنی نوآبادی (کالونی) سمجھ کر آباد تھے۔ تجارت و زمینداری بھی کرتے تھے اور سرکاری عہدوں پر بھی مامور تھے اور فوج کا ایک بڑا عنصر بھی ہی تھے۔ قبلی جو مصر کے خاص باشندے تھے اور فراعنہ مصر کے عہد حکومت میں صدیوں تک پینیریوں کی اولاد "بنی اسرائیل" کو غلام بنائے رہے اور اس وقت بھی قیصر کی زیر سیادت حکمران سمجھے جاتے تھے انکا بادشاہ مقوقس بھی قبلی ہی تھا۔

مصر کے بادشاہوں کا لقب اگرچہ فرعون تھا۔ لیکن قرآن حکیم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں مصر کے بادشاہ کو عزیز کا لقب دیا ہے۔ مقوقس اگرچہ قبلی نسل تھا لیکن رومیہ الکرینی کے سلاطین کی عیسائیت کا اثر چونکہ مصر ہی قبول کر چکا تھا اسلئے مقوقس ہی مذہباً عیسائی، اور اپنے مذہب کا بہت بڑا عالم تھا۔ مصر کا دار السلطنت اُس زمانہ میں مشہور شہر اسکندریہ تھا، کہا جاتا ہے کہ اس ملک کی ابتدائی آبادی مصر بن مصر ائم بن حام بن نوح علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی ہے اور اسی کی نسل اس ملک کی سب سے پہلی آباد قوم شمار کی جاتی ہے۔

۱۱) مورخین لکھتے ہیں کہ مصر کی سب سے پہلی آباد قوم مصر بن حام کی اولاد تھی اور یہی لوگ یہاں برسر حکومت تھے مگر زمانہ کی تاریخ عروج و زوال نے یہاں ہی اپنا اثر دکھایا اور حام بن نوح علیہ السلام کی اس نسل کے رقبی آئندہ

## دعوتِ اسلام

شاہِ مصر "مقوقس" بھی ان چھ بادشاہوں میں سے ہے جنکو ۳۰۰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغامِ اسلام کے لئے نامہ مبارک لکھا اس سفارت کا شرف حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی کو بخشا گیا۔ حضرت حاطب اُن مشہور جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بدر کے غزوہ میں شریک ہو کر اسلام کی فداکاری کا اُس وقت ثبوت دیا تھا جب مسلمان بے سر و سامان بھی تھے اور تعداد میں بھی کم تھے۔ انہی صحابی کا وہ مشہور واقعہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا قصد فرمایا تو حاطب نے قریش مکہ کو خفیہ خط لکھا اور اس میں آپ کے اس ارادہ کی اطلاع دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ یہ حال

۱۸۰  
بقیہ ۱۲۹  
۱۱۹  
۱۱۸  
۱۱۷  
۱۱۶  
۱۱۵  
۱۱۴  
۱۱۳  
۱۱۲  
۱۱۱  
۱۱۰  
۱۰۹  
۱۰۸  
۱۰۷  
۱۰۶  
۱۰۵  
۱۰۴  
۱۰۳  
۱۰۲  
۱۰۱  
۱۰۰  
۹۹  
۹۸  
۹۷  
۹۶  
۹۵  
۹۴  
۹۳  
۹۲  
۹۱  
۹۰  
۸۹  
۸۸  
۸۷  
۸۶  
۸۵  
۸۴  
۸۳  
۸۲  
۸۱  
۸۰  
۷۹  
۷۸  
۷۷  
۷۶  
۷۵  
۷۴  
۷۳  
۷۲  
۷۱  
۷۰  
۶۹  
۶۸  
۶۷  
۶۶  
۶۵  
۶۴  
۶۳  
۶۲  
۶۱  
۶۰  
۵۹  
۵۸  
۵۷  
۵۶  
۵۵  
۵۴  
۵۳  
۵۲  
۵۱  
۵۰  
۴۹  
۴۸  
۴۷  
۴۶  
۴۵  
۴۴  
۴۳  
۴۲  
۴۱  
۴۰  
۳۹  
۳۸  
۳۷  
۳۶  
۳۵  
۳۴  
۳۳  
۳۲  
۳۱  
۳۰  
۲۹  
۲۸  
۲۷  
۲۶  
۲۵  
۲۴  
۲۳  
۲۲  
۲۱  
۲۰  
۱۹  
۱۸  
۱۷  
۱۶  
۱۵  
۱۴  
۱۳  
۱۲  
۱۱  
۱۰  
۹  
۸  
۷  
۶  
۵  
۴  
۳  
۲  
۱

(بقیہ ۱۲۹) تمدن و تہذیب اور سطوت و شوکت کا زوال شروع ہوا اور سام بن نوح علیہ السلام کی نسل میں سے علیق بن لاوذ کی اولاد نے عروج حاصل کیا۔ اولادِ علیق جنگو تاج میں عاملہ کہا جاتا ہے۔ جمالی اعتبار سے سے ہی قوی الجنت اور بہادر تھے شام و اطرافِ شام عراق و اطرافِ عراق اور عربِ عجم کے بعض حصص پر بڑی شان و شوکت کیساتھ حکمرانی کرتے تھے۔ عاملہ نے مصر کی اس سرسبز و شاداب زمین کو بھی ناکا اور ولید بن دو موز نے جو اپنی فراست و کلبت میں یگانہ روزگار تھا مصر پر چڑھائی کر کے اس کو فتح کر لیا۔ یہی عاملہ مصر میں اگر ذرا غمزہ بصر کہلائے اسلئے جو بادشاہ بھی مصر کے تخت پر بیٹھا فرعون کے لقب سے ملقب ہوا۔ قرآن عزیز نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں جس فرعون رعزیز مصر کا ذکر کیا ہے وہ اسی فرعون اکبر ولید کا بیٹا ریان تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جس فرعون کا تذکرہ آتا ہے اس کا نام ولید بن مصعب بتایا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں جس فرعون کا ذکر آتا ہے اور جس نے حضرت سارہ کیساتھ شاہی خاندان کی شاہزادی حضرت ہاجرہ کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ کرنا تھا اس کا نام طوس بن مالیا یا سنان بن علوان تھا۔ اس میں بحث ہے کہ فرعون صاحب موسیٰ علیہ السلام عاملہ میں سے تھا یا مصر کی قدیم قوم قبط میں سے لیکن اس پر اتفاق ہے کہ فرعون صاحب یوسف علیہ السلام عاملہ میں سے تھا اور فرعون صاحب ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام قبط میں سے تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے ہی اس کی تائید ہوتی ہے آپ نے صحابہ کو وصیت فرمائی تھی اذ افتحہم حصص فاستوصوا بالقبط خیراً فان لہم صہراً جب تم مصر فتح کرو تو اہل قبط سے اچھا معاملہ کرنا اسلئے تمہارا، اہل عرب کا ان کے ساتھ ناہنالی رشتہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام

معلوم ہو گیا۔ آپ نے حضرت علیؑ کو قاصد کے پیچھے روانہ کیا۔ حضرت علیؑ نے قاصد سے خط چھین کر دربار نبوی میں پیش کیا۔ تمام صحابہ عاظمین کے اس طرز عمل سے متعجب تھے۔ حضرت عمرؓ نے بتایا کہ عرض کیا یا رسول اللہؐ حکم ہو تو اسکی گردن اڑا دوں؟ آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عمر۔ تم کو کیا معلوم کہ خدا نے اہل بدر کو مخاطب کر کے کہہ دیا ہے کہ ان کی غلطیٰ معاف ہے حضرت عاظمین نے یہ عذر پیش کیا کہ میرے تمام اہل و عیال مکہ میں ہیں مجھے قریش کی ایذا ہی کا ہر وقت خوف لگا رہتا ہے۔ مجھے اس کا یقین تھا کہ بہر صورت خدا اپنے رسول کو کامیاب کرے گا۔ اگر میں مشرکین سے یہ ظاہر واری برتوں گا تو اس طرح میرے اہل و عیال محفوظ رہیں گے اور اسلام کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ رحمتِ جوش میں آئی اور عاظمین کا عذر قبول ہوا، اسیرتِ حلیہ میں حضرت عاظمین کی اس سفارت پر ماموری کا واقعہ اس طرح مذکور ہے۔

فانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
عند منصرہ من الحدیبیۃ  
قال ایہا الناس ایکم ینطلق بکتابی  
ہذا الی صاحب مصر واجرہ علی  
اللہ فوثب الیہ عاظمی اللہ  
عندہ وقال انایا رسول اللہ قال  
بارک اللہ فیک یا عاظم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ حدیبیہ سے  
فاغ ہو کر ایک روز ارشاد فرمایا۔ لوگو تم میں سے  
کون شخص آما وہ ہے کہ میرا نامہ مصر کے پادشاہ  
کو پہنچا دے اور اللہ کے ہاں اجر حاصل کرے۔  
حضرت عاظمین یہ سن کر فوراً آگے بڑھے اور عرض  
کیا یا رسول اللہ میں اس خدمت کیلئے حاضر ہوں اپنے  
فرمایا۔ عاظمین خدا تمکو برکت عطا فرمائے۔

(۱) بخاری شریف میں اس واقعہ کے متعلق یہ الفاظ ہیں فقال نہ شہد بئذ لو عاید ریک لعل اللہ اطعم علی من شہد  
بدلاً قال اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم۔ اپنے فرمایا کہ یہ غرورہ بدر کے شرکاء میں سے ہیں۔ تم کو کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے بدر پر  
سے فرمایا ہے کہ اب جو چاہو عمل کرو مجھے تمکو بخش دیا۔ یعنی غرورہ بدر کی شرکت اور اتفاق و کفر بجا جمع نہیں ہو سکتے۔

غرض حضرت حاطبؓ مسافت طے کرتے ہوئے اسکندریہ پہنچے اور یہاں پہنچ کر عزیز مصر کے لیے مقرب کی تلاش کی جو انکو اُس کے دربار تک پہنچا دے۔ آخر مقوقس کے ایک حاجب خاص کے ذریعہ رسائی ہوئی۔

شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے تاریخ مصر میں بیان کیا ہے کہ حضرت حاطبؓ جب اسکندریہ پہنچے تو شاہ مقوقس دریائے نیل کے اندر کشتی میں سواری میں مشغول تھا۔ حاطبؓ نے تاخیر مناسب نہ سمجھ کر ایک کشتی کرایہ کی اور مقوقس کے پاس پہنچ کر نامہ مبارک اسکی سپرد کر دیا۔ مقوقس نے حضرت حاطب سے پہلے ایک دلچسپ سوال کیا۔ مقوقس۔ مدعی نبوت اگر اپنے دعویٰ نبوت و رسالت میں سچا ہے تو اپنے خدا سے دعا کیوں نہیں مانگتا کہ اُس کے ان مخالفوں کو جنہوں نے اسکو مکہ سے نکال دیا تھا تباہ و برباد کر دے۔

حاطب حضرت عیسیٰؑ تمہارے نزدیک خدا کے رسول ہیں۔؟  
مقوقس۔ بیشک۔

حاطب۔ جب یہود نے انکو سولی پر چڑھایا اور تمہارے عقیدہ میں انکو سولی پر ہلاک کر دیا گیا تو انہوں نے خدا سے دعا مانگ کر کیوں نہ دشمنوں کو ہلاک کر دیا۔  
مقوقس۔ سچ کہتا ہے۔ تو خود ہی دانا ہے اور جب کا تو سفیر ہے وہ بھی دانا و حکیم ہے۔  
مقوقس نے اس کے بعد حکم دیا کہ ترجمان حاضر ہو اور نامہ مبارک پڑھا جائے۔  
ترجمان نے نامہ مبارک پڑھنا شروع کیا۔  
نامہ مبارک کی عبارت یہ ہے۔

## نامہ مبارک بنام شاہ مقوقس عزیز مصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - من محمد  
رسول اللہ الی المقوقس عظیم القبط  
سلام علی من اتبع الهدی - انا بعد  
فانی ادعوك بداعیة الاسلام  
فاسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک  
مرتین فان تولیت فعلیک اشما  
القبط - یا اهل کتاب تعالوا الی  
کلمة سواہ بیننا و بینکم ان  
لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ  
شیئا ولا یتحذن بعضنا بعضا اربابا  
من دون اللہ فان تولوا فقولوا  
اشہدوا باننا مسلمون ط

اللہ کے نام سے شروع جو رحمن و رحیم کی خط ہے اس  
کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قبطیوں  
کے بادشاہ مقوقس کے نام جو ہدایت کی پیروی کرے  
اس پر سلام - بعد حمد و صلوة میں تجھ کو سلام کی دعوت  
دیتا ہوں - اسلام قبول کرے - سالم و محفوظ رہے گا  
اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو  
اسلام قبول نہ کیا تو قبطیوں کی گمراہی کا وبال ہی  
تجھ ہی پر پڑے گا - اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ  
کی جانب جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر  
ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور  
نہ کسی کو اس کا شریک مقرر کریں اور نہ آپس میں  
ہم ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب تسلیم کریں اور  
اگر تم کو یہ منظور نہیں تو لے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان سے آپ  
کہہ دیجئے کہ ہم تو خدا کے ہی ماننے والے ہیں -

مقوقس نے جب یہ خط سنا تو حکم دیا کہ اس خط کو ہاتھی دانت کی دو تختیوں کے  
درمیان رکھ کر سرکاری خزانہ میں محفوظ رکھو۔ اور حضرت حاطبؓ کہا کہ تم چند روز ابھی آرام  
کرو اسکے بعد خط کا جواب دیا جائیگا۔ حضرت حاطبؓ چند روز مصر میں نہایت اعزاز و

# فرمانِ الاشان حضرت سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم)، بنام سلطانِ مقوقس (مصر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ  
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهِ  
 وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ  
 وَبَارِكْ وَسَلِّمْ  
 وَتَقَبَّلْ مِنْهُ  
 وَارْحَمْهُ  
 وَارْحَمْ اٰلَهُ  
 وَارْحَمْ صَحْبَهُ  
 وَارْحَمْ مَنَابِقَهُ  
 وَارْحَمْ اَنْبِيَّائِهِ  
 وَارْحَمْ رُسُلَهُ  
 وَارْحَمْ اُمَّةً  
 وَارْحَمْ دِيْنَاً  
 وَارْحَمْ اَرْضاً  
 وَارْحَمْ سَمَاءً  
 وَارْحَمْ جَمْعاً  
 وَارْحَمْ فَرْداً  
 وَارْحَمْ اُمَّةً  
 وَارْحَمْ دِيْنَاً  
 وَارْحَمْ اَرْضاً  
 وَارْحَمْ سَمَاءً  
 وَارْحَمْ جَمْعاً  
 وَارْحَمْ فَرْداً

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pakbooksfree.pk



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَتَقَبَّلْ مِنْهُ وَارْحَمْهُ وَارْحَمْ اٰلَهُ وَارْحَمْ صَحْبَهُ وَارْحَمْ مَنَابِقَهُ وَارْحَمْ اَنْبِيَّائِهِ وَارْحَمْ رُسُلَهُ وَارْحَمْ اُمَّةً وَارْحَمْ دِيْنَاً وَارْحَمْ اَرْضاً وَارْحَمْ سَمَاءً وَارْحَمْ جَمْعاً وَارْحَمْ فَرْداً

برقرار رہتے ہوئے الفاظ میں سیر تغیر ہو جانا مستبعد نہیں۔  
 نامہ مبارک کی مندرجہ ذیل ایک خط ایک فرانسیسی سیاح نے مصر کے شہروں میں سے حیم کے گرجا میں ایک قبطی راہب کے پاس سے خرید لیا تھا اور سلطان عبدالعزیز خاں دہلی دولت عثمانیہ کی خدمت میں اسے لیکر حاضر ہوا اور یہ پیش کیا سلطان مرحوم اسے نہایت حفاظت سے دیکر تبرکات نبویہ کے ساتھ قسطنطنیہ میں رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ خوش قسمتی سے اسکا عکس ہندوستان میں بھی پہنچ گیا۔ نامہ مبارک کا اردو ترجمہ صفحہ (۱۵۰) پر درج ہے۔

وا احترام کے ساتھ مقیم رہے۔ چند روز کے بعد مقوقس نے ان کو دربار میں بلایا اور نامہ مبارک کا جواب لکھوا کر ان کے سپرد کیا۔

## رجواب مقوقس شاہ مصر،

محمد بن عبد اللہ من المقوقس  
 عظیم القبط سلام عليك۔ اما بعد  
 فقد قرأت كتابك وفهمت ما  
 ذكرت فيه وما أتد عواليه  
 وقد علمت ان نبياً قد بقي  
 و كنت اظن اني انجوج بال شام  
 وقد اكرمتم رسولك وبعثت  
 اليك بجزائرتين لهما مكان في القبط  
 عظيم و بكسوة و اهديت اليك  
 بغلته لتركبها و السلام عليك

یہ خط ہے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے قبطیوں کے بادشاہ مقوقس کی جانب سے "بعد حمد" میں نے خط پڑھا اور جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے اور جس شے کی طرف آپ نے دعوت دی ہے اسکو میں نے سمجھ لیا بیشک میں یہ جانتا ہوں کہ ایک نبی ابھی آئیے باقی میں لیکن میرا خیال یہ تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہونگے میں نے آپ کے قاصد کی سعید مدارات کی اور آپ کی خدمت میں دو لڑکیاں روانہ کرتا ہوں قبطیوں میں انکی بہت بڑی عزت ہے اور آپ کے لڑکے اور سواری کیلئے خچر بھیجتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ پر سلامتی نازل فرمائے۔

۱۱) اس سیرت کی بعض کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ مقوقس نے تین لڑکیاں، قیصر، سیرین، اور ماریہ ایک غلام مابور، ایک خچر ایک گھوڑا لہزاز اور ایک گد باعیر ہزار شقال سونا اور میں قیمتی پارچات مصری بھیجے جس میں سے قیصر حضرت ابو جہم عبدی کو اور سیرین حضرت حسان رضی اللہ عنہما کو عطا ہوئیں اور بعض روایات میں ہے کہ چار لڑکیاں تھیں لیکن بیشتر اور مستند روایات میں دو کا ہی ذکر ہے۔  
 زاد المعاد و سیرة حلبیہ۔

حضرت عاتب دونوں کنیزوں "ماریہ" اور "سیرین" اور نچر "دلیل" اور پارچات کو لیکر بصرہ اور مصر سے روانہ ہو گئے۔ اور عزیز مصر "مقوقس" باوجود اس اقرار کے ہی سعادۃ اسلام سے محروم رہا۔ حضرت ماریہ اور سیرین دونوں راستہ ہی میں حضرت عاتب کی تعلیم سے مشرف باسلام ہو چکی ہیں۔ جب عاتب یہ تمام تحائف اور جواب خط لیکر و بار بار قریب میں پہنچے تو آپ نے ہدایا کو قبول فرمایا اور مقوقس کا خط سنکر ارشاد فرمایا کہ بد نصیب کو ملکی ہواؤ ہوس نے اسلام سے محروم رکھا اور یہ نہ سمجھا کہ سلطنت ناپائیدار تھے ہے۔ حضرت ماریہ حرم نبوی میں داخل ہوئیں اور حضرت ابراہیم صاحبزادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بطن سے تولد ہونے پر ام ابراہیم کہلائیں۔ اور سیرین حضرت حسان کو عطا ہوئیں۔ ماریہ اور سیرین دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے تاریخ مصر میں نقل کیا ہے کہ جب عزیز مصر "مقوقس" کے پاس نانہ مبارک پہنچا اور اسکو مضمون خط معلوم ہوا تو نامہ مبارک سینہ سے لگایا اور کہنے لگا۔ بیشک یہی وقت ہے کہ نبی منتظر ظاہر ہو۔ ہکو توراۃ وانجیل سے اس کی صفات و حالات معلوم ہیں۔ وہ پیغمبر دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع نہ کریگا۔ وہ صدقہ کامل نہ کہانتیگا، اور ہدیہ قبول کریگا، اس کے ہم جلیس مساکین وغربا رہوں گے اور فہر نبوت اس کے شانوں کے درمیان ہوگی۔

اور اپنی کتاب خصائص میں مقوقس کے متعلق یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے۔

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ ابن مالک اور میں قبول اسلام سے پہلے ایک مرتبہ مصر

۱۱، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان گوشت یا ہڈی کا بہا رہا حصہ بیضوی شکل کا تھا۔ احادیث میں اس کی تشبیہ کبوتر کے انڈے کیساتھ دی گئی ہے۔ علامہ اسکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیم نبوت کی حتی دلیل قرار دیتے ہیں۔ صحیحین بخاری و مسلم میں بارہا اس متعہ روایات موجود ہیں۔



”مقوقس“ کے دربار میں پہنچے تو مقوقس نے ہم سے دریافت کیا کہ تم کس طرح یہاں بخیریت پہنچے۔ تمہارے اور ہمارے درمیان تو محمد رصلے اللہ علیہ وسلم، اور ان کے رفعا حائل ہیں کیا انہوں نے کوئی تعرض نہیں کیا؟ ہم نے جواب دیا نہیں۔ مقوقس نے اس کے بعد ہم سے آپ کے حالات دریافت کرنے شروع کئے اور سلسلہ گفتگو اس طرح شروع ہوا۔

مقوقس۔ اس کا خاندان کیسا ہے؟

مغیرہ۔ عالی خاندان ہے۔

مقوقس۔ پیغمبر عالی خاندان ہی ہوا کرتے ہیں۔

مقوقس۔ اس کی صداقت کا تم کو کیسا تجربہ ہے؟

مغیرہ۔ ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ اس لئے باوجود مخالفت کے ہم بھی اسکو ”صادق“ و ”امین“ ہی کہتے ہیں۔

مقوقس۔ جو شخص انسانوں سے جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کب جھوٹ بول سکتا ہو؟

مقوقس۔ اس کے پیرو کس قسم کے اشخاص ہیں؟

مغیرہ کثرت سے غر بار و مساکین۔

مقوقس۔ پیغمبروں کے پیرو اول غر بار ہی ہوا کرتے ہیں۔

مقوقس۔ نیک کے پیروی اسکے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟

مغیرہ۔ سخت مخالف ہیں۔

مقوقس وہ حد سے ایسا کرتے ہیں ورنہ انہیں آپکی صداقت کا یقین ہے اور وہ بھی ہماری

طرح ایک نبی کے منتظر ہیں جس کے صفات توراہ میں موجود ہیں اسکے بعد مقوقس کہنے لگا

وہ خدا کا پیغامبر ہے۔ تمام عالم کو خدا کا پیغام سنانے آیا ہے اگر قطیبوں اور روسیوں تک

اس کا اشریہ نچا تو انکو بھی پیروی کرنی پڑے گی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم کی تعلیم یہی ہے کہ اس کی پیروی کرنا ضروری ہے جو صفات تم نے اس کی بیان کی ہیں۔ انبیاء سابقین علیہم السلام میں بھی یہی اوصاف تھے انجام کاراسی کے حق میں ہو گا اور کسی کو اس کی مخالفت کا یا را نہ رہیگا۔ اس کا دین خشکی اور تری سب میں پھیل جائیگا۔

ہم نے کہا کہ اگر تمام دنیا بھی اس کی بات کو مان لے اور اس کے دعوے کو تسلیم کر لے تب بھی ہم ہرگز ہرگز اس کی پیروی نہ کریں گے۔ مقوقس نے یہ سنکر سر ہلایا اور کہنے لگا کہ ابھی تم اس بات کو مذاق ہی سمجھ رہے ہو۔

میرے دل پر ان باتوں کا بیدار اثر ہوا اور میں نے اپنے رفیق سے کہا تعجب ہے کہ شاہانِ عجم تک اس شخص سے خوف کہاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ہم اس کے رشتہ دار و پیڑوسی ہونے پر بھی اسی کے دین سے اسقدر نفرت رکھتے ہیں۔ حالانکہ اس کے داعی ہمارے گہروں پر ہنچکر ہلکے سلام کی دعوت دیتے ہیں؟ اس خیال نے میرے دل پر اسقدر اثر کیا کہ جب میں اسکندریہ سے روانہ ہوا تو میں نے کوئی کینسہ اور کوئی گرجا نہ چھوڑا جہاں اس پیغمبر کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو جسین اتفاق کہ میری ملاقات ایک بہت بڑے عیسائی عالم سے ہو گئی میں نے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند سوالات کئے۔ میری اور اس عالم کی گفتگو کا حاصل یہ ہے۔

مغیرہ۔ کیا تم کو کسی نبی کے آئینکا انتظار ہے، اگر ہے تو اسکی صفات کتب سابقہ میں کیا ہیں؟

عیسائی عالم۔ بیشک ہلکا ایک نبی کی آمد کا انتظار ہے، وہ آخرالانبیاء ہے ہلکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تعلیم دی ہے کہ جب وہ ظاہر ہو تو ہم اسکا اتباع کریں وہ نبی عربی اور آئی ہو گا، نام احمد ہو گا، ان کا حلیہ اور صفات یہ ہیں۔

میانہ قدر آئیں بڑی ہونگی اور ان میں سرخی کے ڈورے ہونگے، سُرخ و سپید رنگ، کپڑے موٹے پنیں گے، معمولی غذا پر اکتفا فرمائیں گے، بڑی سے بڑی طاقت سے بھی خوف نہ کریں گے، ان سے جو جنگ کریں گے وہ بھی ان کا مقابلہ کریں گے۔ ان کے اصحاب ان کے ادنیٰ اشارہ پر جان فدا کریں گے آپ کو اپنی اولاد ماں باپ اور بہائیوں سے ہی زیادہ محبوب سمجھیں گے، ایک حرم رکھ، سے ہجرت کر کے دوسرے حرم (بیت) میں قیام کریں گے جس کی زمین پتھر ملی ہوگی اور وہاں کثرت سے کھجوروں کے درخت ہوں گے۔ ان کا دین، دیں ابراہیمی ہوگا۔

منیرہ - اس کے علاوہ اور کچھ صفات بیان کیجئے۔

عیسائی عالم - بند اور نچا باندھیں گے "یعنی متکبروں کی طرح ایسا لباس نہ پہنیں گے جو بیروں پر گھستا ہوا چلے"۔

اعضائے کوڈ ہوئیں گے۔ "ان کی بعثت عام ہوگی، کل سرزمین ان کے لئے جائز ہوگی میں نے ان باتوں، اور دوسرے پادریوں سے جو کچھ سنا تھا، ان سب کو محفوظ

رکھا اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا اس واقعہ میں اگرچہ یہ تصریح نہیں ہے کہ منیرہ بن شعبہ کی متوقس سے یہ ملاقات دعوتِ اسلام پہنچنے سے قبل ہوئی یا بعد میں مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ ملاقات واقعہ کے واقعہ سے قبل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ حضرت منیرہ کا مصر جانا صلح حدیبیہ کے واقعہ سے قبل ثابت ہوتا ہے۔ یہ مشرکین کی کسی جماعت کے ساتھ مصر گئے تھے اور وہاں سے واپس ہو کر بیعت الرضوان میں شریک ہوئے۔

(۱) دشکی طرف اشارہ ہے۔ (۲) اُرسلت الی الخلق کافتر (الحدیبیہ، مسلم - ۲) وجعت الی الارض مسجدًا و طہروا (الحدیبیہ) مسلم - (۴) معارف ابن قتیبہ جلد اول۔

## زوالِ مصر

شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں دوبارہ حضرت حاطب کو عزیز مصر مقوقس کے پاس مصر بھیجا تھا حضرت حاطب اس مرتبہ مجاہدین کی ایک جماعت کیساتھ مصر اس لئے بھیجے گئے تھے کہ رومی سلطنت کا یہاں باجگذاہ ملک بھی شام کے حصص کی طرح اسلامی حکومت کے اقتدار کو قبول کر لے، کیونکہ تاریخ اسلامی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ رومیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے مسلمانوں کے ساتھ چھپر چھاڑ شروع کر دی تھی اور دو مرتبہ خود سپینبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مقابلہ کے لئے بتوک وغیرہ کا سفر پیش آچکا تھا۔ حضرت حاطب مصر کے بعض بلادِ شرقیہ سے معاہدہ کر کے واپس آگئے۔ اسکے بعد عہد فاروقی میں حضرت عمرو بن العاص مصر کی فتح میں مشغول ہوئے جب یہ مصر کے قطعات پر قبضہ کرتے ہوئے فسطاط کے میدان میں پہنچے اور وہاں کے مشہور قلعہ کی فصیلوں کے قریب پہنچ کر نعرہٴ بکبیر بلند کیا اور حضرت زبیر جاننازی کر کے فصیل پر چڑھ گئے تو عیسائی سمجھے کہ مسلم لشکر قلعہ میں در آیا۔ یہ سمجھ کر بہاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت زبیر نے ہسکر دروازہ کھول دیا اور اسلامی لشکر اندر داخل ہو گیا۔ مقوقس نے یہ دیکھ کر صلح کر لی۔ صلح نامہ اگرچہ تمام مصر کے لئے لکھا گیا تھا لیکن قیصر کو جب یہ معلوم ہوا تو سخت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ اگر قبلی نامر ہو گئے تو رومی تو نامر نہیں ہیں ہم اس صلح کو منظور نہیں کرتے۔ مقوقس نے بادل ناخواستہ جنگ کو پہر جاری رکھا۔ مگر مسلمانوں کے اسکندریہ تک پہنچ جانے پر اسکے حوصلے پست ہو گئے۔ اور وہ جزیرہ دیکر صلح کرنا چاہتا تھا مگر قیصر کے خوف سے اس کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ تاہم ایک مدتِ معینہ تک التوار جنگ کی تحریک کی جسکو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

نے نہ مانا مقوقس نے ایک روز تمام شہریوں کو حکم دیا کہ تمہارا سبکدہ شہر پناہ کی دیواروں پر  
نمائش کریں اس کی تعمیل عورتوں اور بچوں تک نے۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ دیکھ کر  
کہا کہ ہم تمہارا مطلب سمجھ گئے لیکن مسلم مجاہدین اس نمائش سے مرعوب نہیں ہو سکتے۔  
قیصر کی ٹنڈی دل فوج جب انکے سیلاب کو نہ روک سکی تو وہ تمہاری حقیقت کیا سمجھ  
سکتے ہیں؟ مقوقس نے یہ سن کر کہا عمرو چ کہتے ہیں کہ انہیں عربوں نے ہمارے بادشاہ  
قیصر کو قسطنطنیہ تک پہنچا دیا۔ رومی یہ کلمہ سن کر غضب ناک ہوئے مگر مقوقس جنگ سے  
بیزار تھا اسلئے حضرت عمرو بن العاص سے اس شرط پر معاہدہ کر لیا کہ بوقت کامیابی مجھ  
سے اور میری قوم سے تعرض نہ کیا جائے۔ عمرو بن العاص نے اسکو منظور کر لیا اس پر مقوقس  
نے اندرونی طور پر مسلمانوں کو کافی امداد پہنچائی۔

شیخ جلال الدین سیوطی، مقوقس شاہ مصر اور حضرت بن العاص کا یہی معاہدہ کی وصفت  
حسب ذیل فرماتے ہیں۔

(۱) مجھے اور تمام قبیلوں کو امان دیدیجائے اور ہمارے مذہب، آبرو، جان، اور  
مال، کسی سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔

(۲) ہم آپ کی حفاظت میں آتے ہیں اور اسی کے بدلے میں ہم میں کا ہر ایک شخص  
باستثناء بچوں، عورتوں، اور بوڑھوں، کے دواشر فی سالانہ ادا کرے گا۔

(۳) قیصر نے میری صلح کی توہین کی اور اسکو نہ مانا اور مجھکو نادم و ذلیل کیا آپ ہرگز اس  
کے ساتھ صلح نہ کریں اس میں ہمارے لئے سخت خطرہ ہے۔

(۴) میرا جب انتقال ہو تو اسکندر یہ کے مقام "ابن حنش" میں مجھکو دفن کرنی اجازت دیکھا

حضرت عمرو بن العاصؓ نے ان شرائط کو تسلیم کیا اور ۲۳ھ و ۲۴ھ میں تمام مصر فتح ہو کر اسلامی پرچم کے زیر نگیں آ گیا۔ مقوقس نے اگرچہ آپ کی نبوت کی تصدیق کی، آپ کی سفارت کا انتہائی اعزاز و احترام کیا، خدمتِ اقدس میں ہدایا بھی بھیجے، مسلم اقتدار کو بھی بخوشی تسلیم کیا، با اینہم فوراً سلام سے محروم رہا اور اسلام قبول نہ کیا، اور جس ملک کے لالچ میں اس سعادت سے محروم رہا وہ بھی جلد ہی اس کے ہاتھ سے نکل کر اسلامی حکومت کا ایک صوبہ بن گیا۔

### نامہ مبارک کی ایک تاریخی بحث

صاحبِ تاریخ التواریخ "یوشعی شاہی مونیخ ہے" لکھتا ہے کہ میں جس زمانہ میں یہہ تاریخ لکھ رہا تھا اسی زمانہ میں سلطان عبدالحمید خاں سلطان ترکی نے شاہ قاجار کے پاس کچھ ہدایا بھیجے تھے۔ ان میں سے زیادہ نایاب تحفہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نامہ مبارک تھا جو آپ نے عزیز مصر شاہ مقوقس کے نام بھیجا تھا۔ جن اتفاق کہ اسی زمانہ میں خدیو مصر طلسم پاشا کے بیٹے "عباس پاشا" نے قدیمی مصری دینوں کا پتہ لگایا اور اس میں ہاتھی دانت کی تختیوں کے درمیان ایک کاغذ محفوظ دیکھا۔ کہول کر دیکھا تو وہ نامہ مبارک تھا جو شاہ مقوقس کے نام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ طلسم پاشا نے اسکو بحفاظت تمام سلطان ترکی کی خدمت میں بھیج دیا۔ سلطان نے جب اسکو ملاحظہ کیا تو اس کی عبارت اور اس خط کی عبارت میں تفاوت دیکھا جسکو وہ شاہ قاجار کے پاس بھیج چکا تھا۔ جو نامہ مبارک، شاہ قاجار کے پاس بھیجا گیا تھا اس کی عبارت یہ تھی:

۱۰، مصر میں جلیل القدر صحابہ مدفون ہیں جن میں سے چند نام یہ ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ، فلاح مصر عبدالعزیز بن الحارث الابدی، عبدالعزیز بن خذافہ، عقبہ بن عامر جہنی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔  
حسن الحاصرہ

شروع اللہ کے نام سے جو

رحمن ورحیم ہے۔ یہ خط ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلمؐ کی جانب سے جو اللہ کے بندہ اور اس کے

رسول ہیں۔ قبیلوں کے بادشاہ کے نام۔ اس پر

سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ بزرگ پر پہرہ

کرا اور اگر تو ہدایت قبول نہ کرے تو عدل و انصاف

کو کم از کم اپنا شعار بنائے اہل کتاب اس کلمہ کی

طرف بڑھو جو تمام حالات میں ہمارے اور تمہارے

درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اور تم اللہ کے سوا کسی

کی پرستش نہ کریں اور نہ حد سے تجاوز ہوں

سلطان نے فوراً شاہ قاجار کو صل معاملہ کی اطلاع دی اور مصر سے آئے ہوئے نامہ

مبارک کی نقل کر کران کے پاس بھیجی۔ اگر صاحب نسخ کا یہ بیان صحیح ہے تو اس سے معلوم

ہو کہ سلطان ٹرکی کے پاس پہلا جو خط تھا وہ مصنوعی تھا اس خط کی عبارت ہی بے ترتیب

ہے اور آیت قرآنی میں ہی تبدیلی کی گئی ہے۔ اصل نامہ مبارک وہی ہے جو مصر سے مستیا

ہو تمام کتب حدیث و سیر میں ہی خط کی عبارت وہی منقول ہے۔ اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ

نے تاریخ مصر میں جو عبارت نامہ مبارک کی نقل کی ہے وہ ہی اسی کے مطابق ہے۔ نیز

ابتداء واقعہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ عزیز مصر مقوقس نے نامہ مبارک کو عاج کی دو تختیوں

میں محفوظ کر کے خزانہ میں بحفاظت تمام رکھوا دیا تھا۔ یہی وہ خط ہے جو طلسم پاشا فریو

مصر کے ہاتھ آیا اور سلطان ٹرکی کے پاس بھیجا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد

عبد اللہ ورسولہ انی العظیم القبط

والسلام علی من اتبع الهدی توکل

بإلہ العظیم فی کل الاحوال فان

تولیت فعلیک بالعدل والقسط

یا اهل الکتاب سیروا الی کلمتہ

بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ

ولا تعودوا۔

## چھٹا پیغام ہوزہ بن علی شاہ یامہ کے نام

یامہ۔

شام اور عراق کو جدا کر کے جغرافیہ نویسوں نے عرب کو پانچ صوبوں پر تقسیم کیا ہے  
تہامہ۔ حجاز۔ نجد۔ یمن۔ عروض۔ عروض اس قطع کا نام ہے جو مشرقی حدود عراق سے  
خلیج فارس کے سوا حل تک وسیع ہے۔ اس صوبہ میں۔ یامہ۔ عمان۔ اور بحرین۔ یمن قطع میں

یامہ کی حدود اربعہ یہ ہیں۔ مشرق میں، عمان، مغرب میں حجاز اور یمن کے  
بعض قطعات، جنوب میں الریح الخالی، شمال میں نجد، یامہ عہد قدیم میں قبائل طلسم  
وجدیں کا موطن تھا۔ حجر یا قریہ ان کی حکومت کا صدر مقام تھا۔ عہد اسلامی کے قریب  
یہاں ایک قبیلہ بنو حنیفہ آباد تھا۔ مشہور شہر تہی کاذب مسیکہ اسی قبیلہ کا تھا جو حضرت  
ابوبکرؓ کے زمانہ میں جنگ کے بعد وحشیوں کے ہاتھ سے ذلت کے ساتھ مارا گیا۔

بعض ارباب تاریخ نقل کرتے ہیں کہ یامہ کا قدیمی نام 'بوا'، تھا طلسم وجدیں کی باہمی  
جنگ وجدل میں ایک مرتبہ جدیں کے قبیلہ کی ایک عورت یامہ بنت ترکویہ کے پای تخت  
کی شہر پناہ کے پہانگ پر سولی دیکر لٹکایا گیا۔ اسی وقت سے اس شہر کا نام یامہ مشہور  
ہوا اور پہر اس صدر مقام کے نام پر تمام خط کو یامہ کہنے لگے۔  
ہوزہ بن علی۔

یامہ اگرچہ عربی قبائل کا مسکن تھا اور اس کے سردار و حکام یہی ہمیشہ عربی نسل سے

(۱) یامہ، عمان کے مغرب میں، حضرموت و بحرین کے درمیان جو صحرائے عظیم ہے وہ برح الخالی یا الدنیا کہلاتا ہے۔  
(۲) ہمدانی کہتا ہے کہ قریہ اور حجر کے معنی ایک ہی ہیں آبادی کو کہتے ہیں قدیم عربی میں آبادی کو حجر اور جدید عربی زبان  
میں قریہ کہتے ہیں۔ بحر یا قوت حموی جلد ۶



ہی ہوتے رہے لیکن عروجِ اسلام کے زمانہ میں یہ قطعہ ایرانی حکومت کا ایک صوبہ سمجھا جاتا تھا۔ اور کسرتے کے زیرِ اقتدار عربی حکام گورنری کے فرائض انجام دیتے تھے۔ سستہ میں پیامہ کے سردار کے نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا پیغام بھیجا تو اس وقت ہوزہ بن علی جو قبیلہ بنو حنیفہ کا فرزند تھا گورنر تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نامہ مبارک کی سفارت کا شرف حضرت سلیط بن قیس بن عمرو عامری انصاری کو بخشا۔ سلیط مدینہ طیبہ سے روانہ ہو کر پیامہ پہنچے اور ہوزہ کے دربار میں پہنچ کر نامہ مبارک اس کی سپرد کر دیا۔ ہوزہ نے بہت محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس خط کو لیا اور حضرت سلیط کو احترام و اعزاز کے ساتھ جگہ دی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ترجمان حاضر ہو۔ اس نے اگر نامہ مبارک پڑھنا شروع کیا۔ الفاظ یہ ہیں۔

### نامہ مبارک شام ہوزہ بن علی شاہ میامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 من محمد رسول اللہ الی ہوزہ  
 بن علی سلام علی من اتبع الهدی  
 واعلم ان دینی سبیطہر الی  
 منقی الحنف والحقیر  
 فاسلمہ وسلم واجل  
 لك ما تحت  
 یدیک

اللہ کے نام سے شروع جو رحمن و رحیم ہے یہ خط  
 اللہ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے  
 ہوزہ بن علی کے نام۔ اس پر سلام جو ہدایت کا بت ہے  
 ہو، تمہیں کو معلوم رہے کہ میرا یہ دین (اسلام) تمام  
 عرب و عجم کی حدود تک پہنچے گا اور غالب رہے گا  
 پس تجھ کو چاہئے کہ اسلام قبول کرے سالم رہے گا  
 مجھے تیرے ملک سے کوئی سروکار نہیں وہ تیرے  
 قبضہ میں بدستور رہے گا۔

ہوزہ نے نامہ مبارک سنا اور خوشنودی کا اظہار کیا، حضرت سلیط نے ہوزہ کے

اس طرز عمل کو دیکھ کر اُس کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی۔

ہو ذہ! خدانے تجھ کو ایک بڑی جماعت کا سردار بنایا ہے اور تیرے پیشرو بہت نارجنم میں ہیں۔ سردار وہ نہیں ہے جو ایمان کے آڑے آئے اور پھر تقاضا ہر کرے۔ تیری قوم تیرے ہاتھوں سعادت کبرئے حاصل کر سکتی ہے لہذا تو اپنے کو مصیبت میں نہ پھنسا۔ میں تجھ کو بہترین چیز (قبولِ اسلام) کا مشورہ دیتا ہوں۔ اور بدترین چیز رکفر سے بچاتا ہوں۔ میں تجھ کو عبادتِ الہی کا امر کرتا ہوں اور عبادتِ شیطان سے روکتا ہوں۔ اس لئے کہ اللہ کی عبادت میں جنت ہے اور شیطان کی عبادت میں جہنم۔ اگر تو میری اس نصیحت کو قبول کرے تو تیری مراد برائے اور ذمہت انگیز باتوں سے محفوظ ہو جائے۔ اور اگر تو نے نہ مانا تو تیرے اور ہمارے درمیان کاشفِ امورِ غیب (اللہ تعالیٰ) غنقریب فیصلہ کر دینے والا ہے۔

ہو ذہ نے اطمینان کے ساتھ حضرت سلیط کی تقریر سنی اور منامت کے ساتھ جواب دیا۔ اے سلیط مجھ کو اس ذات (الہی) نے سرداری بخشی ہے اگر وہ مجھ کو بھی یہ شرف بخش دے تو تو اس کو صد ہزار فخر سمجھے ابھی میں سوچ رہا ہوں اور ان امور پر غور کر رہا ہوں مجھ کو موقع دے کہ میں اپنے دل میں کوئی مستقل فیصلہ کر سکوں۔ میں غنقریب کوئی جواب دوں گا۔

اس کے بعد حضرت سلیط چند روز یا ماہ میں مقیم رہے اور جب وہاں سے روانہ ہوئے تو ہو ذہ نے شہر ”ہجر“ کے مشہور پارچہ جات اور بعض دیگر ہدایا دیئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری طرف سے پیش کر دیئے جائیں اور ایک خط دیا جس میں نامہ مبارک کا جواب دیا تھا۔ خط کے الفاظ یہ ہیں۔

## ہو ذہ بن علی کا پیغام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

ما احسن ما تداعو الیہ  
واجملہ واناشاعر قومی و  
خطیبہم والعرب تھاب  
مکانی فاجعل لی بعض  
الا صرا تبتعلک  
جس دین کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں وہ بہت  
خوب اور بہتر دین ہے۔ میں اپنی قوم میں مشہور خطیب  
اور شاعر ہوں اسی لئے عرب میری بجد عزت اور  
میرا بہت پاس کرتے ہیں اگر آپ کچھ مجھ کو بھی حکومت  
میں شریک کر لیں تو میں آپ کی پیروی کرنے  
تیار ہوں۔

✽

حضرت سلیطہ ہدایا اور ہو ذہ کا خط لے کر خدمتِ اقدس میں پہنچے اور ہدایا پیش  
کر کے تمام حالات و واقعات بیان کئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: "اگر وہ ایک چپّہ زمین کا بھی ایسی حالت میں طالب ہو تو  
میں اُس کو نہ دوں گا! وہ اور اُس کا ملک سب فنا ہو جائے گا! آپ کے ارشاد کا  
آپ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ عربی قوت نے اس پیغام کا مقصد یہ سمجھا کہ یہ دنیا طلبی کا ایک  
ذریعہ ہے اس لئے قبولِ اسلام کے لئے اس نے یہ شرط ظاہر کی حالانکہ نامہ مبارک  
میں صراحت تھی کہ مجھ کو تیری سلطنت و حکومت سے کچھ سروکار نہیں اسلام اور ہوں  
ملک گیری تو دو متضاد چیزیں ہیں۔ اسلام قبول کر لے کہ یہی سعادتِ دارین اور نجات  
ابدی کا راستہ ہے۔ مگر بقول شاعر

ہمیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کمال

ہو ذہ اس سعادت سے محروم رہا۔ اور جب آپ فتح مکہ سے فارغ ہو کر مدینہ والپس تشریف  
لائے تو بذریعہ وحی آپ کو اطلاع ملی کہ ہو ذہ اسی حالتِ محرومی میں دنیا سے گذر گیا۔

اور نسہ ہجری میں اسی کے قبیلہ "نبی حنیفہ" کی ایک بڑی جماعت قبیلہ کی جانب سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور اُسے نیازِ سندی اور قبولِ اسلام کا اظہار کیا۔ اور خلافتِ صدیقی میں جب سیلہ کے دعوتِ نبوت کا خاتمہ ہو گیا تو قبیلہ کے باقی آدمی بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور یامہ بھی ایرانی طاقت سے نکل کر اسلامی خلافت کا ایک جزو بن گیا۔

سیرۂ حلبیہ میں ہوزہ کی وفات اور سیلہ کے انجام کے متعلق جو روایت نقل کی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن الفتح جاءه جبرئيل عليه السلام فاخبره بان هوزة قد مات فقال صلى الله عليه وآله وسلم ما كان اب كذاب دعوت نبوت كرهت ان يقاتل بعدى الحزب

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے تو جبرئیل بن علیہ السلام آئے اور ہوزہ کو خبر دی کہ یامہ کی وفات کی اطلاع دی۔ آپ نے صحابہ سے اس امر کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عنقریب یامہ سے ایک کذاب دعوتِ نبوت کرے گا (سیلہ) مگر آخر کار میرے بعد قتل کیا جائے گا۔

حافظ ابن قیم زاد المعاد میں نقل کرتے ہیں کہ بعض اصحاب سیر کا خیال ہے کہ حضرت سلطہ ہوزہ اور ثمامہ ہر دو رعیانِ قوم کے پاس دعوتِ اسلام لیکر گئے تھے بعض روایات میں ہے کہ ہوزہ کے دربار میں دمشق کا ایک نصرانی عالم تھا۔ ہوزہ کو اس کے ساتھ مذہبی اعتقاد تھا۔ ہوزہ نے اس کے سامنے تمام قصہ بیان کیا۔ اور مشورہ لیا کہ مجھ کو اس نبی کی اطاعت کرنی چاہئے یا نہیں۔ نصرانی عالم نے کہا کہ کتبِ سابقہ کی روایات بتاتی ہیں کہ یہ وہی نبی ہے جس کی بشارت ہم کو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام

دی ہے تم کو ضرور اس کی اطاعت کر لینی چاہئے۔ لیکن ہوزہ کی تہستی دیکھنے کے حسبِ حقیقت حال واضح ہو جانے کے بعد بھی دولتِ ایمان سے محروم رہا اور غرورِ حکومت نے خدا کے پتے پیغمبر کی اطاعت بے بہرہ رکھا۔ کاش کہ وہ یہ سمجھتا کہ اس ہادیِ رحمت کی اطاعت، حصولِ سعادتِ دینی کے ساتھ ساتھ میری دنیوی شوکت و حشمت کو بھی چار چاند لگا دے گی!

## ساتواں پیغام حارث بن ابی شمر غسانی شاہ دمشق کے نام

شام

شام اس قطعہ زمین کا نام ہے جو شمال میں ٹرکی، جنوب میں عرب، مشرق میں عراق، مغرب میں بحرِ روم کے درمیان واقع ہے۔ بیت المقدس، فلسطین، بصرے، (جوران) اور دمشق، اس کے مشہور شہر ہیں۔ دوسری صدی عیسوی کے آخر میں یہاں عربی نسل کا ایک خاندان سکونت پذیر ہوا جسکو ”آلِ غسان“ یا ”آلِ جفنه“ کہتے ہیں۔ اس سے قبل چونکہ یہ قبیلہ سرزمینِ تنامہ میں نہرِ غسان کے کنارہ آباد تھا اس لئے اسکو ”غسانی“ کہتے ہیں۔ اور اپنے مورث اعلیٰ کے نام پر آلِ جفنه کہلاتے ہیں۔ تقریباً پانچ سو سال ان کی حکومت شام پر رہی ہے۔ بصرے وہ مشہور شہر جس کا ذکر اس سے قبل بھی آچکا ہے اور جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات بحیرہ اہب سے ہوئی

اس حکومت کا دارالسلطنت تھا، لیکن آپ کے زمانہ میں اس حکومت کے چند حصے ہو گئے اور ہر ایک حصہ پر عسائی خاندان کے بادشاہ ہی حکمرانی کرتے تھے۔ حاکم بصرے نے بصرے میں اور حارث بن ابی شمر دمشق میں اور جلد بن ایہم شام کے تیسرے حصے میں حکومت کرتے تھے۔

## حارث بن ابی شمر

۶۶۲ء سے ۶۶۳ء تک اس زمانہ میں جبکہ رومی حکومت ایرانیوں سے اپنے شکست خوردہ مقامات واپس لے رہی تھی، غسانیوں میں ایک شجاع اور جرئی بادشاہ حارث بن ابی شمر ہوا ہے جس نے رومی سلطنت کے اقتدار کے لئے بہت بڑی جدوجہد کی اور اس سے قبل بھی قیصر کی حکومت کا اقتدار انہی غسانیوں کا مرہون بنتا رہا ہے اس لئے رومی حکومت کے زیر سیادت شام کے ملک کی حکم برداری بڑی شان و شوکت کے ساتھ انہی کے ہاتھوں میں تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت دجیہ کو قیصر کے پاس روانہ فرمایا تھا اسی زمانہ (۶۶۲ء مطابق ۶۶۳ء) میں حضرت شجاع بن وہبؓ کو حارث کے پاس دعوتِ اسلام دیکر بھیجا۔ حارث کا دارالسلطنت دمشق تھا اور وہ دمشق کے مشہور حصہ ”غوط“ میں رہتا تھا۔ شجاع بن وہب نامہ مبارک لیکر روانہ ہوئے تو ان کو راہ میں معلوم ہوا کہ حارث اس وقت اگرچہ دمشق ہی میں مقیم ہے مگر چونکہ قیصر فتح کی خوشی میں محسوس ہوتا ہوا بیت المقدس جا رہا ہے، اس لئے اس کی رسد وغیرہ کے انتظامات میں مصروف ہے۔ شجاع بن وہب

صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث کے پاس مستقل سفارت اس لئے روانہ فرمائی کہ صفاتِ گذشتہ کے معلوم ہو چکا ہے کہ حارث اگرچہ قیصر و روم کے زیر سیادت حکمران تھا لیکن اپنے عربی نژاد اور پر شکوت ہونے کی وجہ سے مستقل بادشاہ رہتا تھا۔

یہ حال سنکر دمشق پہنچے اور وہاں چند روز اس لئے قیام کیا کہ جب حادثہ کو فریخت ہو تو نامہ مبارک اس تک پہنچائیں۔

چند روز کے قیام سے حضرت شجاع کی حادثہ کے ایک حاجب سے ملاقات ہو گئی یہ شخص رومی نسل سے تھا اور اس کا نام ”مُری“ تھا اُس نے ان سے یہاں آنے کی وجہ دریافت کی اور شجاع نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ مری نے کہا کہ ابھی چند روز اور قیام کرو وقت مناسب پر تم کو پیش کر دیا جائے گا۔

شجاع کہتے ہیں کہ مری کے ساتھ چونکہ میری بے تکلفی ہو گئی اس لئے اُس نے ایک دن مجھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی حالات دریافت کئے۔ میں نے تمام حالات اور آپ کی دعوتِ اسلام کی حقیقت کو اچھی طرح اس کے دل نشین کر دیا۔ حالات سنکر اُس پر رقت طاری ہو گئی اور کہنے لگا ”کچھ تم نے بیان کیا ہے انجیل میں یہی حالات اُس آنے والے پیغمبر کے پائے جاتے ہیں جس کا ہم کو انتظار ہے۔ میں اُس پیغمبر پر ایمان لاتا ہوں اور اُس کے تمام احکام کی صدق دل سے تصدیق کرتا ہوں اشدان لاله الا اللہ و اشدان محمد اعبده و رسوله“ اور پھر کہنے لگا کہ تم میرے اسلام لانے کا واقعہ کسی سے ہرگز ہرگز بیان نہ کرنا۔ اس لئے کہ مجھے خوف ہے کہ اگر حادثہ کو اس کا حال معلوم ہو گیا تو وہ مجھ کو قتل کر دے گا۔ حالانکہ وہ میری بہت عزت کرتا ہے اور مجھ کو اُس کے مزاج میں بہت زیادہ دخل ہے۔

ایک روز حادثہ نے دمشق میں بہت شان کے ساتھ دربار کیا۔ اُس وقت حاجب نے اُس سے میزبان کر کے کیا اور اُس نے مجھ کو دربار میں بلایا۔ میں نے اُس کو نامہ مبارک دیا اور اس نے ترجمان کو دیکر پڑھنے کا حکم دیا۔ نامہ مبارک کے الفاظ

یہ ہیں۔

## نامہ مبارک بنام حارث بن ابی شمر حاکم دمشق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 من محمد رسول اللہ الی الصلوات  
 بن ابی شمر، سلام علی من  
 اتبع الهدی وامن بہ وصلوات  
 وانی ادعوك ان توع من  
 باللہ وحدک لا شریک  
 لہ یبقی لک  
 ملک

شروع اللہ کے نام جو رحمن و رحیم ہے یہ خط اللہ کے  
 رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہے  
 حارث بن ابی شمر کے نام۔ جو ہدایت کا پیرو ہو  
 اپنا ایمان رکھتا ہو اور اسکی تصدیق کرتا ہو اسپر  
 سلام میں تجھکو دعوت دیتا ہوں کہ اس بات پر  
 ایمان لے آ کہ اللہ ہی پرستش کے لائق ہے  
 اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ تیرا ملک تیرے  
 پاس محفوظ رہے گا۔

حارث نے نامہ مبارک سنا تو بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ کس کی مجال ہے  
 کبیرے ملک کی طرف نگاہ اٹھاتے۔ میں خود اس شخص کا مقابلہ کروں گا اور اگر میں  
 بھی جا کر چھپا تو برسر عام گرفتار کر کے لاؤں گا۔ اور اسی غیظ و غضب میں حکم دیا  
 کہ گھوڑوں کی نعلبندی کرو اور مجھے کہنے لگا کہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے یہ تمام ماجرا اپنے  
 نبی کو سنا دینا۔ اور اسی وقت قیصر کو خط لکھا جس میں اس تمام واقعہ کا ذکر کر کے  
 نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کی اجازت طلب کی۔ قیصر کا جواب آیا کہ فی  
 الحال اس ارادہ کو ترک کر دو اور میرے قیام بیت المقدس کی مصروفیت میں مصروف  
 رہو، قیصر کے جواب آنے پر حارث نے مجھو بلایا اور دریافت کیا کہ واپسی کا کتنا  
 قصد ہے؟ میں نے کہا کہ کل ارادہ ہے۔ حارث نے حکم دیا کہ اس کو سوشقال سونا



دیکر یہاں سے رخصت کر دو۔ حارث سے رخصت ہو کر جب واپس آیا تو اسکے حاجب ”مُری“ نے اصرار کیا کہ میرے مکان پر چلو۔ میں اُس کے ساتھ اُس کے مکان پر پہنچا تو اُس نے مجھ کو کچھ پارچات اور زاوراہ دیا اور کہنے لگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں میرا سلام عرض کرنا۔ میں تمھیں سے رخصت ہو کر مدینہ حاضر خدمت ہوا اور تمام واقعات بارگاہِ نبوت میں عرض کر دیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مری نے جو کچھ کہا سچ کہا اور وہ مومن صادق ہے۔ اور حارث غنقریب دیکھ لے گا کہ جس حکومت کے غرور پر اُس نے خدا کے پسندیدہ مذہب کو رد کر دیا وہ باقی رہنے والی نہیں ہے۔

### زوالِ حکومتِ شام

حارث اگرچہ اس وقت قیصر کے حکم سے مسلمانوں کے مقابلہ سے باز آ گیا تھا لیکن فتح مکہ کے بعد ہی غسانوں نے قیصر کی سیادت میں مسلمانوں سے جنگ کا ارادہ کیا اور نژدہ موتہ اور بتوک کے واقعات اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ آخر ۳۳ھ مطابق ۶۳۶ء خلافتِ فاروقی میں شام پر پہیم حملے ہوئے اور چند ہی ماہ میں حکومتِ غسانی کا خاتمہ ہو گیا۔

صفحاتِ گذشتہ میں ان چھ بادشاہوں کا مفصل ذکر ہو چکا جن کے نام محرم ۳۶ھ میں دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں پیغاماتِ روانہ کئے گئے ہیں۔ اور اسی ضمن میں ہرمزان اور منغظ کے نام جو پیغاماتِ اسلام بھیجے گئے ان کا بھی تذکرہ آ گیا ہے۔ اور انہی واقعات میں یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پیغاماتِ سلسلہٴ دعوتِ اسلام ۳۶ھ ہجری میں روانہ فرمائے ہیں وہ صرف

انہی افراد میں محدود نہیں ہیں جنکا ذکر آچکا ہے بلکہ اور چند بادشاہوں کے نام بھی دعوتِ اسلام دی گئی ہے نیز شہ ۷ھ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ اس کے بعد بھی مختلف زمانوں میں یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ پس مناسب ہے کہ ان کو بھی ذکر کر دیا جائے

## آٹھویں پیغمبر بن ایم غسانی شاہِ شام کے نام

جبلہ بن ایم

ملکِ شام کی تاریخ کا جو تعلق غسانی قبیلہ سے ہے اس کا مختصر حال گذشتہ صفحات میں معلوم ہو چکا ہے اس حکومت کا ایک تاجدار جبلہ بن ایم بھی ہے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نام بھی شہ میں اسلام کا پیغام بھیجا اور جبلہ بن ایم برضا و رغبت مشرف باسلام ہو گیا۔ اور اپنے قبولِ اسلام کی اطلاع بارگاہِ نبوت میں بھیجی اور ہدایا بھی روانہ کئے۔ جبلہ اسی حالت پر قائم رہا حتیٰ کہ خلافتِ فاروقی کا زمانہ آیا۔ اتفاق سے دمشق کے بازار میں جبلہ گذر رہا تھا کہ دفعتاً اس کا پیر ایک فرنی شخص کے اوپر جا پڑا فرنی نے ایک طمانچہ مار دیا۔

معاملہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ قصاص نیا جائے اور جبلہ بھی فرنی شخص کے طمانچہ مارے۔ جبلہ کو یہ ناگوار گزارا اور کہنے لگا کیا اس کو قتل نہ کیا جائے گا؟ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں۔ جبلہ نے کہا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ جبلہ نے کہا کہ ایک

لے بعض اصحاب سیر کا خیال ہے کہ اس سفارت کی خدمت بھی حضرت شجاع بن ہب ہی کی سپرد کی گئی تھی

معمولی آدمی اور بادشاہ کے درمیان کوئی فرق نہیں؟ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ اسلامی احکام میں بادشاہ و فقیر دونوں برابر ہیں۔ جو جرم اس نے کیا ہے تم بھی اسی جرم کی مقدار پر سزا دیکھتے ہو، جیلہ اس وقت خاموش رہا اور پوشیدہ بھاگ کر روم چلا گیا اور وہاں جا کر نصرانی ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس کی اس حرکت پر سجدہ افسوس کیا۔

اور سیرتِ جلیلیہ میں ہے کہ جب شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ جیلہ بن ایہم کے دربار میں پہنچے تو اس کو نامہ مبارک دیکر تقریر فرمائی۔

بادشاہ! تیری قوم (انصار) نے اس پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کے اصلی وطن (مکہ) سے ہلا کر اپنے وطن (مدینہ) میں عزت و احترام کے ساتھ پناہ دی اور ان کی ہر طرح حمایت کی۔ بادشاہ! یہ عیسوی مذہب تیرے آباء و اجداد کا مذہب نہیں ہے شام کی حکومت اور رومیوں کے قرب نے تجھ کو مذہبِ عیسوی کی طرف مائل کر دیا۔ یہی حکومت اگر تجھ کو کسرے کے زیر اثر طبعاتی تو تجھ کو پارسی مذہب کی طرف مائل کر دیتی۔ اگر تو مسلمان ہو جائے تو یہی ملکِ شام بلا شرکتِ غیر تیرا ہے اور کل شامی تیری ہیبت سے مطیع اور رومی تیرے دبدبہ سے مرعوب ہو جائیں۔

بادشاہ! اگر تیسلم بھی کر لیا جائے کہ تیرے اسلام قبول کرنے سے یہ ملک تیرے قبضہٴ اقتدار سے نکل جائے گا تب بھی اس کے عوض اسلام کی دولت ارزاں ہے۔ یہ آخرت کا بہترین تحفہ ہے۔

۱۷۱ حضرت شجاع نے یہ اس لئے کہا کہ صفحہ گذشتہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ خاندان "غسانی"

عرب ہی کی مشائخ تھا اور انصارِ مدینہ سے ان کا نسبی تعلق تھا ۱۷۱

اور دنیا میں بھی ”کلیا“ کے مقابلہ میں ”مساءد“ ناقوس“ کے بدلے ”اذان“ اور ”شعائین“ کی عوض جمعہ اور عیدین، جیسی بابرکت چیزیں تھمکو نصیب ہونگی۔ اور خدا کے پاس جو اس کا اجر ہے وہ تو بے نہایت ہے۔

جبکہ نے بغور حضرت شجاع کی تقریر کو سنا اور پھر یوں گویا ہوا۔

خدا کی قسم میرا دل اس بات کا بچہ ممتنی ہے کہ عرب کے اس نبی امی کی نبوت کو سب اس طرح تسلیم کر لیں جس طرح کہ رب السموات والارض کی الوہیت پر سب متفق ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر سجدہ مسرت ہوئی کہ میری قوم (انصار) نے ان کو بخوشی نبی تسلیم کر لیا۔ مجھ کو قیصر روم نے جنگ موتہ میں شرکت کی دعوت دی تھی میں نے اس میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔

لیکن میں حق و باطل کی اس دعوت کے متعلق ابھی کوئی آخری فیصلہ نہیں

کر سکا ابھی مجھ کو مزید غور و فکر کی ضرورت ہے۔

لیکن تمام ارباب سیران دونوں روایات سے مختلف اس واقعہ کو اس طرح نقل کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جبکہ کے پاس شجاع بن وہب اسدی کو بھیجا تو وہ بھی حارث کی طرح ناراض ہوا اور ردیوں کے ساتھ بلکہ آمادہ جنگ ہوا۔ موتہ اور تبوک میں معاملہ چونکہ غیر منفصل رہا اس لئے خلافتِ فاروقی ۳۲ھ مطابق ۶۳۶ء میں شام پر مسلسل حملے ہوئے اور تمام حدودِ شام مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے۔ اس وقت جبکہ نے مطلع ہو کر اسلام کو قبول کیا اور نہایت شان و شکوہ سے مدینہ طیبہ پہنچا۔ فاروق اعظم نے اس کی بہت مدارات کی اور کمانہایت اعزاز و احترام کیا۔

اتفاق وقت کہ موسم حج میں جبلہ طواف میں مشغول تھا کہ اُس کی چادر کا گوشہ ایک بدوی کے پیر کے نیچے دب گیا۔ جبلہ کو سخت غصہ آیا اور بدوی کے ایک طبھانچہ مار دیا۔ بدوی نے دربارِ خلافت میں فریاد کی۔ حضرت عمرؓ نے جبلہ سے کہا کہ تم کو اس کا قصاص دینا ہو گا۔ جبلہ نے کہا کہ میں بادشاہ اور یہ ایک گنوار۔ کیا دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں اور آپ کے نزدیک بادشاہ کی کوئی عزت نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں اسلام میں شاہ و گدا میں کوئی تمیز نہیں تم کو قصاص ضرور دینا ہو گا۔ یہ سن کر جبلہ نے ایک روز کی مہلت مانگی اور شب میں پھپکرا کر شام کو بھاگ گیا اور وہاں سے قسطنطنیہ چلا گیا اور وہاں جا کر نصرانی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کی حالت پر سخت افسوس کیا۔ مگر قسطنطنیہ جا کر جبلہ اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور عمر بھروسہ پشیمانی میں بسر کی مگر سعادتِ اسلام سے محروم رہا۔

ان تمام روایات میں یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ بتوک اور موتہ میں تمام عیسائی طاقتیں متفق تھیں اور آما وہ پیکار، البتہ اس کے بعد بعض سلاطین کچھ قلوب میں اسلام کی روشنی جلوہ گر ہوئی اور وہ عہدِ فاروقی میں مشرف باسلام ہو گئے۔

## نواں پیغامِ مندرین ساوئے حاکمِ بحرین کے نام

### شہِ بحرین

عروض ”جو عرب کے پانچ قطعوں میں سے ایک قطعہ ہے“ اس کے مشہور صوبوں

۱۷ لیکن یہ واضح رہے کہ سلسلہ میں غسانی بادشاہ نہیں لیکن اکثر اہلِ عمان حافر و بارہ قعی ہو کر مشرف باسلام ہوئے

میں سے ایک صوبہ بحرین ہے اس کا دوسرا نام ”الاحساہ“ ہے۔ بحرین ساحل پر واقع ہے جس کے حدود اربعہ یہ ہیں۔

شمال میں عراق۔ جنوب میں عمان۔ مشرق میں خلیج فارس۔ مغرب میں ینامہ۔ یہ جگہ موتیوں کی کان ہے جہاں ہزاروں کشتیاں اور غواص موتی نکالتے رہتے ہیں۔ چھٹی صدی عیسوی میں بحرین ایرانی حکومت کے زیر اقتدار تھا اور سناذہ یعنی آل منذر جو حیرہ اور اطراف عراق پر ایرانیوں کی جانب سے حکمراں تھے یہاں کے بھی حاکم (گورنر) تھے۔ قزاملطہ جو باوجود ادعای اسلام کے مجوسیت کے اکثر عقائد کو شامل کر کے ملحدانہ عقائد کے پیرو تھے اور جن کا فتنہ تاریخ اسلام میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ان کی حکومت کا مرکز یہی بحرین تھا۔

## منذر بن ساوی

۱۰ھ میں حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجراتہ سے واپس تشریف لائے تو بحرین کے حاکم کے پاس پیغام اسلام بھیجا۔ اس وقت بحرین کا گورنر سناذہ تھے۔ منذر بن ساوی نے کہا: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک سفارت پر حضرت علامہ ابن حنفیہ کو مامور فرمایا اور سعیت کے لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی انتخاب فرمایا۔ حضرت علامہ نامہ مبارک لیکر بحرین پہنچے اور منذر کے حوالہ کر دیا۔ منذر نے نامہ مبارک

۱۰ھ حجراتہ مکہ منظر اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے مال غنیمت اور قیدیوں کو محفوظ رکھا تھا اور یہیں سے شب میں مکہ جا کر عمرہ ادا کیا اور شب ہی میں واپس تشریف لائے۔ ۱۱ھ حضرت علامہ کی ولادت میں سخت اختلاف ہے بعض ان کو عبداللہ بن عباد کہتے ہیں اور بعض ابن عمار بعض کے نزدیک ابن الضمیر صحیح ہے اور بعض کے نزدیک ابو عمیرہ والہد اعلم بحقیقۃ الحال استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۵۵

ترجمان کو دیا اور ترجمان نے پڑھ کر سنایا۔ مندر نامہ مبارک کا سفینہ سنکر مجھ پر خوش ہوا اور حضرت علاء کو عزت و احترام کے ساتھ مہمان رکھا۔ جب حضرت علاء رخصت ہونے لگے تو مندر نے نامہ مبارک کا جواب لکھا۔ ابن سعد نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

و بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ تجوزنا من بني اكرم صلى الله عليه وسلم ثم علمت ان علي بن ابي طالب منصرفه من الجعزانية العلاء بن الحضرمي بن سادى شاه مجربك پاس نامہ مبارک دیکر پہنچا جس میں اس کو دعوتِ اسلام آئی مندر بن ساوی العبدی و دیکھی تھی۔ مندر نے نامہ مبارک کا جواب میں نامہ لکھا جس میں آپ کی تصدیق ہو بالبحرین بدعوة الی الاسلام اور قبولِ اسلام کا ذکر تھا اور لکھا تھا یا رسول اللہ آپ کا نامہ و کتب الیه کتاباً فکتب الی رسول مبارک پہنچا میں اس سے قبل وہ خط بھی دیکھ چکا ہوں جو اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باسلامہ آپ نے دعوتِ اسلام کے لئے اہل بحرن کے نام روانہ فرمایا تھا۔ و تصدیقه وانی قرأت کتابک علی میں بروضا و رغبت اسلام قبول کرتا ہوں۔ اہل بحرن اهل البحرین فمنہم من احب الاسلام میں سے بعض نے ہلام کو بہت پسند کیا اور محبوب بنانا اور وہ وا عجبہ و دخل فیہ و منهم من کرهہ مسلمان ہو گئے۔ اور بعض کفر پر قائم ہیں میری سرزمین میں و باد ضی عجوس و یهود فاحداث مجوسی پارسی، اور یہودی آباد ہیں میری خواہش ہے کہ الی فی ذلک امرک۔ آپ تحریر فرمائیں کہ میں انکے ساتھ کس قسم کا معاملہ کروں۔

ابن ناہج کا خیال ہے کہ مندر مسلمان ہونے کے بعد خدمتِ اقدس صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوا ہے اس لئے اس کو صحابہ کی فہرست ہی میں شمار کرنا چاہئے لیکن ابوالریح کہتے ہیں کہ یہ قطعاً صحیح نہیں ہے مندر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھا ہے اور نہ وہ مدینہ طیبہ میں

حاضر ہوئے ہیں اور یہی تحقیق صحیح درست ہے۔

غرض منذر اور اُس کی قوم کا بیشتر حصہ مسلمان ہو گیا اور نورِ اسلام کی شعائیں اُن کے دلوں میں جلوہ افروز ہو کر انکی سعادت دارین کا باعث ہوئیں۔

حضرت علامہ و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دربارِ قدسی میں حاضر ہوئے اور منذر کا خط پیش کیا۔ آپ نے اُس کو دعائِ برکت دی اور اُس کے خط کے جواب میں چند نصابِ تحریر فرمائیں۔ اُس نامہ مبارک کا مضمون یہ ہے۔

أما بعد فان رسلي قد حمدك و بعد حمد و صلوة۔ میرے قاصدوں نے تمہارے

انك مھما تعلم اصلك و طرز عمل کی سجد تشریف کی جس طریقہ کو تم پسند

اثبتك على عملك و تحبہ لله و کرو مجھ کو وہی طریقہ پسند ہے۔ اور میں تم کو تمہاری

لرسولہ والسلام ربك ابن عبدك استجاب علیك لم رطبقات ابن عبدك استجاب

جلد ۲ صفحہ ۱۷۵) اصابہ جلد نہم اور اس کے رسول کے لئے خیر خواہ رہو و اسلام

اور بعض کتبِ سیر میں تفصیل کے ساتھ اس نامہ مبارک کی عبارت اس طرح مذکور

بسم الله الرحمن الرحيم۔ من بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے محمد کی جانب

محمد رسول الله الى المنذر بن جوائد کا پیغمبر ہے۔ منذر بن سادی کے نام۔ تجھ پر

سأوى السلام عليك فاني احمد خدا کی سلامتی ہو میں اُس خدا کی حمد کرتا ہوں

الله اليك الذي لا اله الا الله و انشهد جو کہتا ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں

ان لا اله الا الله ..... و ان محمدا خدا کی یکتائی اور محمد کی رسالت کی گواہی

عبدك و رسولہ اما بعد فاني اذكرك دیتا ہوں۔ بعد حمد و صلوة میں تم کو خدا کی یاد

الله عز و جل فانصبر و انما ينصحه دلاتا ہوں اس لئے کہ جو نصیحت لیا کرتا ہو اپنے کسی فائدہ پہنچانا



# فرمانُ الاثنان حضرت سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) بنام مشذربین ساوی عبیدی شاہِ بحرین

سما لله الرحم الرحمة محمد رسول الله  
 ل المرزب ساوی سلام عليك فاني احمد الله  
 لك بالري لا اله عرو فاسود لا لا - لا  
 الله وارحمك عت قدس لهما بعد فاني اذى  
 الله عرو حله فانه صيحه فانصاح به - هم طعد  
 رسولها مره فقتا ط به و صطاح لى  
 رسلى قد اسوا عليك حبرا واذ قد سعا بعد ع  
 فومك فانرك للصلم ما اسلفه عليه و ع  
 ر م - مد صبه واذك ما صلح طر عرفك مر عملك و مر  
 مد عرفك قد سه يوم سه بعد الحرة



www.pdfbooksfree.pk

## نامہ مبارک کی سند

ایک فرانسیسی سیاح نے ۱۷۴۵ء میں اطرافِ مصر کے ایک قطبی راہب سے مول لیکر ہدیہ  
 سلطان العظیم امیر المؤمنین عبد الحمید حال عثمانی کی خدمت میں پیش کیا۔ مروج سلطان نے قسطنطنیہ میں ہزار  
 دیگر تبرکاتِ نبوی محفوظ رکھا اور اسکا عکس متعدد حضرات کی وساطت سے ہندوستان میں پہنچا۔  
 نامہ مبارک کی عبارت تجدید عربی رسم الخط میں وہی ہے جو بلاغِ مبین کے صفحہ (۱۶۶) پر مع  
 ترجمہ درج ہے۔

لنفسہ وانہ من بیطع رسلی و اور جو شخص میرے قاصدوں کی پیروی امان کا استعمال لہرگا مئے  
 یتیم امرہم فقد اطاعنی و من حقیقت میں میرا اتباع کیا اور جس شخص نے ان کی نصیحت کو  
 نصرہ لہم فقد نصر لی وان رسلی مانا اُس نے میری نصیحت کو مانا اور میرے قاصدوں نے  
 قدامنا علیک خیر اُرانی قد میرے حق میں بہت زیادہ خیر خواہی کی ہے اور تیرے مزاج  
 شفعتک فی قومک فاترک للسلیم ہیں میں تیری قوم کے حق میں تجسے یہ سفارش کرتا ہوں  
 ما اسلموا علیہ و عفوت عن اهل کہ مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے اور میں نے خطا کاروں کو  
 الذنوب فاقبل منہم وانک ہما معاف کر دیا پس تو بھی ان سے درگزر اور تو جس چیز کو  
 تصلم فلم نعزلک عن عملک اپنے لئے بہتر جانتا ہے ہم اُس میں کوئی دراندازی  
 ومن اقام علی یحویۃ او عجیۃ نکرینگے اور تیری رعایا میں جو یہودیت یا مجوسیت  
 فعلیہ الحزیرہ پر قائم ہیں اُن پر جزیہ واجب ہے۔

اس کے علاوہ ایک نامہ مبارک اور بھی آپ نے منذر بن ساؤلے کے نام  
 بھیجا تھا جس میں جزیہ و صدقات کی طلبی کا ذکر تھا۔ اس نامہ کو بھی حضرت علامہ ہی  
 لیکر گئے تھے۔ اس کا مضمون یہ ہے۔

اما بعد فانی قد بعثت الیک بعد حمد و صلوة۔ میں تمہارے پاس قدام اور  
 قدامتہ و اباء ہریرۃ فادفع الیہما ابو ہریرہ کو بھیجتا ہوں جو جزیہ تم کو وصول چکا  
 ما اجتمع عندک من خزیۃ ارضک و اسلام ہوان کے حوالہ کرو۔ والسلام

چونکہ حضرت علاؤ نامہ مبارک کی سفارت کے ساتھ ساتھ اس علاقہ کے  
 عامل ”تحصیلدار“ مقرر کر دیئے گئے تھے اس لئے وہ منذر ہی کے پاس مقیم تھے  
 و صولیابی کے زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قدامہ و حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور ایک خط مندر اور ایک خط علماء کے نام تحریر فرمایا حضرت علماء کے خط میں بھی زکوٰۃ - صدقات اور جزیہ کے جلد بھیجنے کے متعلق احکام تھے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ ان ہر سہ نامہائے مبارک کو حضرت اُبی بن کعب نے تحریر فرمایا تھا۔ (ابن سعد)

## دسواں پیغام ہلال ابن اُمیہ بن بکر بن کے نام

بکر بن کے ایک اور سردار ہلال ابن اُمیہ کے نام بھی آپ نے اسلام کا پیغام بھیجا تھا۔ نامہ مبارک کی عبارت یہ ہے۔

(نامہ مبارک بنام ہلال بن اُمیہ بن بکر بن)

سَلِّمُكَ اَنْتَ فَا نِي اِحْدَا لِيك ۱ اللهُ  
الذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَا شَرِيكَ لَهٗ  
وَ اَدْعُو كِ اِلٰى اَللّٰهِ وَ حِدَاةً  
تَوْعًا مِّنْ بَا لَلّٰهِ وَ تَطِيْعًا وَ تَدْخُلُ  
فِي الْجَمَاعَةِ فَانْتَه  
خَيْرُ لَكَ وَ السَّلَامُ عَلٰى  
مَنْ اتَّبَعَهُ اَلْهُدٰى

تجھ پر سلامتی ہو۔ میں تجھ کو اُس خدا کی حمد ستا تا ہوں  
جو یکتا ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں، اور  
تجھ کو خدائے واحد کی طرف بلاتا ہوں۔ تو اُس پر  
ایمان لے آ اور اُس کی اطاعت کر اور عبادت  
اسلام میں داخل ہو جا اس لئے کہ تیرے لئے  
یہی بہترین راہ ہے۔ سلامتی ہو اُس پر جو پیروی  
کرے ہدایت کی۔

معلوم نہیں کہ ہلال نے اس نامہ مبارک کا کیا جواب دیا اور اسلام قبول

کیا یا نہیں۔

# امیرِ بصرے کے نام پیغامِ سلام

گذشتہ واقعات میں حکومتِ شام کی تاریخ اور حاکمِ بصرے کا قیصرِ روم کی حکومت سے تعلق کا حال مفصل معلوم ہو چکا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو امیرِ بصرے کے پاس بھی سلام کا دعوت نامہ لے کر بھیجا تھا۔ حضرت حارث اس مبارک سفارت کی تعمیل میں شام کے مشہور خطہ بلفار کے قصبہ ”موتہ“ تک ہی پہنچے تھے کہ غسانوں میں سے ایک شخص شرجیل بن عمرو نے ان کی راہ روک کر سوال کیا کہ کہاں کا قصد ہے انہوں نے فرمایا ”بصرے“ علاقہ شام کا۔ شرجیل نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قاصدوں میں سے ہے۔ حضرت حارث نے فرمایا بیشک انہی کے قاصدوں میں سے ایک قاصد ہوں۔

بد نصیب شرجیل نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اس شخص کو پکڑو اور قتل کر دو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں میں سے یہ پہلے قاصد ہیں جنہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ حضرت حارث کی شہادت کی خبر مدینہ پہنچی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیدار ہوا اور آپ پر اور تمام مسلمانوں کے دلوں پر ان کی مفارقت کا رنج و الم عرصہ دراز تک باقی رہا۔

# گیارہویں پیام جعفر بن جلدی حاکم عمان کے نام شعبیہ

عمان

قطعاتِ عرب میں ایک قطعہ کا نام عمان ہے جو عر دض کا صوبہ سمجھا جاتا ہے اور بحر عمان پر واقع ہے جو خلیج فارس کے قریب تھوڑے سے فاصلہ پر ہے۔ اسلام سے پہلے یہاں قبیلہٴ اسد "ازد" کی ایک شاخ آباد تھی۔ اب یہاں خارجیوں کی حکومت ہے جس کا دار الحکومت مقطہ ہے۔ یہ خطہ موتیوں اور سیوہ جات کے لئے بہت مشہور ہے اور ہنایت سرسبز و شاداب ہے۔ عر دج اسلام کے زمانہ میں یہاں کا حاکم جعفر بن جلدی تھا اور اُس کا بھائی عبد بھی بعض حصص پر اس کی جانب سے نیابت کرتا تھا یہ دونوں "ازد" کے ہی قبیلہ سے تھے۔

## دعوتِ اسلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بھائیوں کو بھی ذیقعدہ ۶۱۰ء میں اسلام کا پیغام بھیجا اور حضرت عمرو بن العاصؓ فاتح مصر کو سفارت پر متعین فرمایا۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی کی نیابت سے پہلے عبد سے ملاقات کی اس لئے کہ وہ اپنے بھائی کی نیابت زیادہ خلیق اور نرم تھا۔ اُس سے کہا کہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور تم کو اور تمہارے بھائی شاہِ عمان کو اسلام کی دعوت کا پیغام لیکر آیا ہوں۔ عبد نے کہا کہ میرا بھائی جعفر مجھ سے عمر میں بڑا بھی ہے اور بادشاہ بھی ہے وہ زیادہ سختی ہے کہ اُس کے سامنے اس معاملہ کو پیش کیا جائے میں

ان سے بہت جلد ہماری ملاقات کرادونگا۔

اس کے بعد میرے اور عبد کے درمیان اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

عبدال عمرہ! یہ تو بتاؤ کہ تم کس چیز کی طرف ہم کو بلاتے ہو؟

عمرہ، خدا کو ایک جانو اور اس کا شریک نہ بناؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا کا بند اور رسول سمجھو یہی دو شہادتیں ہیں جو اسلام کی تعلیم کا خلاصہ ہیں۔

عبدال عمرہ! تیرا باپ سردار قوم ہے اس کا عمل ہمارے لئے نمونہ ہو سکتا ہے تاکہ اُس نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

عمرہ، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا اور اسی حالت میں مر گیا کاش وہ خدا کے برگزیدہ رسول پر ایمان لاتا اور ان کی صداقت کا اقرار کرتا۔

میں بھی عرصہ تک باپ کی رائے پر قائم رہا۔ آخر خدا نے فضل کیا اور مجھے اسلام

کی دولت دی۔

عبدال عمرہ! تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کب سے ہو گئے؟

عمرہ، بہت تھوڑا عرصہ ہوا۔

عبدال عمرہ! کس جگہ؟

عمرہ، نجاشی کے دربار میں۔ نجاشی خود بھی مشرف باسلام ہو گیا

عبدال عمرہ! اس کی رعایا نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

عمرہ، اب وہ بھی مسلمان ہو گئے اور نجاشی کو ہی اپنا بادشاہ قائم رکھا۔

عبدال عمرہ! کیا پادری اور شپ بھی مسلمان ہو گئے؟

اس نے میں مشرف باسلام ہوئے۔

عمر و، ہاں اکثر مسلمان ہو گئے۔

عبدالعمر و کچھ کہو سوچ کر کہو دیکھو جھوٹ سے زیادہ رسکوں کوئی دوسری چیز نہیں۔

عمر و، میں نے جھوٹ ہرگز نہیں بولا۔ اسلام میں جھوٹ بولنا روا نہیں ہے۔

عبدالعمر و، ہرقل قیصر روم نے نجاشی کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کیا اسکو یہ سارا حال معلوم ہو گیا

عمر و، اس کو سارا حال معلوم ہے۔

عبدالعمر و، یہ تم کس طرح ایسا کہتے ہو؟

عمر و، نجاشی ہرقل کا باجگزار تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد اُس نے خراج دینے سے

ممانعت انکار کر دیا۔ ہرقل تک یہ بات پہنچی تو اس کے بھائی نیاق نے کہا حضور

دیکھئے آپ کا ایک غلام اور آپ کو خراج دینے سے انکار کرے؟ اور اس نے

حضور کے دین کو بھی ترک کر دیا۔ ہرقل نے کہا کہ پھر کیا ہوا۔ اس نے ایک دین

کو پسند کر کے قبول کر لیا مجھے اس سے کیا سروکار۔ بخدا اگر شاہنشاہی کی پرداہ نہ ہوتی

تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا۔

عبدالعمر و، یہ کیا کہہ رہے ہو؟

عمر و، خدا کی قسم بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔

عبدالعمر و، اچھا تمہارا پیغمبر کن چیزوں کا حکم کرتا ہے اور کن چیزوں سے باز رکھتا ہے۔

عمر و، اللہ تعالیٰ کی طاعت کا حکم کرتے ہیں اور معصیت، زنا، شراب نوشی،

پتھر، بت اور صلیب کی پرستش سے روکتے ہیں۔

عبدالعمر و، کسے پیارے احکام ہیں کاش میرا بھائی اس کا دین قبول کرے۔ اور میں اور

وہ دونوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں اور ایمان

لے آئیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر میرے بھائی نے انکار کیا اور اس کا دین قبول نہ کیا تو وہ اپنے ملک کو بھی نقصان پہنچائے گا اور دین کو بھی۔

عمر وہ اگر وہ اسلام قبول کر لے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ملک اسی کے پاس باقی رہنے دیں گے۔ البتہ یہ ضرور کرینگے کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کرے یہاں کے فقرا پر تقسیم کر اسینگے۔

عبدالہ، یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے تمہاری کیا مراد ہے۔  
عمر بن عاص، میں نے زکوٰۃ کے تمام مسائل بتائے۔

بالآخر چند روز میں نے اسی کے پاس قیام کیا۔ اور ایک روز اس نے حکو جعفر کے دربار تک پہنچا دیا۔ میں نے اس کو نامہ مبارک دیا۔ اُس نے نامہ مبارک کی مہر توڑی اور اُس کو پڑھا پڑھنے کے بعد اپنے بھائی عبد کو دیدیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ عبد اپنے بھائی کی نسبت زیادہ متاثر تھا۔ خط پڑھنے کے بعد مجھے کہنے لگا۔ قریش کا کیا حال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ سب نے اس کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ بادشاہ نے دریافت کیا۔ اس کے ساتھ رہنے والے کس قسم کے آدمی ہیں۔ میں نے کہا کہ جن نے بھی اسلام کو خوشدلی اور انتہائی رغبت سے قبول کر لیا تمام دنیا و علاقہ دنیا کو چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فدا کار بن گیا ہے۔ پھر شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کافی جانچ کر لی ہے۔

اس پر بادشاہ نے کہا۔ تم مجھے کل پھر ملنا۔

میں دوسرے روز بادشاہ سے ملنے کے ارادے سے دربار میں آیا تو پہلے اس کے بھائی عبد سے ملا۔ عبد نے کہا کہ اگر ہمارے ملک کو مندرجہ ذیل پہنچے تو بلاؤ



مسلمان ہو جائے گا۔

یہ سنکر میں بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ میں نے کافی غور و غوض کر لیا۔ ” اگر میں ایسے شخص کا

میٹھ ہو جاؤں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی تو سارا ملک عرب مجھ کو کمزور

سمجھے گا۔ حالانکہ اگر اس کی فوج اس ملک میں آئے گی تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں گا

کہ تمہیں کبھی اس سے پہلے کسی کے ساتھ ایسا سبق نہ پڑا ہو گا۔

میں نے اُس کا یہ روکھا جواب سنکر کہا کہ آپ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں کل روانہ

ہو جاؤں اور آپ کا جواب بارگاہِ نبوی میں پہنچا دوں۔ اُس وقت جعفر خاموش ہو گیا

صبح جب میں نے سفر کی تیاری کرنی تو مجھ کو دوبارہ بلایا اور دونوں بھائیوں نے نجوشی

اسلام قبول کر لیا۔ اور ان الفاظ کے ساتھ میرے سامنے اسلام کا اقرار کیا۔

لقد اذنت لى على هذا النبى الا احدى  
تم نے مجھ کو ایسے نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خبر

اندہ لایا مہر بخیر الا کان اولاً خذہ  
سنائی ہے کہ وہ کسی حکم دینے سے پہلے خود اس کو

بہ ولا ینہا عن شئ الا کان  
کرتے ہیں اور کسی شے کو منع کرنے سے پہلے خود

اول تارک لہ واندہ یغلب فلا  
اس سے پرہیز کرتے ہیں اگر وہ غالب ہوتے ہیں تو

یبطس ویغلب فلا یحجر واندہ یفی  
اگرتے نہیں اور اگر مغلوب ہوتے ہیں تو اپنے مقصد

بالعهد وینجز الوعد  
سے باز نہیں رہتے۔ وہ عہد کی وفا کرتے ہیں،

واشہد انہ  
وعدہ کے صادق ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں

نبی  
کہ وہ خدا کے پیغمبر ہیں۔

اس کے بعد مفتوحہ علاقہ میں نے سالیانہ وصول کیا اور تیس عان نے

اس میں میری پوری مدد کی۔ میں نے رئیسوں اور مالداروں سے وصول کر کے وہیں کے فقراء میں اس مال کو تقسیم کر دیا اور اس سلسلہ میں ایک عرصہ تک وہیں مقیم رہا کہ اچانک وصالِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہنچی۔ (ابن سعد)

جیفر نے حضرت عمرو سے اول جو تہذیب آمیز باتیں کہیں معلوم ہو تھیں کہ انکی آزمائش مقصود تھی اور وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ واقعی یہ کسی بادشاہ کا قاصد ہے یا پیغمبرِ نبی کا لیکن جب اسکو اطمینان ہو گیا کہ یہاں ملک گیری کی ہوس کا معاملہ نہیں ہے تو بخوشی اسلام قبول کر لیا۔

## قیصر کے نام دوسرا پیغام

شہِ بحری

PAKISTAN LIBRARY  
www.pakbooksfree.pk

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے خصائص میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر زمانہ حیات میں پھر ایک مرتبہ ہر قل قیصرِ روم کے پاس اسلام کا پیغام بھیجا۔

اصحیح ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے زمانہ میں تبوک سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفارت بھیجی تھی۔ حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں اس واقعہ کے تذکرہ میں یہ لکھ دیا کہ ”انہ من“ یعنی قیصر یا ان آیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ استیعاب کی مراد یہ ہے کہ اسلام کی تصدیق کا انہار کیا لیکن اسلام میں چونکہ داخل نہوا اور نصرانیہ ہی پر قائم رہا اس لئے مسلمان نہیں کہلایا جا سکتا چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ تبوک سے جب آپ نے اس کو اسلام کی دعوت بھیجی تو اس نے جواب دیا کہ ”انہ من“ میں تو مسلمان ہی ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو فرمایا کذب مدد اللہ و اللہ انہ لیس سلم اور بعض الفاظ میں کہ کذب مدعی نصرانیہ یعنی خدا کے دشمن نے جھوٹ بولا وہ ابھی تک نصرانی ہی ہے مسلمان نہیں ہوا

اور شاد فرمایا کہ جو شخص اس نامہ مبارک کو روم کے بادشاہ کے پاس لیجائے گا اس کو جنت کی بشارت ہے۔ حضرت عبید اللہ بن عبدالمطلب نے یہ سن کر پیش قدمی کی اور نامہ مبارک لیکر روم کے دربار میں پہنچے۔ قیصر پر اب بھی محبتِ سلطنت غالب آئی اور اس نے باوجود آپ کی رسالت و نبوت کے اعتراف کے اسلام میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔

ایک درباری یہ تمام ماجرا دیکھ رہا تھا اس نے عبید اللہ سے خلوت میں ملکر اسلام کے محاسن سنے اور سیرتِ نبوی کی معلومات حاصل کی اور سب کچھ سننے اور معلوم کر لینے کے بعد مشرت باسلام ہو گیا۔ قیصر کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کو قبولِ اسلام سے منع کیا۔ مگر یہ نشہ معمولی نشہ نہ تھا۔ اور یہ غار اترنے والا نہ تھا۔ جب قیصر نے دیکھا کہ میری ہتدید و تحریف نے کچھ کام نہ کیا تو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ پستلار توجید نے خوشی خوشی جان دیدی اور اس طرح آخرت کی نعمت سے شاد کام ہوا۔ اور بعض اربابِ سیر نے نقل کیا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد بھی خلافتِ صدیقی یا خلافتِ فاروقی میں ہشام بن عاص تیسری مرتبہ ہر قتل کے پاس دعوتِ اسلام لے گئے ہیں۔ مگر ہر قتل نے اسلام قبول نہ کیا۔ اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بن کر دونوں جہان میں ناشاد و نامراد رہا۔

## دعوتِ اسلام شاہِ حبشہ کے نام

سہجری

صفحاتِ گذشتہ میں تفصیلی بحث و فکر کے بعد معلوم ہو چکا ہے کہ جب نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وحی الہی کے ذریعہ آپ کو اطلاع ملی کہ ”صحفہ نجاشی حبشہ کا انتقال ہو گیا اور صحابہ کو جمع کر کے آپ نے اس کے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی۔

اس واقعہ کے بعد ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحفہ کے نجاشین کو پاس احمد کعب بن حرام کی دعوت کے لئے نامہ مبارک بھیجا۔ محدثین و اصحاب سیر اس کا فیصلہ نہیں کر سکے کہ اس مبارک سفارت کا شرف کس کو حاصل ہوا۔

بیہقی نے ابن اسحاق کی روایت سے نامہ مبارک کا جو مضمون نقل کیا ہے

اس کی عبارت یہ ہے۔

## نامہ مبارک بنام نجاشی

من محمد رسول اللہ الی یہ خط ہے خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
التجاشی عظیم الحبشہ سلام کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام سلام آپس  
علیٰ من اتبع الهدی و جو شخص ہدایت کا پیرو ہو، اور اللہ اور اس کے  
امن باللہ ورسولہ و رسول پر ایمان لائے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں  
أشهد أن لا إله إلا الله کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک  
وحداء لا شریک لہ لہ یخند نہیں وہ بی بی اور ڈولہ کی تلوٹ سے پاک ہے اور  
صاحبۃ ولا ولدان محمدؐ اس کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
عبدا ورسولہ وادعوك اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ اور میں  
بدعایۃ اللہ فانی رسولہ تجلو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اس لئے کہ  
فاسلم تسلم یا اهل کتاب میں اس کا رسول اور پیغمبر ہوں۔ اسلام قبول کر

تعالوا الے کلمۃ سوائے سالم و محفوظ رہے گا۔ اسے اہل کتاب اس کلمہ  
 بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً اور  
 ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے  
 من دون اللہ فان تو تووا سوانہ کسی کی عبادت کریں اور نہ کسی کو اس کا  
 فقولوا اشهدوا باننا سہم و شریک بنائیں اور نہ ہم آپس میں ایک  
 مسلمون۔ فان ابیت دوسرے کو اللہ کی طرح اپنا رب تسلیم کریں یا  
 فلیک اگر وہ اس کو نہ مانیں تو اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 ۲ ثم آپ فرمادیجے کہ ہم تو یقیناً اسی کو پوجتے ہیں۔  
 النصرانی اے بخاشی تو نے اگر میری ان باتوں کو نہ مانا  
 من قومک تو تیری نصرانی قوم کی اس گمراہی کا وبال  
 تیری گردن پر ہوگا۔

اس بخاشی کے قبول و عدم قبول اسلام کے متعلق حافظ ابن حجر  
 عسقلانی و حافظ ابن قیم کی رائے یہ ہے کہ کوئی حال معلوم نہ ہو سکا اور واقعات  
 اس بارہ میں خاموش ہیں۔ اور ابن حزم و زرقانی شارح مواہب فرماتے  
 ہیں کہ یہ مسلمان نہیں ہوا۔

اکیڈرومی کے نام دعوتِ اسلام  
 دومتہ الجندل

یا قوت نے سحیح میں بیان کیا ہے کہ دومتہ الجندل شام و مدینہ کے درمیان

دارالقریہ یا تو ایک قریہ کا نام ہے یا متعدد قریات کے مجموعہ کا نام ہے جو جبل طے کے قریب ایک شہر پناہ سے محصور ہیں۔ اور نوکناہ جو قبیلہ بنی کلب کی شاخ ہیں وہ یہاں آباد ہیں۔ دومہ کے وسط میں ایک نہایت مستحکم قلعہ ہے جس کا نام ماروہ ہے یہی قلعہ اکیدر کا قلعہ ہے۔ اکیدر سلطنت روم کا باجگزار اپنے علاقہ کا حاکم تھا۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس بھیجا کہ جا کر اس کو اسلام کی دعوت دیں اور اگر قبول نہ کرے تو جزیہ دینا منظور کرے، حضرت خالد جب دومہ پہنچے تو اکیدر کو اسلام کا پیغام سنایا۔ اکیدر نے بجائے قبول اسلام کے جنگ شروع کر دی حضرت خالد اگرچہ ارادہ جنگ سے نہ گئے تھے اور اسی لئے چھوٹی سی جماعت ان کے ساتھ تھی۔ مگر سیف اللہ کے لئے کثرتِ وقت کا سوال نہ تھا۔ بہت تھوڑی سی جھڑپ کے بعد اکیدر کو گرفتار کر لیا اور اسی حالت میں لیکر دربارِ قدسی میں پہنچے۔ اکیدر اگرچہ ایسے تھا لیکن شاہانہ لباس میں ملبوس حاضر خدمت ہوا۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اعزاز کے ساتھ براہِ بٹھایا۔ اور اس کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اکیدر نے آپ کے اخلاقِ کریمانہ کو دیکھا اور کلامِ مبارک کو سنا اور برضار و رغبت مسلمان ہو گیا۔ جب اکیدرِ خصمت ہونے لگا تو آپ سے اماں کے لئے عہد نامہ لکھوایا۔ عہد نامہ کے الفاظ یہ ہیں۔

ہذا کتاب من محمد رسول اللہ لا اکیدر  
 حین اجاب الی الاسلام وخلق الاند  
 ولا صنم ولا اهل دو منۃ ان لنا الصا  
 من الفحل والبور والمعالی اغفال الاض  
 یہ عہد نامہ ہے خدا کے رسول محمد کی طرف سے اکیدر  
 اور اہل دومہ کے لئے جبکہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں  
 اصنام پرستی کو ترک کر دیا ہے۔ کہ دومہ کے تالابوں  
 کی آمدنی، بجز زمین۔ غیر ملوکہ زمین۔ نزول کی پٹیا

والسلاح والحراب والحصن  
ولکم الضامنة من النخل والمعين  
من العمور لا تغدال ساء حنکم  
ولا تغد فارد تکم ولا یخطر علیکم  
النبيات - تقیمن الصلوة  
لن قتها وتوتون الساکوة بحتها  
علیکم بذلک عهد الله والميثاق  
ولکم به الصدق والوفاء شها  
الله ومن حضر من المسلمین -

زرہ - اسلحہ - گھوڑے - اور قلعہ سرکاری ہیں - اور  
تمام درخت، پتے، دریا، اور پیداوار می زمینیں وغیرہ  
سب تمہاری ملکیت ہیں - چراگا ہوں میں چرنے  
والے جانوروں کے علاوہ کسی جانور پر زکوٰۃ نہ  
یجائیگی اور حساب سے الگ کسی جانور کو شامل  
زکوٰۃ نہ کیا جائے گا وقت پر نماز ادا کرو اور  
تجائی کے ساتھ زکوٰۃ دو تمہارے اللہ کا عہد مینا  
ہے جس کا پورا کرنا ضروری ہے - تم اگر عہد پورا  
کرو گے تو ہماری طرف سے صدق و وفا کی  
ضمانت ہے اور اس کے لئے ہم اللہ اور موجود  
مسلمانوں کو شاہد بناتے ہیں -

اکیدران عمود موثیق کے ساتھ اپنی حکومت میں رہنے لگا اور مسلمانوں کے ساتھ  
اظهار و فاواری کرتا رہا - لیکن جب اس نے یہ سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ظاہری دنیا سے وفات پائی تو تمام وعدوں کو بھلا کر مرتد ہو گیا اور دوسرے نکل کر  
حیرہ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں ایک عمارت دو مہ کے نام سے بنا کر اس میں  
رہنے لگا - اور دو مہ الجندل کو اپنے بھائی حُرَیث بن عبد الملک کے سپرد کیا

صغرت گذشتہ میں سنہ ہجری سے ترتیب وار ان تمام نامہائے مبارک کا ذکر  
ہو چکا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین عالم کے نام پیغام اسلام کے

سلسلہ میں بھیجے ہیں۔ اب ان بقیہ نامہائے مبارک کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے جو اگرچہ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں لیکن ان کی روانگی کا زمانہ متحقق نہیں ہو سکا

## یوحنا بن روبرٹ سدرار ان ایلیہ کے نام پیغامِ سلام سنہ ہجری

پچھلے صفحات میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حارث غسانی گورنر شام کو بھی اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور اس نے اس کو سخت ناگواری کے ساتھ محسوس کیا۔ اور آمادہ جنگ ہو گیا۔ اگرچہ ہرقل نے اس کو اس ارادہ سے باز رکھا مگر اسی وقت سے شام کے عیسائی سرداروں میں مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کی کھڑی پکنے لگی۔ اور ہرقل بھی اندرونی تیاریوں میں مشغول نظر آنے لگا۔ مدینہ میں یہ شہرت تھی کہ رومی اور شامی عیسائی گھوڑوں کی نعلبندی کر رہے ہیں۔ اور عنقریب باچا پتر ہیں اور یہ شہرت بہت کچھ حقیقت پر مبنی تھی۔ صحابہ میں اس واقعہ کی اس قدر شہرت تھی کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک معاملہ کی وجہ سے ازواجِ مطہرات سے کچھ ناخوش ہو گئے اور ”ایلاہ“ کا مشہور واقعہ پیش آیا تو ایک صحابی نے جب فاروق اعظم کے سامنے اچانک یہ کہا ”غضب ہو گیا“ تو فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا رومی عیسائی آگے۔ جب یہ خبر اس درجہ مشہور ہوئی کہ کئی لاکھ کی جمعیت سے روم کا بادشاہ عنقریب حملہ آور ہونے والا ہے تو آپ نے یہ مناسب سمجھا کہ پیش قدمی کر کے دشمن کے ملک کو میدانِ جنگ



بنایا جائے۔ اس ارادہ سے سخت گرمی کے باوجود مجاہدین فی سبیل اللہ کا پرشکوہ لشکر منافقین کے اس بزدلانہ فقرہ ”لا تنفروا فی الحرا“ سخت گرمی میں ہرگز مت جاؤ“ کا جواب دیتا ہوا ”نارحمننا منذ حرا“ جہنم کی آگ جو ترکِ جہاد کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس سے زیادہ گرم ہے، توک کے میدان میں جا پہنچا۔ رومیوں کو جب مسلمانوں کی پیشقدمی کا یہ حال معلوم ہوا تو وہ مسلمانوں کی فداکارانہ زندگی اور مجاہدانہ استقلال و ثبات سے متاثر ہو کر ارادہٴ جنگ کو کسی دوسرے وقت پر طال کر پہلے ہی منتشر ہو چکے تھے۔

ایلیہ

علاقہٴ حجاز کی انتہا اور علاقہٴ شام کی ابتداء میں بحرِ قلزم کے کنارہ یہ شہر آباد ہے۔ ابو المنذر کا بیان ہے کہ یہ نام ایلیہ بنت مدین بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اور ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ ”ایلیہ“ فسطاط اور مکہ معظمہ کے درمیان بحرِ قلزم کے کنارہ واقع ہے اور شام کے شہروں میں شمار ہوتا ہے اور ابو زید کہتا ہے کہ یہ ایک چھوٹی سی بستی ہے اور ان یہود کا مسکن رہ چکا ہے جن پر خدائے قدوس نے ”سبت“ کے روز پھیلی کا شکار حرام کر دیا تھا اور انہوں نے اس کی نافرمانی کر کے خدا کی لعنت سرنی تھی یعنی حکمِ الہی کو نافرمانی کے ساتھ پورے یستی اب بھی یہودی کا مسکن تھی اور پرخنہ بن رویہ اس کا حاکم تھا۔ اور اب اس کو عقبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی عقبہ ہے جو آجکل انگریزی سیتا کا جولانگاہ بنا ہوا ہے۔ اور جس کے تحفظ کے لئے حکومتِ حجاز بجا پارگی کے ساتھ دست و پا مار رہی ہے۔ اس لئے کہ قریبی دورِ حکومت میں بھی عقبہ اور معان دونوں

حقیقت میں حجاز کی حکومت ہی کے زیرِ سیادت تھے۔ اور مقاماتِ مقدسہ کا جزیرہ ہیں۔  
 بہر حال مجاہدینِ اسلام جب مدینہ واپس ہونے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے یوحنا بن ربیعہ سردارِ ایلیہ اور شہر کے عامل کو اسلام کی دعوت کے لئے نامہ مبارک  
 بھیجا۔ جس کو حضرت اُبی بن کعب نے تحریر فرمایا۔ یہ نامہ مبارک بہت مفصل ہے اور  
 ”معاہدین“ سے متعلق احکام کی ایک بہترین دستاویز ہے۔ نامہ مبارک کی  
 عبارت یہ ہے۔

### نامہ مبارک بنام یوحنا حاکم ایلیہ (عقبہ)

سَلِّمْنَا فِي أَحْمَدٍ لِيَكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاِنِّي لَمَّا كُنْتُ لَا قَاتِلَكُمْ حَتَّىٰ الْكُتَيْبِ لِيَكُمُ فَاَسْلَمُوا وَاَعْطُوا الْجِزْيَةَ وَاَطَعُوا اللَّهَ وَاَكْرَمَهُمْ وَاَكْرَمَهُمْ كَسُوَّةَ حَسَنَةً وَاَكْرَمَهُمْ كَسُوَّةَ الْغَنَاءِ وَاَكْسُ زَيْدًا كَسُوَّةَ حَسَنَةً فَمَهْمَا رَضِيَتْ رَاسُلِي فَاِنِّي قَدْ رَضِيْتُ وَقَدْ عَلِمُوا الْجِزْيَةَ فَاِن اردتم ان يَأْمَنُوا الْبُرُوقَ لَجِدُوا فَاطِعَ اللَّهِ وَاَسْوَ لَكُمْ وَاَمِينَكُمْ كُلَّ حَقِّ

تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے لئے اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں تمہارے ساتھ کسی قسم کی جنگ کا ارادہ اس وقت تک نہیں رکھتا جب تک کہ تمہارے پاس میری تحریر پر حجت نہ پہنچ جائے تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ یا مسلمان ہو جاؤ اور یا جزیرہ دنیا منظور کرو اور اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کے رسول کے قاصدوں کی فرمانبرداری قبول کرو ہمارے قاصدوں کا احترام کرو اور ان کو غزا کے کپڑے کے علاوہ جو کہ ریشمی ہوتا ہے، پارچا نذر دو۔ جن باتوں پر یہ راضی ہوں گے میں بھی ان پر راضی ہوں۔ اور ان کو جزیرہ کے احکام

کان للعرب والعجم الاحق الله  
 وحق رسول وانك ان سردتم  
 ولم ترضهم لا اخذ منك شيئاً  
 حتى اقاتلكم فاسبى الصغير  
 واقتل الكبى فانى رسول الله  
 بالحق او من بالله وكتبه و  
 رسله وبالمسيح بن مريم  
 انه كلمة الله وانى او من  
 به انه رسول الله وانت  
 قىل ان ميسكم المشر  
 فانى تدا وصيت  
 رسلى بكم وانت  
 حرملة ثلثة اوسق  
 شعير وان حرملة  
 شفع لكم وانى لولا الله  
 وذاك لمارا سلك  
 شيئاً حتى ترمى الجبش  
 وانكم ان اطعتم رسلى  
 فان لكم جبار

بتا دیے گئے ہیں۔ اگر تم کو امن کی زندگی  
 پسند ہے اور خشکی و تری میں فتنہ و فساد اور  
 شور و شر منظور نہیں ہے تو اللہ کے پیغمبر کی  
 اطاعت اختیار کرو۔ اس کے بعد عرب و عجم  
 میں کوئی تم کو آٹھ اٹھاکر نہ دیکھ سکے گا۔  
 البتہ اللہ اور اس کے رسول کا حق کسی وقت  
 بھی معاف نہیں ہوتا۔  
 اور اگر تم نے ان باتوں کو نہ مانا اور رد کر دیا  
 تو مجھ کو تمہارے ہا یا د عطا یا کی کوئی حاجت نہیں  
 اور مجھ کو رفع فتنہ کے لئے جنگ کرنی پڑے گی۔  
 اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بڑے قتل کئے جائیں گے  
 اور چھوٹے گرفتار۔ میں تم کو نشین دلاتا ہوں  
 کہ میں خدا کا سچا پیغمبر ہوں۔  
 اللہ پر اس کی کتابوں پر اس کے پیغمبروں پر  
 ایمان رکھتا ہوں اور یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ  
 مسیح بن مریم خدا کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں  
 اس لئے بہتر یہ ہے کہ شور و شر سے پہلے تم  
 ان باتوں کو خوب سمجھ لو۔ میں نے اپنے قاصد کو  
 کو اس بارہ میں خوب سمجھا دیا ہے۔ حرمہ میرے

محمد و من یكون  
 منہ و ان رسلی  
 شرحبیل و ابی و حوہلہ  
 و حدیث بن زید  
 لاطائی فافہم  
 مہمات احوک  
 علیہ فقد اخیبتہ  
 و ان لکم ذمۃ  
 اللہ و ذمۃ محمد  
 رسول اللہ و السلام  
 علیکم ان اطعمم  
 و چھڑو اہل  
 مقنا  
 الے  
 ارضلم

پاس نین دست (جو) لیکر آئے تھے اور تمہاری  
 سفارش کرتے تھے اگر خدا کے حکم کی تعمیل اور  
 ہمارے متعلق حرمہ کی نیک گمانی کا پاس نہ ہوتا  
 تو مجھ کو اس خط و کتابت کی ضرورت نہ ہوتی اور  
 اس کی بجائے جنگ کا میدان گرم ہوتا اگر میرے  
 قاصدوں کی تم نے اطاعت کر لی تو اسی وقت  
 سے تم کو میری اور ہر اُس شخص کی گنجھ سے وابستہ  
 ہے ہر قسم کی پناہ اور مدد حاصل ہے۔ خوب  
 سمجھ لو کہ میرے قاصد شرجیل بن حسنہ۔ ابی بکر  
 حرمہ اور حرث بن زید طائی۔ جو فیصلہ تمہارے  
 متعلق کرینگے میں اس کی کلی طور پر متفق ہوں اور  
 تم اُس وقت اللہ اور اُس کے رسول کے ذمہ  
 و پناہ میں ہو۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تم پر سلام  
 اور اہل مقنا (مقام مقنا کے بیٹوں) کو اپنی جگہ  
 پر قائم رہنے دو۔

یو تھنہ اس کے جواب میں خود ”توک“ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور  
 اس شرط پر جزیہ دینا قبول کر کے اسلام کی اماں میں داخل ہو گیا کہ ہر باغ  
 کے ذمہ سال بھر میں ایک دینار ادا کرنا ہوگا۔ اور جزیہ کی یہ تعداد تین سو دینار  
 سے کچھ زیادہ شمار کی گئی۔ اور عورتیں اور بچے اس جزیہ میں سے معاف کئے گئے۔

# سردارِ بنی کلب کو دعوتِ اسلام

## سنہ ہجری

اصبغ بن عمرو کلبی

ابنِ سعدِ راوی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ اس لئے دو مہ الجندل روانہ فرمایا کہ وہ قبیلہ بنی کلب اور اس کے سردار کو اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے حضرت عبدالرحمن کو یہ وصیت بھی فرمائی کہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھتے رہنا حق تعالیٰ تم کو کامیاب کرے گا اور اگر تم کامیاب ہو جاؤ تو سردار کی بیٹی سے اپنے نکاح کا پیغام دینا وہ ضرور قبول کرے گا۔

حضرت عبدالرحمن دو مہ الجندل پہنچے اور بنی کلب اور ان کے سردار اصبغ بن عمرو کلبی کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اصبغ اور اس کی قوم نصرانی المذہب تھے تین روز ان کے اور حضرت عبدالرحمن کے درمیان مذہب پر مکالمہ رہا تین روز کے بعد سردار قوم ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ مشرف باسلام ہو گیا اور ایک چھوٹی سی جماعت نے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے جزیہ دینا قبول کر لیا۔

اس سے پہلے صغیر پر معلوم ہو چکا ہے کہ اکیدر بھی بنو کلب ہی میں سے ہے اور وہ مکالمہ خود تھا لہذا صغیر کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اکیدر کے ماتحت کس حصہ میں حاکم تھا یا تبدیلی کے کس بطن کا سردار تھا یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اصبغ کو اکیدر کے بعد اسلام کی دعوت دی گئی یا اس

حضرت عبدالرحمن نے اس فتح و کامرانی کے بعد سردارِ قبیلہ کی بیٹی تمار سے نکاح کا پیغام دیا جس کو اصمغ سردارِ قبیلہ نے بخوشی منظور کر لیا۔ حضرت عبدالرحمن اپنی بی بی اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ہانبل و مرام مدینہ طیبہ واپس آگئے اور بارِ قدسی میں حاضر رہنے لگے۔

## ذوالکلاع و ذومحرم و شعب کے نام سے عام اسلام سلسلہ ہجری

جس طرح روم کے بادشاہوں کو قیصر، فارس کے بادشاہوں کو کسرنے، کہتے ہیں اسی طرح تین پر حکومت کرنے والے بادشاہوں کا لقب شہنشاہ تھا۔ کسی زمانہ میں صدیوں تک تباہی و بربادی پر بڑی عظمت و شان کے ساتھ حکومت کرتے تھے۔ مگر بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے ایک عرصہ پہلے سے یہ حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی۔ تاہم اب بھی یمن کے مختلف حصص پر سردارانِ حمیر و سدران تباہی و بربادی پر حکومت تھے۔ انہی سرداروں میں سے ذوالکلاع بن ناکور بن حبیب اور ذومحرم و سرداروں کے نام آپ نے اسلام کی دعوت بھیجی۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلي رضی اللہ عنہ کو اس کی سفارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت جریر دربار میں پہنچے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ربانی ان کو اسلام کا پیغام سنایا۔ دونوں نے بخوشی پیغام کو سنا اور مشرت باسلام ہو گئے اور ساتھ ہی ذوالکلاع کی بی بی صریبہ بنت ابرہہ بھی مشرت باسلام ہو گئی۔

اس زمانہ میں ذوالکلاع کی حکومت یمن کے بعض اضلاع اور طائف پر تھی۔

حضرت جریر ابی ہیں مقیم تھے کہ ذوقِ عمر نے ایک روز سردا درودِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی ان کو اطلاع دی حضرت جریر باذن و طلال واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے کہتے ہیں کہ ذوالکلاع زمانہ فاروقی میں تاج و تخت کو چھوڑ کر مدینہ آگئے اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے لگے۔

## سیلہ کذاب اور دعوتِ اسلام

شعبہ سبھی

اربابِ سیر لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفیر ہوزہ بن علی بن سہیل ہے کہ جب دعوتِ اسلام کیلئے نامہ مبارک لیکر گیا تھا۔ تو اہل یمامہ اور سیلہ کذاب یمامہ بن کبیر بن حبیب کو بھی اسلام کا پیغام سنا یا تھا۔ اہل یمامہ نے طے کیا تھا کہ ایک وفد دریافت حالات کے لئے مدینہ بھیجا جائے۔ ارکانِ وفد میں مجاہد بن ضرارہ رجال بن عنفویہ کے اور ثمامہ بن کبیر سیلہ بھی تھے۔ ارکانِ وفد جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو مسجد نبوی میں داخل ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر رہے کچھ وقفہ کے بعد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت بن قیس بن سہیل رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد میں رونق افروز ہوئے اور وفد کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ سیلہ کہنے لگا کہ میں اس شرط پر ایمان قبول کر سکتا ہوں کہ آپ وعدہ کریں کہ بعد وفات آپ کی نیابت و خلافت مجھ کو ملے گی۔

آپ کے ہاتھ میں کڑی کی ایک شاخ تھی سیلہ کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر قبولِ اسلام بھی اس قسم کی حرصِ آمیز شرط پر موقوف ہے تو

واضح رہے کہ میرے ہاتھ میں جو یہ شاخ ہے اگر تو اس کا ٹکڑا ابھی مانگے تو نہ ملے گا۔  
 مجکو خدا کی طرف سے دکھا دیا گیا ہے کہ تیری نبیت کیا ہے؟ اور اس کی بدست  
 نیرا کیا خشر ہوگا؟ اس کے بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے اور فرمایا کہ بقیہ گفتگو ثابت بن  
 قیس بن ثمالس کریں گے۔

مسئلہ کو جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ ”مجکو خدا کی طرف سے دکھایا  
 گیا ہے۔“ اس سے اس خواب کی طرف اشارہ تھا جو کتبِ احادیث میں مذکور ہے کہ  
 ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ پر دو سونے کے کنگن رکھے ہیں۔ مجکو دیکھ کر  
 ناگوار گزارا۔ خدا کی طرف سے وحی آئی کہ ان کو پھونک سے اڑادو۔ میں نے فوراً  
 ان کو پھونک سے اڑادیا۔

صبح کو میں نے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ میرے زمانہ میں دو کذاب نبوت کا جھوٹا  
 دعوے کریں گے اور انجام کار ذلیل ہوں گے۔

اس گفتگو کے بعد اہل یمامہ کا وفد یمامہ واپس آ گیا۔ اور چونکہ ہوذہ بن علی  
 مرچکا تھا اور سیلہ کی سرداری تسلیم کر لی گئی تھی۔ اس لئے مسئلہ نے اتنے ہی نبوت کا  
 دعوے کر دیا اور رجال بن عنفہ نے جو کہ وفد کا رکن تھا اہل یمامہ کے سامنے  
 شہادت دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ کو رسالت و نبوت میں اپنا  
 شریک کر لیا ہے یہ سنکر نبو حنیفہ اور دیگر قبائل یمامہ نے سیلہ کی پیروی کا اقرار  
 کیا اور اس کو نبی ماننے لگے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمیری کو ایک مرتبہ پھر یمامہ  
 بھیجا کہ اہل یمامہ اور سیلہ کو اسلام کی دعوت دیں حضرت عمرو ضمیری یمامہ پہنچے اور



سیلہ کو دعوتِ اسلام دی۔ سیلہ نے سرداری کے گھنڈ میں کچھ پرواہ نہ کی اور عمرو بن جارد و حنفی کو حکم دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب لکھے۔ عمرو نے آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کی عبارت یہ ہے۔

من مسیلمة رسول الله الى محمد رسول الله سيلى رسول الله الى محمد رسول الله  
 اما بعد فان لنا نصف الارض و بعد حمد نصف ملك همارا هونا چاہئے اور نصف  
 لقرايش نصفها ولكن قريشاً لا يصفون<sup>سلام</sup> قريش کا لیکن قريش نامصفنا نہ برتاؤ برتتے ہیں و اسلام  
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ خط پہنچا تو آپ غضبناک ہو گئے اور  
 فرمایا کہ اس کا ذب نے خدا پر ہتھان طرازی کی اور تو اس کو لے کر آیا۔ جی تو یہ چاہتا  
 ہے کہ تجھ کو قتل کر دیا جائے مگر چونکہ تو سفیر ہے اس لئے اس جبارت کے باوجود  
 تجھ کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اور پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس کا  
 جواب لکھیں، نامہ مبارک کا مضمون یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ من محمد بسم الله الرحمن الرحيم یہ خط ہے اللہ کے نبی محمد صلی  
 النبي الى مسيلىمة الكذاب۔ اما بعد عليه وسلم، کی طرف سے سیلہ کذاب کے نام۔ بعد حمد  
 يلقي كتابك الكذاب والا فتزاعلى و صلوة۔ تیرا خط پہنچا جو اللہ پر جھوٹا و افتراء ہے  
 الله وان الارض لله بومرثيا پڑ تھا۔ زمین اللہ کی ملکیت ہے جس کو چاہے  
 من ايشاء من عبادة والعاقبة اپنے بندوں میں سے وارث بنا دے۔ اور انجام کا  
 للمتقين والاسلام على من خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ہی ہے۔ سلام پر  
 اتبع الهدى اسپر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نامہ مبارک حبیب بن زید بن عاصم کو دیا کہ

وہ اس کو پیامہ میلہ کے پاس لیجائیں اور حضرت عبداللہ بن وہب اسلمی اور حضرت سائب بن عوام کو ہمراہ کر دیا۔ یہ وفد جب میلہ کے پاس پہنچا تو میلہ نے غصہ میں آکر حضرت حبیب کے ہاتھ پر قلم کر ڈالے۔ باقی ارکانِ وفد خدمتِ اقدس میں واپس آگئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ کو سجدہ رنج ہوا اور حکمِ خدا کے منتظر رہے آخر صادق و صدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی حرتِ بھرت صحیح ثابت ہوئی اور میلہ خلافتِ صدیقی میں وحشی قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ذلت کے ساتھ مارا گیا اور اہل پیامہ نے برصائر و رغبت اسلام قبول کیا۔

۱۷۰۰ عجمہ بن مرارہ یامی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور حلقہ بگوشانِ اسلام میں داخل ہو چکے تھے انہوں نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا تھا کہ مجھ کو کچھ ”مریجے“ مرحمت فرمائے جائیں۔ آپ نے بخوشی جماعہ کو چند قطعات زمین مرحمت فرمادے اور اس کے لئے ایک سند بھی تحریر فرمادی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هَذَا  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ کتاب ہے جو حکو محمد رسول اللہ نے  
 کتاب کتبہ محمد رسول اللہ لمجاۃ  
 جماعہ بن مرارہ اسلمی کے لئے لکھا ہے میں نے جماعہ  
 بن مرارہ اسلمی انی اقطعتک  
 کو حسب ذیل قطعات (مربعہ جات) دیئے۔ غورہ  
 الغورۃ والغرابۃ والحیل فمن  
 غرابہ، حیل، اس کے بعد جو شخص اس میں حائل  
 ہوگا اس کا میں ذمہ دار ہوں۔  
 حاجک قاتی۔

جماعہ نے صرف انہی قطعات پر بس نہیں کیا۔ بلکہ خلافتِ صدیقی میں حاضر ہو کر بھی اسی قسم کی درخواست پیش کی اور صدیق اکبر نے عطیاتِ رسالت میں حضرہ کا اور اضافہ کر دیا اس کے بعد خلافتِ ثانی میں آیا اور خلافتِ عثمانی میں بھی اسی طرح ایک قطعہ کا اضافہ کرایا۔ (فتوح البلدان)

# شاہانِ حمیر کے نامِ معامِ اسلام

حمیر

بین کے جنوبی حصہ پر جو حکومت قائم تھی وہ حمیر کے نام سے موسوم تھی۔ حمیر“  
 محرّرة سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے جس کے معنی سُرخ رنگ کے ہیں۔ عرب اقوام میں کوہ  
 سودان یعنی سیاہ کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ حبشیوں نے اس عربی قوم کو حمیر یعنی  
 گوری رنگ کی قوم کہنا شروع کر دیا ہو گا۔ حمیر تقریباً ڈیڑھ صدی قبل مسیح سے  
 مغربی بین میں آئے اور پھر اطراف و جوانب تمام عرب پر قابض ہو گئے۔ حمیر کی  
 سلطنت صدیوں تک عظیم الشان سلطنت رہی ہے۔ مگر بعد میں مختلف حصوں میں  
 تقسیم ہو کر اسلام سے کچھ پہلے معمولی ریاستوں کی شکل میں باقی رہ گئی۔ انہی بادشاہوں  
 کی اولاد میں حارث، اور شریح، پسران عبد کلال، اور ہمدان و معافر و نمان ”روسار  
 حمیر تھے“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہزادوں کے پاس بھی اسلام کا  
 پیغام بھیجا اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو اس سفارت کا  
 شرف عطا فرمایا۔ نامہ مبارک کی عبارت یہ ہے۔

نامہ مبارک

سَلِّمُوا انْتُمْ مَا اَمْنْتُمْ  
 بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ  
 تم پر اُس وقت تک سلامتی ہو جب تک  
 تم خدا اور اُس کے رسول پر ایمان رکھو

وان الله وحده لا شريك له بعث موسى باياته وخلق عيسى بكلمة قالت اليمهى دعيرا بن الله وقالت النصرانى الله ثالث ثلثة عيسى بن الله -

بيناك الله وه ذات هه جو يكتا هه اور هه كا كوئى شريك نهى. اسى نه موسى عليه السلام كو نشانىاں ديكر بهيجا اور عيسى عليه السلام كو پنه كله سه پيدا كيا. مگر هه وكته هه كه عزير خدا كه بيٹي هه اور نصرانى كته هه كه عيسى عليه السلام تين مي سه ايك هه اور خدا كه بيٹي هه۔

(العياذ بالله)

بن الله -

نبى كريم صلى الله عليه وسلم نه يه نامہ مبارك حضرت عياش رضى الله عنه كي سپر د فرمايا اور ارشاد فرمايا كه جب تم مين كه اس حصه مي پنچ جاؤ جو تمهاري تيرل مقصود هه اور رات هو جائے تو كسى جگه قيا م كر دينا اور ان كه پاس شب مي نه جانا۔ صبح هو جائے تو اٹھكو وضو كرنا اور دو ركعت نماز پڑه كر درگاه الهى مي كاميابي كه لے دعا كرنا۔ اور جب مي رخط ان سرداروں كه پاس له جاؤ تو اپنے داينه هاته سه ان كه داينه هاته مي دينا۔ انشا الله وه اس كو قبول كريگه. اگر گفت وشنيد كي نوبت آئے تو پهله سورة لم يكن الذين كفروا تلاوت كرنا اور پهر آمنت مجد وانا اول المسلمين پڑه كر ان سه هم كلام هونا۔ اس كه بعد وه كسى دليل مي كامياب هو سكين گه اور نه حق كه مقابله مي كوئى تحري مزين كري سكينگه وه اگر اپنى زبان مي ايسى تقرير كريں جو تم نه سمجه سكو تو انسه كهنا كه ترجمان سه ترجمه كراؤ اور يه دعا پڑهنا۔

قل حسبى الله امنت بما انزل الله من كتاب وأمرت لأعدل بينكم

اللہ ربنا و ربکم لنا اعمالنا و لکم اعمالکم لا حجة بیننا و بینکم اللہ یجمع  
بیننا و الیہ المصیر۔

پس اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے کہنا کہ وہ لکڑیاں کہاں ہیں جن کو  
دیکھ کر تم سجدہ میں گر جاتے ہو۔ کہا جاتے کہ یہ تین لکڑیاں ”غالباً بشکل صلیب“  
تھیں۔ ایک جھاڑ کی تنھی جس پر سپید وزر و روغن چڑھا ہوا تھا۔ دوسری آنسو کی  
لکڑی تھی۔ اور تیسری ایک گڑہ دار لکڑی تھی۔ جس کو عربی میں خیزران کہتے ہیں  
اگر وہ لکڑیاں تم کو بلجائیں تب تم بر سر بازار انکو جلا دینا۔

حضرت عیاش کہتے ہیں کہ میں جب منزل مقصود پر پہنچا تو ایک عالیشان محل  
میں لیجا گیا۔ تین ڈیوڑھیاں ملے کر کے سر پر وہ تک پہنچا اور پر وہ اٹھا کر داخل ہوا  
تو ایوان میں جمع تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور یہ کہہ کر نامہ مبارک ان کے سپرد کر دیا۔ اور  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قسم کی ہدایات دی تھیں ان کے مطابق عمل  
کرتا رہا۔ سردارانِ حمیر نے نامہ مبارک سنا اور خوشی اسلام قبول کیا۔ میں نے  
حسب ہدایت لکڑیاں طلب کیں اور انکو شامِ ریح عام پر رکھ کر جلا دیا۔ اور عزت  
و کامیابی کے ساتھ واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تمام واقعہ  
بیان کر دیا۔

بعض روایات میں ہے کہ شاہانِ حمیر نے جب اسلام قبول کر لیا تو اپنے  
قبول اسلام کی اطلاع کے لئے دربارِ قدسی میں ایک اپنا وفد بھی بھیجا۔ بہر حال  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو قبول اسلام پر بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور

دفعہ کو احترام و اکرام کے ساتھ دانا اور اسی وقت شاہانِ جمیر کے لئے چند نصاب سے متعلق ایک اور نامہ مبارک تحریر فرمایا اور وفد کو عزت کے ساتھ روانہ کیا۔

نامہ مبارک کی عبارت طبعاتِ ابنِ سعد میں مفقیل منقول ہے۔

یہ وہی مالک بن مرارہ ہیں جنوں نے اہلِ یمن کے سامنے اسلام پیش کیا اور حیب انھوں نے نجاشی اسلام قبول کر لیا تو اس مبارک اطلاع کے لئے یمن والوں کی طرف سے دربارِ قدسی میں سفیر بن کر گئے اور نبی کریم ﷺ نے اس بشارت پر مسرت کا اظہار فرمایا۔

ابنِ سعد نے طبعات میں نقل کیا ہے کہ جمیر کے قبیلہ بنی عمرہ کو بھی آپ نے اسلام کی دعوت کے لئے نامہ مبارک تحریر فرمایا تھا۔ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کو تحریر کیا تھا۔

## سردارانِ حضرموت کے نام

پیغامِ اسلام  
نسلہِ بحری

حضرموت

حضرموت بحر ہند کے ساحلِ یاعرب کے انتہائی جنوبی سمت میں

بحر عرب کے ساحل پر واقع ہے، مورخین نے اس کی حدود اس طرح بیان کی ہیں۔

شمال میں۔ بحر ہند۔

جنوب میں۔ احقان

مغرب میں۔ صنعا واقع ہے۔

میں کے صوبوں میں سے ایک مشہور صوبہ ہے۔ کہتے ہیں کہ قحطان کے بیٹوں میں سے ایک کا نام حضراؤت تھا۔ اسی کے نام پر اس جگہ کا نام حضرت موش رکھا گیا۔ عاد و ثمود کا اصل موطن یہی مقام بتایا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں یہاں کے باشندوں نے اپنی مستقل حکومت قائم کر لی تھی۔ اور ان کی شہرت تبا بئہ میں کی شہرت سے کسی طرح کم نہ تھی۔

یہاں کا آخری بادشاہ مچھر تھا۔ شاہی سطوت و شوکت اس کے زمانہ ہی میں ختم ہو گئی اور اس کے بعد اس کے بیٹے دائل بن حجر کی حیثیت ایک سردار کی رہ گئی تھی جس کو عربی میں قیل کہتے ہیں۔ اور حضرت موت کی یہ حکومت اس طرح مختلف سرداروں کے درمیان خنقم ہو گئی تھی۔ اس لئے آپ نے سلمہ ہجری میں ان تمام سردارانِ حضرت موت کے نام اسلام کی دعوت بھیجی۔ جن کے نام ذیل میں درج ہیں۔

فہد البسی

البحیری عبد کلال

ربیعہ حبر

مُجَبَّرِی کے قبولِ اسلام کے سلسلہ میں کسی شاعر نے زرعہ کی تعریف کرتے ہوئے چند اشعار لکھے تھے جن کا ایک شعر یہ ہے۔ شعر

أَلَا إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ  
لِزُرْعَةِ انْكَانِ الْبَحْرِيِّ اسْمًا  
آگاہ رہو کہ اگر مُجَبَّرِی مسلمان ہو گیا تو محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان زرعہ ہے

## وائل بن مُحَجَّر

ابھی ذکر ہو چکا ہے کہ سائبہ بھجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
مین کے سرداروں کے نام اسلام کی دعوت کے لئے پیغامات بھیجے جن  
میں تبا بعتہ مین یعنی شاہانِ حِمْیَر اور اقبالیہ حضرت موت، دونوں شامل تھے  
اور نہ صرف یہ بلکہ ملکِ مین کے تمام صوبوں حضرت موت - احناف - صنعار  
نجران - عیبہ کے سرداروں کو دعوتِ اسلام پہنچانے کے لئے حضرت  
علی بن ابی طالب حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کو مقرر  
فرمایا تھا۔ اور حذا کے فضل و کرم سے ایک سال کے اندر اندر تمام مین  
کی آبادی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئی۔

اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت موت کے آخری تاجدار مُحَجَّر کے بیٹے  
وائل کے نام بھی اسلام کی دعوت کے لئے پیغام بھیجا۔ ادھر وائل قبول



اسلام کے لئے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور صبرِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بشارت سنائی کہ عنقریب دور و دراز بستی "حضرت" سے اپنی قوم کے سردار و ائیل اللہ اور اُس کے رسول کی محبت میں سشار آتے ہیں۔ اور وہ حضرت موت کے شاہزادے ہیں۔

جب چند روز کے بعد وائل دربارِ بزدلی میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کو مرہا کہا اور اپنی برابر جگہ دی اور اُن کی عظمت پڑھانے کے لئے ان کے نیچے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور پھر اُن کو دعا برکت دی کہ اللہ تعالیٰ وائل اور اس کی اولاد میں برکت دے۔

جب وائل چند روز قیام کرنے کے بعد وطن روانہ ہونے لگے تو خدمتِ اقدس میں عرض کیا اور اجازت چاہی۔ آپ نے اُن کو بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور سردارانِ حضرت موت پر اُن کی سرداری کو مجال رکھا۔

حضرت وائل نے اس شرف سے شرف ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ میری قوم کے لئے کچھ نصائح تحریر فرمادیں گے کہ میں جا کر اُن کو سناؤں۔ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ سردارانِ حضرت موت کے نام نامی لکھیں۔ حضرت موت کی زبان چونکہ حجاز سے جلتی تھی اس لئے نامہ میں اس کی رعایت رکھی گئی اور مخلوط زبان میں اس کو تحریر کیا گیا نامہ مبارک کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

من محمد رسول الله الى الاقبال العباھلة والارواح المشايب في التبعة لا مقوقا  
الالباط ولا ختناك وانطو الشبجة وفي السيوب الخمس ومن زناهم بکروفا صفحوا مائة و  
استوفوه عاها ومن زناهم ثيب فضحوا بالاضاميم ولا توفى الدين۔

ابن سعد نے اس نامہ مبارک کا مضمون عربی زبان میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے

یہ خط ہے اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی جانب سے سردارانِ عباہ کے نام اُن کو

چاہئے کہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور

ہر صاحبِ نصاب کے ذمہ اُن جانوروں کی

زکوٰۃ واجب اور ضروری ہے جو سال کے

اکثر حصہ میں چراگا ہوں میں چرتے رہیں

زکوٰۃ کے معاملہ میں نہ خلاط درست نہ وراط

نہ شتاق جائز نہ شتاق

مَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى

أَقْبَالِ الْعَبَاهِلِ لِيُقِيمُوا

الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ

وَالصَّدَاقَةَ عَلَى التَّبِيعَةِ

السَّائِمَةِ لِصَاحِبِهَا النَّسَمَةِ

لَا خَلَاطَ قَ

لَا وَرَاطَ قَ

لَا شِتَاقَ رَ

۱۔ خلاط - جانوروں کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں فحقی اصطلاح ہے وہ یہ کہ دو شخص اپنے الگ الگ

نصاب کو زکوٰۃ سے بچنے کے لئے یکجا نہ کریں مثلاً چالیس بکریوں سے ایک سو میں بکریوں تک صرف

ایک بکری زکوٰۃ میں دینی آتی ہے۔ اب دو شخصوں کے پاس جدا جدا چالیس چالیس بکریاں ہیں

تو ان کے ذمہ دو بکریاں واجب ہوئیں مگر وہ دونوں عامل کے آنے پر دونوں گلوں کو یکجا

کر کے صرف ایک بکری دیکر جان چھڑا لیتے ہیں یہ ناجائز ہے اور خدا کے احکام کی اتنا قریب کاری ہے

اسی طرح یکجا نصاب کو الگ الگ نہ کریں ۲۔ وراط زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اپنے کچھ مویشیوں کو

چھپا دینا۔ یا عامل سے کسی دوسرے شخص کے بارہ میں غلط بیانی کرنا کہ فلاں صاحبِ نصاب ہوا اور اتنے

میں وہ نو ۱۲ شتاق و شتاق زکوٰۃ کے خوف سے اپنے جانوروں کو دوسرے شخص کے

جانوروں میں ملا دینا مثلاً اپنے پانچ اونٹ میں ایک بکری دینے کے خوف سے دوسرے کے

پچیس اونٹوں میں شامل کر دے اس لئے کہ پچیس اونٹیں اور تیس اونٹوں کی زکوٰۃ ایک ہی ہے ۳

اور نہ حلب و حنب۔ اور ان کے ذمہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی شکر کی رسد سے مدد کریں ہر دس آدمیوں کے گروہ پر ایک اونٹ کے بار کی مقدار غلہ ضروری ہے جو شخص اپنی حیثیت کو چھپائے گا وہ اس طرح مال بچا کر سو خوار کی طرح ہو جائے گا۔

وَلَا جَلْبَ وَلَا حَنْبَ  
وَلَا شَنَاقَ وَعَلَيْهِمْ  
الْعَوَانُ لِسَرَائِيَا  
الْمُسْلِمِينَ وَعَلَى كُلِّ عَشْرَةٍ  
مَاتَحْمِلُ الْعَرَابُ مِنْ أَحْبَابِي  
فَقَدْ أُرْبِي۔

اس کے بعد حضرت وائل نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بہت سی اٹلاک میرے عزیزوں نے غاصبانہ قبضہ میں کر رکھی ہیں۔ اور سردارانِ حضرموت و سردارانِ رحمیر اس کے شاہد ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں تم کو اس سے بھی زیادہ دوں گا۔ اور یہ فرما کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ ایک دوسرا دالان نامہ تحریر کریں۔ اس نامہ مبارک کی عبارت یہ ہے۔

هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لَوَائِلِ  
يَخْتَبِئُ بِهِ السُّدُوكِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم)  
ابْنِ حُجْرٍ قَبِيلَ حَضْرَمَوْتِ  
کی جانب سے وائل بن حجرِ حضرموت کے

۱۵ حلب۔ عامل (تعمیلدار) کا مقام تحصیلِ زکوٰۃ سے چند میل دور پڑاؤ ڈال کر اصحابِ زکوٰۃ کو وہاں تک آنے پر مجبور کرنا ۱۲ حلب۔ اصحابِ زکوٰۃ کا اپنے پیشیوں کو عامل کے جوتے چند میل دور لے جانا اور عامل کو وصولِ زکوٰۃ میں پریشانی پیدا کرنا ۱۲  
۱۳ قبیلہ کندہ کے سربراہِ ”اشعث“ جیسے اشخاص نے حضرت وائل کے ساتھ مناقشہ کر رکھا تھا۔

نام چونکہ تم مسلمان ہو گئے ہو لہذا میں تمہارے  
تمام مقبوضات یعنی زمینیں اور قلعے تمہاری  
ہی ملکیت میں چھوڑتا ہوں تم ان سب کے  
مالک ہو۔ اللبتہ تم کو پیداوار کا دسواں  
حصہ (عشر) دینا ہوگا اور دو منصف اس کا  
فیصلہ کیا کریں گے اور ہم اس کا انتظام  
کر دیں گے کہ تمپر باقیام دین کسی قسم کا  
کوئی ظلم نہ ہوگا اور بنی اور مسلمان اس  
معاملہ میں تمہارے مددگار ہیں۔

وَذٰلِكَ اِنَّكَ اَسْلَمْتَ وَ  
جَعَلْتُ لَكَ مَا فِي يَدَيْكَ مِنَ  
الْاَرْضَيْنِ وَالْحُصُونِ وَاِنَّ  
يُؤْخَذُ مِنْكَ مِنْ كُلِّ عَشْرَةٍ  
وَاحِدَةً يَنْظُرُ فِي ذٰلِكَ ذَوَا اَعْل  
وَجَعَلْتُ لَكَ اَنْ لَا تُظْلَمَ  
فِيهَا مَا قَامَ الدِّينُ  
وَالنَّبِيُّ وَالْمَوْمِنُونَ  
عَلَيْهِ اَنْصَارٌ

نامہ مبارک پر مہر لگا کر آپ نے حضرت وائل کے سپرد کر دیا اور حضرت معاویہ  
رضی اللہ عنہ کو مدد کے لئے ہمراہ کر دیا۔ حضرت وائل اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت  
معاویہ رضی اللہ عنہ پیادہ پا چل رہے تھے۔ چلتے چلتے شدتِ حرارت سے جب  
زیادہ تکلیف ہونے لگی تو حضرت وائل سے کہا کہ آپ مجھ کو اپنے پیچھے بٹھالیجئے۔  
حضرت وائل نے جواب دیا کہ تم شاہوں کے برابر بیٹھنے کے لائق نہیں ہو۔ حضرت  
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اپنی جوتیاں ہی مرحمت فرما دیجئے کہ زمین  
کی شدتِ حرارت سے تو محفوظ ہو جاؤں۔ حضرت وائل نے جواب دیا کہ اونٹنی کے  
سایہ میں چلتے رہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ فرما کر خاموش ہو گئے کہ اونٹنی کا سایہ اس

حرارت کے لئے کافی نہیں ہے۔

حُسن اتفاق کہ قبولِ اسلام کے کچھ زمانہ بعد ہی حضرت وائل حضرت مہموت چھوڑ کر کوفہ میں آباد ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حکومت تک زندہ رہا ایک مرتبہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں پہنچے تو وہ بہت اکرام و احترام کے ساتھ پیش آئے اور حضرت وائل کو اپنی برا بھلائی پر بٹھایا۔ دورانِ گفتگو میں اس واقعہ کا بھی تذکرہ آگیا جو ان کے اور حضرت معاویہ کے درمیان حضرت کی راہ میں پیش آیا تھا۔ حضرت وائل اس واقعہ کو یاد کر کے بہت افسوس کرنے لگے کہ اُس روز کیوں میں نے ان کو اپنے برابر اونٹ پر نہ بٹھایا تھا۔

بہر حال حضرت وائل نے شاہی پرلات مار کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو اپنا طغرائے امتیاز بنایا اور اس طرح جلیل القدر صحابہ کی فرست میں شمار ہوئے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

یہ کثیر الاحادیث ہیں اور حدیث آئین بالجہر کے ہی راوی ہیں۔

## سردارِ ازد کے نام پیغامِ اسلام

ابو ظبیانِ ازدی

قبیلہ غامد کی ایک شاخ بنی ازد کہلاتی ہے۔ سردارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارِ قوم ابو ظبیان کے نام بھی نامہ مبارک بھیجا جس میں اس کو اور اس کی قوم کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ ابو ظبیان برضار و رغبت مشرف باسلام ہو گئے

اور یہی نہیں بلکہ قبیلہ کے چالیس ارکان کو بھی اس سعادتِ کبرئے کا شریک بنا لیا  
 اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں - محنت - عبداللہ - زہیر - عبد شمس - حن بن مرقع  
 جندب بن زہیر - جندب بن کعب - حکم۔

حضرت ابو ظبیان مدینہ حاضر خدمت ہوئے اور شرفِ صحبت حاصل  
 کر کے سعادتِ سرمدی حاصل کی۔

## اسیخت بن عبداللہ سردارِ حجر کے نام پیغامِ اسلام

حجر

یہ مقام حجاز کے قریب بحرِ احمر کے ساحل پر واقع ہے۔ قوم ثمود کا مسکن یہ چکا  
 ہے۔ قرآنِ عزیز میں اس کے نام سے مستقل سورۃ نازل ہوئی ہے جس میں اس قوم  
 کی تہذیب اور سرکشی اور نتیجہ میں اس کی بربادی کا تذکرہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ جس  
 زمانہ کا حال قرآنِ عزیز بیان کرتا ہے وہ قوم ثمود کے علاوہ تھی۔ بہر حال قوم ثمود کے  
 ملک وادیِ القریٰ کا یہ دار الحکومت رہ چکا ہے۔ قرآنِ عزیز نے اس کا حال  
 ان آیات میں ذکر کیا ہے۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسِلِينَ  
 وَلَقَدْ آتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا لَهَا  
 مُعْرِضِينَ وَكَانُوا يَخْفَوْنَ مِنْ  
 الْجِبَالِ يُوْتُوا مِنْهَا فَاخَذَتْهُمْ  
 اصحابِ حجر نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ہم نے جو  
 نشانیاں اُن کو دی ہیں اُن سے روگردانی  
 کی۔ یہ پہاڑ کاٹ کر مکان بنا یا کرتے تھے جن  
 میں ان کے ساتھ رہتے تھے کہ یکایک

الصَّبِيحَةُ مُصْبِحِينَ هَ فَمَا آخِذَةٌ  
عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ -  
اُن کے کارناموں نے اُن کو کوئی فائدہ نہ بخانا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حجر کا سہ دار اُسیخت تھا۔ آپ نے  
اُس کو بھی اسلام کا پیغام بھیجا اور وہ تجوشی حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

جب اُسیخت مشرف باسلام ہو گئے تو اُنہوں نے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو  
در بارِ نبوی میں سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ اُس کے اور اُس کی قوم کے حق میں آپ سے اپنے  
حقوقِ ملکیت و حکومت کی بقار کے لئے سند حاصل کریں۔ حضرت اقرع خدمت  
اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض حال کیا۔ آپ نے اُن کا احترام کیا اور چند روز  
مغز مہمان بنا کر رکھا۔ اور رخصت کے وقت اُسیخت کے نام یہ نامہ مبارک  
لکھوا دیا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

قَدْ جَاءَنِي الْأَقْرَعُ بِكِتَابِكَ وَ  
شَفَاعَتِكَ يَقَوْمِكَ وَإِنِّي  
قَدْ شَفَعْتُكَ وَصَدَّقْتُ  
رَسُولَكَ الْأَقْرَعُ فِي قَوْمِكَ  
فَابْشِرْ فِيمَا سَأَلْتَنِي وَطَلَبْتَنِي  
يَا لَذِي تَحِبُّ وَالْكِنِّي نَظَرْتُ  
أَنْ أُحِلَّ لِي وَتِلْقَانِي  
فَإِنْ تَحْبَبْنَا

اقرع تمہارا خط لے کر آئے اور تمہاری قوم  
کی سفارش کرتے ہیں میں نے اُن کی سفارش  
منظور کی اور تمہاری قوم کے متعلق اقرع  
کی بات مان لی لہذا تم کو بشارت ہو کہ جو  
تم نے سوال کیا ہے اور جو کچھ طلب کیا ہے  
تمہاری مرضی کے مطابق مجھے منظور ہے  
مگر میں نے مناسب سمجھا کہ اس کی تشریح کر دوں  
پس اگر تم آ جاؤ اور ملاقات کرو تو میں تمہارا

اگر تم کو کھانا اور اگر نہ آسکے تب بھی میرے دل میں  
تمہاری عزت ہے۔

اَمَّا بَعْدُ - فَاِنِّي لَا اَسْتَهْدِيْ حٰدًا  
وَ اَنْ تَهْدِيَ اِلَيَّ اَقْبِلْ هَدٰى يَتَكَ  
وَ قَدْ حَمَدَا عُمَا لِيْ مَكَانَكَ وَ  
اَوْصِيَكَ بِاَحْسَنِ الَّذِيْنَ  
اَنْتَ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَ  
الزَّكٰوةِ وَ قَرَابَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِنِّيْ قَدْ  
سَمِيْتُ قَوْمَكَ بَنِي عَبْدِ اللّٰهِ  
فَمُرُّهُمْ بِالصَّلٰوةِ وَ بِاَحْسَنِ  
الْعَمَلِ وَ الْبَشْرِ وَ السَّلَامِ عَلَيْكَ  
وَ عَلٰى قَوْمِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ -

بعد حمد و صلوة۔ تم کو معلوم ہو کہ میں کسی سے ہدیہ کا  
طالب نہیں ہوں لیکن اگر تم مجھ کو ہدیہ بھیجنا چاہتے  
ہو تو میں بخوشی اس کو قبول کروں گا۔ میرے  
معاہدے نے تمہارے رتبہ کی رفعت کا اظہار کیا ہے  
میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ نماز زکوٰۃ اور  
قرآن مجید کا پورا لحاظ رکھو۔ میں نے تمہاری  
قوم کا نام بنو عبد اللہ رکھا ہے۔ پس تم ان کو  
بھی نماز اور حسن عمل کا حکم دو اور بشارت صحابہ  
کو دو۔ تم پر اور تمہاری مسلم قوم پر سلام۔

اسیخت کے اس نامہ کے ہمراہ ایک نامہ مبارک آپ نے اس کی قوم کیلئے  
جدا تحریر فرمایا جس کا مختصر مضمون یہ ہے۔

اَمَّا بَعْدُ - فَاِنِّيْ اَوْصِيْكُمْ بِاللّٰهِ وَ  
بِاَنْفُسِكُمْ اَنْ لَا تَخْلُوْا بَعْدَ  
اِنَّ هٰذَا يَنْتُمْ وَ لَا تَغُوْا  
بَعْدَ اِنَّ مُرْسِيْدًا تَمْرًا

بعد حمد و صلوة۔ میں تم کو اللہ کے ساتھ دوستی  
کی وصیت کرتا ہوں اور تمہارے نفسوں کے لئے  
یہ وصیت کرتا ہوں کہ ہدایت کے بعد گمراہی  
اختیار نہ کرنا اور راہِ راست قبول کر لینے کے  
بعد کبھی کسی طرف مائل نہ ہونا۔



# نبی حارثہ کے نام پیغامِ اسلام سلسلہ ہجرتی

سمعان بن عمرو بن قریظہ - قبیلہ بنی حارثہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور قبیلہ کی قیادت و سیادت انہی کے سپرد تھی۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نام بھی دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک تحریر فرمایا اور اسی نامہ میں قبیلہ بنی عرینہ کے سردار عبداللہ بنی عوسجہ کو بھی اسلام کا پیغام دیا تھا۔ دونوں سرداروں کے پاس جب نامہ مبارک پہنچا تو انہوں نے یہ ندرت کی کہ اس کو ڈول میں ڈال کر دھو ڈالا۔ لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ سمعان کے قلب میں اسلام کی روشنی چمکی اور وہ اپنے اس سینہا نہ فعل پر اظہارِ ندامت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی گستاخی پر ان الفاظ کے ساتھ معذرت خواہ ہوئے۔

أَقْلَبْتِي كَمَا أَصْنَتَ وَرَدَّأَوْ كَرَأَكُنَّ مَا سَوَّءَ ذُنْبًا إِذْ أَتَيْتُكَ مَزُورًا  
آپ مجھ کو سمعان فرمادیجئے جس طرح آپ نے ورد کی خطا سماعت فرمادی اس لئے کہ میں بے جا اور زیادہ خطا کا نہیں  
رحمتِ عالمیان کے دربارِ قدسی میں دیر ہی کیا تھی۔ سمعان کی خطا معاف ہوئی اور وہ مشرف باسلام ہو کر صحابہ کی صف میں داخل ہوئے اور اس طرح سعادتِ کبرئے حاصل کی۔

اور واقدی کی روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عوسجہ سمعان کی اس حرکت کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

مَا لَكُمْ ذَهَبًا لِّلّٰهِ لِيَحْقُوْلَهُمْ ۝ ان لوگوں کو کیا ہوا کیا خدا نے ان کی عقول کو کھو دیا۔  
 آپ کا یہ ارشاد ان کے حق میں بددعا ثابت ہوا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی اولاد  
 میں نسلاً بَعْدَ نَسْلِیْ بہ عیب رہا کہ جب بائیں کرتے تو جلدی جلدی بولنے کہ گھبراہٹ  
 محسوس ہوتی اور اکثر کلامِ خلط ملط ہو جاتا۔ غرض باتوں میں بے وقوف معلوم  
 ہوتے تھے۔ میں نے خود ان کی اولاد میں یہ بات دیکھی ہے۔

اور ابو اُمّ القیاس کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عوسجہ کی لڑکی نے باپ کی یہ حرکت دیکھی  
 تو اس کو تنبیہ کی کہنے لگی کہ تعجب ہے یہ العرب کا مکتوب تمہارے نام آئے اور  
 تم اس کے ساتھ ریگستاخا ز عمل کرو۔ جھکو ڈر ہے کہ عنقریب تم پر کوئی مصیبت نازل  
 ہونے والی ہے۔

شام کے علاقہ میں جب آخری غزوہ کی نوبت آئی تو لشکر اسلام کی اس  
 قبیلہ سے بھی جنگ ہوئی اور اہل قبیلہ شکست کھا کر مغلوب ہو گئے اور بہت سا مال  
 غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ آخر عبداللہ بن عوسجہ اپنے کئے پر شرمسار اور نادام ہوئے  
 اور شرک کی لعنت سے نکل کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور قبولِ اسلام کے بعد  
 خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عذر خواہ ہوئے۔ اور اپنی قوم کے مال و متاع کی  
 واپسی چاہی۔ آپ نے اس کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس جگہ دی  
 اور ارشاد فرمایا کہ تقسیمِ غنیمت سے پہلے جس قدر تمہارا مال تمہارے ہاتھ آئے تم  
 اور تمہاری قوم امن کو اپنے قبضہ میں لے لے وہ سب تمہارا ہے۔ ارشاد کی دیر  
 تھی پھر کون شخص اپنے مال کے حاصل کرنے میں کوتاہی کر سکتا ہے؟

واقعی کی روایت میں ابن عوسجہ وسمعان کی اولاد کے کلام میں خلط ملط ہو گیا

عیب اور آپ کی بددعا کا واقعہ محل نظر ہے۔ اس لئے کہ کتب سیر میں اس واقعہ کی جس قدر کڑیاں ملتی ہیں ان میں اس بددعا اور اثر بددعا کا واقعہ مذکور نہیں ہے۔ نیز درایتیہ بھی اس واقعہ سے انکار کرتی ہے اس لئے کہ تمام روایات جب اس بارہ میں متفق ہیں کہ عبداللہ بن عوسجہ اور سمعان شرف باسلام ہو گئے اور ابن عوسجہ نے اپنی گستاخانہ جرات کی معافی چاہی تو اس کو معاف بھی کر دیا گیا تو پھر ان کی اولاد کا کیا قصور تھا کہ رحمتہ للعالمین ان پر بددعا فرماتے اور وہ ناکردہ گناہ باوجود مسلمان ہونے کے بھی آپ کی بددعا کا مصداق ٹھہرتے۔ پس محدثین کے یہاں واقعی کی غیر مقبولیت اور روایت حدیث میں ان پر عدم اعتماد کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہ واقعہ روایت در روایت کے اعتبار سے قابل تسلیم نہیں ہے

## بنی عذرہ کے نام پر پیغامِ اسلام

عرب کے شمالی حصہ کی انتہار میں شام کے پاس قبیلہ آباد تھا۔ قریش کے مشہور سردار سرزمین حجاز میں نظام حکومت کے بانی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے اپنا دوسرا نکاح اسی خاندان میں کر لیا تھا۔ اور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی خاندان میں پرورش پائی تھی۔ (روایت البیہق) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قبیلہ کے پاس بھی دعوتِ اسلام کے لئے نامہ مبارک بھیجا جو کھجور کے پٹھے پر تحریر تھا اور اس کی سفارت کا شرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ایک مسلمان کو عطا فرمایا اور وہ بن مرد اس نے ”جو کہ قبیلہ ہذیم کی شاخ نبی سعد کا ایک فرد تھا“ اس شخص پر دست درازی کی اور نامہ مبارک پھاڑ ڈالا مگر اس کے

بعد ہی اُس کو ہوش آیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اور آخر کار فداکارِ اسلام بن کر حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ ”غزوہ وادی القریٰ“ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ نبیِ عظیمؐ کا قبیلہ بھی دولتِ اسلام سے بامراد ہو کر بیدِ خلونِ فی دینِ اللہِ آخو اچا کی فرست میں داخل ہو گیا۔

سہی وہ دردِ دہن جن کا تذکرہ حضرت سہمان نے اپنے شعر میں کیا ہے۔

## شاہِ سماوہ کے نام پیغامِ اسلام

نفاثہ بن فروہ دہلی۔ سماوہ کے سردار کے نام بھی آپ نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں نام مبارک تحریر فرمایا تھا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ نفاثہ نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔ بہر حال اب سماوہ کی آبادی کی گردن میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کا تلاءوہ پڑا ہوا ہے اور اہلِ سماوہ اُس کو اپنے لئے صد مایہ نازی سمجھتے ہیں۔

## امراہ بنی وائل کے نام پیغامِ اسلام

بکر بن وائل

یہ قبیلہ کا نام ہے۔ قریش میں یہ سب سے پہلا قبیلہ ہے جس نے ہمایچکو متوں کے مقابلہ میں وطنی استقلال کی بنیاد ڈالی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کو

بھی دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں نامہ مبارک تحریر فرمایا اور حضرت ظبیان بن مرثد سدی رضی اللہ عنہ کو اس کی سفارت کا شرف بخشا۔ نامہ مبارک کا خلاصہ یہ ہے۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَسَلِبُوْا تَسْلَمُوا  
بعد حمد وصلوة اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے

## نہشل بن مالک

اسی سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی وائل میں سے نہشل بن مالک سردار قبیلہ کے نام بھی اسلام کا پیغام بھیجا اور آپ کے حکم سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک نامہ تحریر فرمایا جس میں ان کے مسلمان ہو جانے کے بعد ان کو امان دیے جانے کا تذکرہ تھا۔ نامہ مبارک کا مضمون یہ ہے۔

هَذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ  
یہ نامہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی  
لنہشئل بن مالکٍ و من معہ  
جانب سے ہے نہشل بن مالک وائل اور  
مِنْ بَنِي وَائِلٍ لِيَسْمَعُوا  
نبی وائل کے ان لوگوں کے نام جو مسلمان ہو گئے  
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ  
ہیں نماز ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اور  
وَاطَاعَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَ  
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں  
أَعْطَى مِنْ مَغْنَمِ خُمُسِهِ  
اور مللِ غنیمت میں سے اللہ اور اس کے رسول  
لِللَّهِ وَ سَهْمِ النَّبِيِّ وَ  
کا حصہ (خمس) نکالتے ہیں۔ اور اپنے اسلام کا  
أَشْهَدَا عَلَى إِسْلَامِهِ  
اعلان کرتے ہیں۔ اور مشرکین سے علیحدگی اختیار  
وَفَارَقَ الْمُشْرِكِينَ  
کر چکے ہیں۔ پس وہ اللہ کی امانت میں مامون  
وَقَاتَهُ  
و محفوظ ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

ہر قسم کے ظلم کرنے سے  
بری ہیں۔

أَمِنَ بِأَمَانِ اللَّهِ وَتَبَرَّجَ إِلَيْهِ  
مُحَمَّدًا مِنَ الظُّلْمِ

## نبی زہیر کے نام پیغامِ اسلام

ابوالعلا راوی ہیں کہ میں ایک روز مظرف کے ساتھ اونٹوں کے نخاسہ میں گیا ہوا تھا۔ تھوڑی سی دیر میں ہم نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ اُس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا ہے اور یہ کہتا جاتا ہے کیا تم میں کوئی شخص پڑھا لکھا ہے؟ میں یہ سنکر آگے بڑھا۔ اور اُس سے کہنے لگا میں پڑھنا جانتا ہوں۔ تمہارا کیا کام ہے اعرابی نے چمڑے کا ٹکڑا میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا یہ لیجئے یہ نبی اکرم (صلی علیہ وآلہ وسلم) کا نام مبارک ہے جو ہمارے نام آیا ہے۔ اس کو پڑھ کر سنا دیجیے میں نے نام مبارک اس کے ہاتھ سے لے لیا اور پڑھا اُس میں تحریر تھا۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحیم ہے  
یہ خط ہے اللہ کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
کی جانب سے نبی زہیر بن اُقیش کے نام جو  
قبیلہ عکَل کی ایک شاخ ہے اگر یہ لوگ  
لا اِلا اللہ محمد رسول اللہ پر اعتقاد رکھتے  
ہیں اور مشرکین سے بنیزا ہیں اور مال غنیمت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لُؤَهَيْبِ بْنِ أُقَيْشٍ  
حَقِّي مِنْ عَكَلٍ اِنْتُمْ اِنْ شَهِدُوا  
اَنْ لَا اِلَهَ اِلاَّ اللَّهُ وَ اَنْ  
مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ وَ  
فَارِقُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَ اَقْرَبُوا

يَا لِحُمْسٍ فِي غَنَائِمِهِمْ وَ  
سَهْرِ النَّبِيِّ فَإِنَّهُمْ آمِنُونَ  
میں سے غمس اور اللہ کے نبی کا حصہ تسلیم کرتے  
ہیں پس وہ اللہ اور اس کے رسول کی امان  
میں محفوظ ہیں۔

لوگوں نے نامہ مبارک کا مضمون سننے کے بعد اعرابی کو گھیر لیا اور پوچھنے لگے  
کیا تم نے کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے؟ اُس نے  
جواب دیا ہاں! لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے ہم کو بھی سنائیے  
اعرابی نے کہا۔

سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ سَرَّهٗ أَنْ  
يَدَّ هَبَّ كَثِيرًا مِّنْ وَخْرِ الصَّلَاةِ  
فَلْيَعْمُ شَهْرًا الصَّبْرِ وَثَلَاثَةَ  
آيَاتٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ۔  
میں نے سنا ہے آپ ارشاد فرماتے تھے کہ جو  
سینہ کی آگ فرو کرنا چاہتا ہے اُس کو چاہئے  
کہ رمضان کے روزے، اور ہر مہینہ "ایامہم"  
۱۳-۱۴-۱۵ تاریخ کے روزے رکھا کرے۔

لوگوں نے اُن سے پھر دریافت کیا واقعی تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے اس حدیث کو سنا ہے۔ یہ سُکر وہ سخت ناراض ہوئے۔ اور کہنے لگے کیا تم یہ  
سمجھتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہوں۔ خدا کی قسم  
میں اب کبھی تم سے کلام نہ کروں گا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس  
میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو چکے تھے اور اُن کے اسلام لانے اور وطن واپس  
ہو جانے کے بعد تمام قوم کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امان نامہ  
تقریر فرمایا تھا۔

دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں اس واقعہ کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کہ عام الو فود  
 سلسلہ ہجری میں یا اس سے قبل جو فود مختلف قبائل و اصحاب سے خدمتِ اقدس  
 میں حاضر ہو کر اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہوتے اور مراجعت فرمائے وطن ہوتے  
 تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اسی قسم کے نامہائے مبارک اُن کے اور اُنکی  
 قوم کے لئے تحریر فرمانے کا حکم صادر فرمایا کرتے تھے۔ ان میں۔ اصولِ اسلام کی  
 تعلیم، وفاءِ عہد کی ترغیب، شرک اور مشرکین سے بیزاری، اور اُن کی املاک  
 و مقبوضہ جائدادوں، قلعوں اور معبد گاہوں، وغیرہا کی انہی کی ملکیت، اور تصرف  
 میں رہنے کا اعلان ہوتا تھا۔

حسب ذیل فہرست اُن قبائل اور سردارانِ قبائل کی ہے جن کو اپنے ہی قسم  
 کے نامہائے مبارک تحریر کئے ہیں۔

معدی کرب بن ابرہہ خالد بن ضاد ازدی بنی صباب بن اسحارث  
 یزید بن طفیل حارثی عبد کینوث بن دعلہ حارثی بنی زیاد بن جارث  
 یزید بن مجمل حارثی قیس بن حصین بنی الحارث و بنی ہند بنی قنان  
 بن یزید حارثی عاصم بن الحارث حارثی بنی معاویہ بن جردل الطائی  
 عاصم بن اسود طائی بنی جویں طائی بنی سمعن طائی حناوہ ازدی سعد بنہمی  
 و بنی جذام بنی نذرہ و بنی الرسیع بنی بنی جعل بنی خزاعہ عوسجہ بن حوملہ بنی  
 بنی شام بنی بنی جرمز بن ربیعہ بنی عمرو بن معبد بنی بنی الحمرہ بنی بلال بن  
 حارث مزنی بنی بنی یزید بنی بنی سمر دمان بنی عمرو مسلمہ بن مالک حارثی عباس بن  
 مرد اسلمی ہوذہ بن عبسہ سلمی حرام بن عبد عوف سلمی بنی غفار



بنی ظمیرہ جمیل بن مرشد بختّر طائی عبدالقیس ثقیف بنی خُباب کلّبی بنی خثعم  
 نیز ان کے علاوہ بھی بعض قبائل و افراد قوم کے نام مختلف ضروریات  
 کے لئے مختلف اوقات میں نامہائے مبارک تحریر ہوئے ہیں جن کی تفصیل کتبِ سیر  
 میں موجود ہے اور ابن سعد نے طبقات میں اس کے لئے مستقل باب قائم کیا ہے۔  
 ہم نے اس کتاب میں صرف ان ہی نامہائے مبارک کو لیا ہے جن میں  
 آپ نے سلاطین و سردارانِ قبائل کو دعوتِ اسلام دی ہے۔

## فروہ بن عمرو الجذامی گورز معان کا قبولِ اسلام اور شہادتِ اُن کا انجام

معان

مشرقی عرب کی انتہا پر ملکِ شام کا ایک صوبہ بلقار کے نام سے مشہور ہے اور  
 اور عثمانِ عقبہ اور معان اس کے مشہور شہر ہیں یا یوں کہئے کہ ساحلِ خلیجِ فارس پر  
 سرزمینِ بلقار کا مشہور شہر معان ہے اور اسی کے متصل معان واقع ہے۔

اس علاقہ کا شمار حکومتِ روم کے ماتحت تھا۔ اور حکومت کی جانب سے  
 عرب کے تمام شمالی حصّہ پر فردہ گورزی کرتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کی سلاطینِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کی شہرت اُن کے کانوں  
 تک پہنچی تو اُنہوں نے آپ کے اخلاق و شمائل اور آپ کے دعوئے نبوت

والہمام کی تحقیق کے بعد غائبانہ اسلام قبول کر لیا اور اپنی قوم کے ایک مشہور شخص مسعود بن سعد کو آپ کی خدمت میں سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ جا کر قبول اسلام کے متعلق دربارِ قدسی میں اطلاع کر دیں اور ساتھ ہی ایک گھوڑا، ایک سفید خچر، ایک عربی گدھا چند عمدہ پارچات اور ایک قبائلی سندھی جو سونے کے تاروں کے حاشیے سے مزین تھی، ہدیہ میں بھیجے۔

حضرت مسعود رضی اللہ عنہ دربارِ قدسی میں پہنچے اور حضرت فردہ کے ہدایا پیش کر کے ان کے قبولِ اسلام کا فرودہ منایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فردہ کے نام یہ نامہ مبارک تحریر فرمایا۔

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى فِرْدَوْهَ  
 بْنِ عَمْرِو - أَمَا بَعْدُ - فَقَدْ خَدَا مَرَّ  
 عَلَيْنَا رَسُولُكَ وَبَلَغَ مَا أَرْسَلْتَ  
 بِهِمُ وَخَبَرَعْنَا قَبْلَكُمْ وَأَتَانَا  
 بِإِسْلَامِكَ وَإِنَّ اللَّهَ هَدَاكَ  
 يَهْدَاهُ إِنْ أَصْلَحْتَ وَأَطَعْتَ  
 اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
 وَأَقَمْتَ الصَّلَاةَ  
 وَأَنْتَبَيْتَ  
 الزَّكَاةَ

خدا کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے  
 فردہ بن عمرو کے نام۔ بعد حمد و صلوة ہمارے  
 پاس تمہارا قاصد پہنچا اور جو ہدایا تم نے بھیجے تھے  
 وہ اُس نے پہنچا دیئے اور تم سے پہلے کے حالات  
 و واقعات سنانے اور پھر تمہارے مسلمان ہونے کا  
 واقعہ سنایا۔ اگر تم نیک خواہی میں مشغول رہے  
 اللہ اور اُس کے رسول کی طاعت کرتے رہے  
 نماز پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے، تو اللہ تعالیٰ  
 نے تم کو اپنی ہدایت سے نوازیا۔ (جو سب سے  
 بڑی نعمت ہے)۔

نامہ مبارک لکھو اگر قاصد کے حوالہ کیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ قاصد کو پانچ سو درہم دیدو۔

مہر قل قیصر روم کو جب فردہ کے قبولِ اسلام کا حال معلوم ہوا تو اُن کو دوازہ لاکھ میں طلب کیا اور سخت تنبیہ کی اور حکم دیا کہ اگر اپنی ریاست کو برقرار رکھنا چاہتا ہے تو دینِ محمدی کو ترک کر دے۔

لیکن قبولِ حق کا نشہ ایسا نہ تھا کہ ان ترشیوں سے اتر جاتا۔ حضرت فردہ نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ دینِ محمدی چھوڑ دوں؟ یہ ناممکن ہے۔

بادشاہ! تو خود جانتا ہے کہ یہی وہ پیغمبر ہے جس کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے لیکن افسوس کہ ہوس ملک گیری نے حق سے جھک کر محروم کر دیا ہے۔ بادشاہ کو پس منکر بہت پیش آیا اور حکم دیا کہ اس کو قید کر دو۔

حضرت فردہ نے کچھ روز تو دینِ حق قبول کرنے کی بادشاہ میں جیل کی سختیاں جھیلیں اور پھر بادشاہ کے حکم سے جیل سے باہر نکالے گئے اور حکم دیا گیا پہلے اس کو قتل کر دو اور پھر پیڑ لگاؤ۔ حضرت فردہ نے نہایت اطمینان و سرکے ساتھ اس جاہلانہ حکم کو سنا اور دینِ توہم کی پیروی میں فداکارانہ جان دیدی۔ قتل کے بعد حضرت فردہ کو شہرِ فلسطین میں ”عفراء“ نامی تالاب پر سولی پر لٹکا دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

لا تَقُولُوا مَنْ یَقْتُلُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ  
أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْیَاءٌ وَلَٰكِنْ  
لَّا تَشْعُرُونَ۔

سے واقف نہیں ہو۔



# تہاچ و بجر

حصہ سوم

## پیغمبرانہ دعوت و تبلیغ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطینِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے لئے جو نامہائے مبارک بھیجے تم نے اُن کو پڑھا اور بغور اُن کا مطالعہ کیا؛ سو چونکہ ایک ہستی جس کے پاس نہ مال و متاع ہے نہ لاؤ لشکر، خود عزیز و قریب ابھی تک جس کے دشمن، اور درپے آزار ہیں۔ چونکہ حکومت رکھتا ہے نہ دولت، نہ اُس کے پاس شاہی حشم و خدم ہے نہ دنیوی سطوت و حشمت، جو بے سرو سامانی کو سامان سمجھ کر، حکومت و دولت کے نشہ سے متنفر ہو کر بے یاری و مددگاری کو صدر ہزار یارائی و نصرت، جان کر فقط ایک خدائے واحد و اُحد کے پھر دوسرے سلاطینِ عالم کو دعوتِ اسلام دیتا، اور اُن بادشاہوں کے سامنے اسلام کا نعرہ حق بلند کرتا ہے کہ جن میں روم و فارس جیسی باجبروت طاقتیں بھی شامل ہیں جن کے تمدن پر مشرق و مغرب شیفۃ، اور جن کے شان و شکوہ، اور درباری رعب و دبدبہ سے حکومتیں، اور سلطنتیں ترساں و لرزاں تھیں۔ اور جن کے درباروں میں بیباکانہ اعلانِ حق تو کجا، نیاز مندانہ عرض و التجا کے لئے بھی زبانیں گنگ ہو جاتی تھیں۔

پھر دعوت بھی اس شان سے دیتا ہے کہ نامہائے مبارک میں غرض مندانہ نیاز مندی کا اظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ اُن کے ہر ایک لفظ سے شانِ استغنا ظاہر ہوتی ہے۔ اور اُن کا ہر ایک جملہ ذاتی مفاد کی تلویح سے پاک اور بے نیاز ہے۔ اقتحامی القاب میں اگر ایک طرف صاحبِ عزت کی عزت، اور صاحبِ حرمت کی حرمت کا پاس و لحاظ ہے تو دوسری جانب عجمی دستور سے بے پرواہ، اور پُر رعب بادشاہوں کے خود ساختہ قوانین سے مستغنی، والا ناموں کو اول بادشاہوں کے بادشاہ، خالق کون و مکان،

خدا نے واحد کے نام سے شروع کرتا ہے اور عربی دستور کے مطابق بادشاہوں کے نام سے پہلے اپنا نام لکھتا ہے۔

کیا تم کو یاد نہیں کہ قیصر روم کے بھائی ”نیاق“ کو یہ کس قدر شاق گذرا۔ بگڑتا ہے، بھرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ایک معمولی عربی نژاد کو یہ جرات اور یہ حوصلہ کہ شاہوں کے نام سے پہلے اپنا نام تحریر کرے۔ اسی طرح کس نے خسرو پر وزیر کی ناصیہ حکومت پر بھی اس طرز عمل سے شکنیں پڑ جاتی ہیں۔ مگر ذاتِ قدسی صفات پر پرکاش کی براہی اثر نہیں ہوتا۔ اور اُس کی شانِ استغنا میں رتی برابر بھی فرق نہیں آتا۔

اور پھر نظر کرو اس مقدس ہستی کے اُن سفیروں کی فداکارانہ بے جگری پر اور اعلانِ حق کے لئے بے باکانہ جرات و پامردی پر کہ قیصر و کسرتے کے جن درباروں میں شاہوں کے سفراء اور حکومتوں کے قاصد ہی نہیں بلکہ خود چھوٹے چھوٹے بادشاہوں اور سلاطین کی زبانیں بھی اظہارِ مقصد میں خاموش ہو جاتی ہوں۔ انھوں نے کس صفت مآب دلیری اور حق آفرین جرات سے اپنے فریضہ کو انجام دیا۔ نہ قیصر کی شوکت اُن کے اڑے آسکی، اور نہ کسرتے کا جاہ و جلال اُن کو اس پاک خدمت سے باز رکھ سکا۔

تو کیا تم کو کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے کہ حق و صداقت کی یہ جدوجہد کئی طالبِ دنیا، اور طابعِ دولت و حثمت، انسان کا کام تھا۔ یا دولتِ دنیا سے نفور جاہ و حشم سے تنغی، خدا نے برتر کے پیغمبر و رسول کا معجز کارنامہ تھا۔

پھر یہی نہیں بلکہ اُس معجزانہ صداقت کو بھی دیکھو کہ ”خسرو پر وزیر“ کا غرور حکومت اور اُس کی سطوت و حثمت کی نخوت، جب پیغامِ اسلام کو برداشت نہ کر سکی۔ اور

اُس نے انتہائی نفرت و حقارت سے ”نامہ مبارک“ کو چاک کر ڈالا۔ تو زبانِ مہی ترجمان نے صرف یہ ارشاد فرمایا اور بس۔ اِذْ اَهْلَكَ كِسْرِي فَلَا كِسْرِي بَعْدَكَ یعنی جب خسرو پر دیزمر جائے گا تو اُس کے بعد اُس کی حکومت کا یہ کسروانی دبدبہ اور اُس کی وہ صولت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی جس کے غرور میں اُس نے پیغامِ حق کے ساتھ یگستاخانہ جرات کی۔ اور فرمایا اَنْ يُمَزَّقَ اَکْلَ مُنْرَقٍ۔ اے خدا جس طرح کسرے نے ”پیغامِ حق“ کو چاک کر دیا اسی طرح تو بھی اس حکومت کو پارہ پارہ کر دے۔ تو مستقبل نے اس کا کیا جواب دیا؟ وہی جواب جو ایک پنمبر کی معجز نما پیشگوئی یا دعا کا اثر ہونا چاہئے تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ ”پر دیز“ کی ہلاکت کے بعد ایرانی حکومت کی نہ صرف کسروانی سطوت ہی کا خاتمہ ہو گیا بلکہ سرے سے حکومت کا ہی جنازہ نکل گیا۔

اور تم یہ نہ کہنا کہ ”پر دیز“ کے بعد اگر ”درفش کا دیانی“ کا اقتدار فنا ہو بھی تو کیا خود پر دیز کی گستاخانہ حرکت کا اس کو کیا جواب ملا؟ اس لئے کہ اوراقِ تاریخ ابھی تک شاہد ہیں کہ جب پر دیز نے انتہائی تکنت کے ساتھ ”باذان“ گورنرزمین کو آپ کی گرفتاری کے لئے حکم بھیجا اور باذان نے تعمیلِ حکم میں ”بابویہ“ کو خدمتِ اقدس میں روانہ کیا ہے تو چند روز کے بعد دربارِ قدسی سے یہ جواب ملا کہ جاؤ آج شب میں میرے خدا نے اُس کی قسمت کا پانسہ پلٹ دیا جس نے اپنی شوکت و صولت کے غرور میں مجھ کو گرفتار کرنے کے لئے تم کو بھیجا ہے وہ اپنے بیٹے ”شیرویہ“ کے ہاتھ سے

ملہ درفش کا دیانی۔ ایرانی حکومت کا مشہور پرچم یا پرچم بھانچوٹا سا اسیا تھا جس کے متعلق ایسا اعتقاد تھا کہ اس کا جنگ میں سوج دہنا فتح کا پیش خیمہ ہے ۱۱

مارا گیا۔ اور بالآخر چند ہی روز میں ”باذان“ نے خود شیر دیہ سے وہ سب کچھ سُن لیا جو زبانِ معجز بیان نے ”بابویہ“ سے بیان فرمایا تھا۔

اب تم ہی فیصلہ کرو کہ اُس مقدس ہستی کا پیغمبرانہ شان سے ان امور کے متعلق ارشاد فرمانا، اور خدائے قدوس کی جانب سے اُس کی تصدیق میں صرف حرف کا پورا ہونا اُس کی معجزانہ صداقت، اور پیغمبرانہ رفعت پر زندہ شہادت نہیں تو اور کیا ہے؟

اور اس قسم کا معاملہ صرف ایک پرویز ہی کے ساتھ پیش نہیں آیا۔ ورتق گردانی کو صفحہ گزشتہ کی اور دیکھو کہ قیصرِ روم، عزیزِ مصر، شاہِ دمشق، یہ اور ان ہی طرح کے اُن دوسرے بادشاہوں کو کہ جنہوں نے قبولِ حق کے مقابلہ میں دنیا کی عمار کو ترجیح دی یا حکومت کے نشہ نے اُن کو امتیازِ حق و باطل کا موقع ہی نہ دیا اور یا قصداً اُنہوں نے اس مقدس وجود کے پیغامات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، کہ وہ بہت تھوڑی مدت کے اندر اندر اپنی عزت و جاہ، اور حشمت و سطوت کو کس طرح کھو بیٹھے، اور جس حکومت کے نشہ نے اُن کو اسلام کی عزت سے محروم کر دیا تھا وہ بھی دیر تک اُن کا ساتھ نہ دے سکی

## اسلم تسلّم کا مطلب

پھر ذرا یہ بھی سوچو کہ آپ نے نامائے مبارک میں ہر ایک بادشاہ کو یہ توجہ دلائی ہے کہ ”اسلم تسلّم“ اسلام قبول کر محفوظ رہے گا۔ یہ کس طرف اشارہ تھا؟ دین و دنیا دونوں کی سلاستی کی جانب! کاش کہ وہ یہ سمجھتے کہ دولتِ اسلام و بہترین دولت ہے کہ اگر ہمارے دامن اس سے پُر ہو گئے تو پھر نہ صرف عزت



کی کامرانی و شادمانی ہی سے ہمکنار ہونا نصیب ہو گا بلکہ ہمیشہ دولت و حکومت دنیا سے بھی بہرہ اندوز و فیضیاب رہیں گے۔

اس لئے کہ یہ قول کسی فقیر و جوگی کا قول نہ تھا جو بیچارگی اور مجبوری کی راہ سے خوشامدانہ لہجہ میں کیا گیا ہو۔ اور نہ یہ ارشاد کسی دنیوی شاہنشاہ کا تہدید ہی حکم تھا کہ بصورتِ عدم قبول، نیزہ و تلوار اور توپ و تفنگ اس حکم کی اطاعت پر مجبور و مقبور کرنے۔

بلکہ ان دونوں سے الگ یہ ارشاد ایک پغمبر کا ارشاد تھا، اور یہ فرمان ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“ کی زبان وحیِ رحمان سے خدائے قدوس کا ناطق فیصلہ تھا جو اپنے فیصلہ اور نتیجہ میں اٹل، اور اپنے انجام میں نہ مٹنے والا نشان تھا۔

ماضی کے اوراقِ تاریخ کا مطالعہ کرو۔ خسرو پر ویز کی گستاخی کا جواب کسی مسلمان کے ہاتھوں نے نہیں دیا بلکہ قدرت نے اس کے بیٹے ”شیردیا“ کے ہاتھ سے دلا یا۔ شیردیا خود اپنی کردار کی بدولت فنا کی نیند سو گیا اور عرقِ مقبوتی کے شوق میں زہرِ ہلاہل کی شیشی پی کر دنیا کے جاہ و چشم کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ گیا پوران کی نسوانی نزاکت حکومت کے باعظیم کو برداشت نہ کر سکی، اور آخر کار ”یزدگرد“ کی ظالمانہ حکومت نے ایک طرف رعایا کو بدل کیا اور دوسری طرف رستم کے سمجھائے بوجھ لہ خسرو کی لڑکی جو شیردیا کے بعد تخت پر بیٹھی مگر ناکام رہی ۱۲ سالہ ایران کا مشہور سردار اور فوجی جنرل تھا۔

تاریخ کی مشہور جنگ سے پہلے ہر چند یزدگرد کو مسلمانوں سے پرہیز کیا ہونے سے روکا اور سمجھایا مگر حاسدوں کی رقیبانہ جدوجہد نے اس کو ناکام رکھا اور مسلمانوں سے جنگ پر مجبور کیا ۱۳

مسلمانوں کی تہمتیں چیلنج پر آمادہ کر دیا۔ نتیجہ وہی نکلا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ کلام کی معجزانہ تصدیق تھی۔

”ہرقل“ قبصرِ روم، اور حارث“ شاہِ دمشق سے کس نے کہا تھا کہ یہ سمجھ لینے کے باوجود کہ آپ خدا کے سچے رسول اور پیغمبر ہیں پھر بھی آپ کی اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے لئے گھوڑوں کی نعلبندی کرائیں، اور اپنی قوتوں کے مظاہرے اور مسلمانوں کے مرعوب کرنے کے لئے مدینہ منورہ تک جنگ کی خبروں کی اشاعت کرائیں، اور صرف یہی نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کو کلمہ حق کے مٹانے کے لئے جمع کریں، اور مسلمانوں کے ہر ایک کام میں رکاوٹ ڈال کر بالآخر اس نتیجے کو نہنچیں اِذَا هَلَكَتْ قَيْصَرٌ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَ كَاجِبٍ قَيْصَرَ هَلَاكٌ هُوَ جَائِعٌ كَا تُوْ بَعْرٍ تَحْتِ رُومٍ پُرُو كُوْنِي قَيْصَرَ نَظَرًا يَنْبَغِيكَ۔ قبصر کے لئے تو یہی کافی تھا کہ اُس نے آپ کی دعوت کو رد کر دیا۔ اور آپ کی تلقین کو قبول نہ کیا۔ اور آپ کی نبوت کے اعتراف کے باوجود اسلام میں داخل نہ ہوا البتہ کو چاہئے تھا کہ اپنی مذہب میں رہ کر آزادانہ زندگی بسر کرتا، اور خواہ مخواہ مسلمانوں کے درپے آزار نہ ہوتا۔ مگر وہ سب کچھ ہوا جس کا ہونا مقدر ہو چکا تھا؛ اور کوئی بھی اس کی مخالفا نہ جدوجہد اور کج روی کو نہ ردک سکا، اور اس طرح اپنے ہاتھوں اُن نے اپنی ہلاکت مول لی۔

”موقس“ عزیزِ مصر سے مسلمان یہ کہنے نہ گئے تھے کہ خدا کے سچے رسول کی رست کی تصدیق کے باوجود بھی قبصر کے حکم سے بزد آزمائی کے لئے مسلمانوں کو ٹہل من مبارز کی دعوت ضرور دینا اور اُن کے مقابلہ کے لئے چڑھ دوڑانا۔ مسلمان تو اس سے جنگ کرنے نہیں گئے تھے، پیغام تو اُس کا اور اُس کے شاہنشاہ کا ہی منبجھا

کہ ہم وہ قوت رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹادیں گے۔

با اینہم چونکہ جنگ و پیکار کی یہ زندگی خود اس کی اپنی طبیعت کا نتیجہ نہ تھا بلکہ قیصر کے حکم کی تعمیل تھی اس لئے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی اور مسلمانوں کی کریمانہ سخاوت، اور منتقمانہ جذبات سے بالآخر ترحم نے اس کی حیدر روزہ حیات کو عزت کے ساتھ گزارنے کا موقعہ دیدیا۔ تاہم بغیر انہ پیشگوئی ”بأذن مملکۃ“ اپنا اثر کئے بغیر نہ رہی اور وہ انہیں کا خاندان ہمیشہ کے لئے مصر کی حکومت سے محروم ہو گیا شاید تم یہ کہو کہ یہ سب جیلہ تھا، بہانہ تھا، مسلمانوں کے ان ممالک پر نبرد آزما ہو کر قابض ہونیکا۔ یا دعوتِ اسلام سے متعلق ان کے انکار و گستاخوں کے انتقام کا؛ تو اگر یہ خیال محض متعصبانہ جذبات و معتقدات پر مبنی ہے تو حقیقت اور واقعیت اس سے کوسوں دور ہے۔ نیز بغیر حجت و دلیل کے کسی شخص یا کسی قوم کے ذاتی جذبات و مزعومہ معتقدات دوسروں پر کس طرح حجت ہو سکتے ہیں؟ اور اگر اس اعتراض کی صداقت تاریخی شہادت کی روشنی میں دکھائی جاسکتی ہے تو پھر تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ ان بادشاہوں کے قبولِ اسلام سے انکاراؤ نہ صرف انکار بلکہ نامہ مبارک یا سفراء کی توہین و تحقیر کے باوجود مسلمانوں نے اپنی جانب سے کبھی اقدام جنگ نہیں کیا اور اگر خود ان سلاطین نے بھی انتہائی غریظ و غضب میں جنگ کا اقدام چاہا ہے تو سبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے ہر ممکن طریقہ سے اس کو ٹال دیا اور آشتی و صلح کی راہ کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیا۔

کیا تاریخ کا یہ واقعہ فراموش کر دیا جائے گا؟ کہ جب قیصر روم کے

در بارہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر واپس آ گیا تو قیصرِ روم، عزیزِ مصر، اور شاہِ دمشق نے متفق ہو کر صلیبی جہاد کا اعلان کر دیا اور تمام قلعہ و حکومت میں نقیب دوڑا دیئے اور شام کے علاقہ میں کئی لاکھ رومیوں کا لشکر مسلمانوں کے استیصال کیلئے جمع کر دیا گیا سو مسلمانوں کو یہ تمام خبریں برابر پہنچ رہی تھیں۔ اور حارثِ غسانی نے تو خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر سے یہ کہہ دیا تھا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں جو کچھ تیاریاں میں کر رہا ہوں آنکھوں سے دیکھ لے اور جا کر اپنے پیغمبر اور مسلمانوں کو مطلع کر دے۔ مگر پھر بھی مسلمان خاموش بیٹھے رہے اور انہوں نے دفاعی کارروائی کا بھی اُس وقت تک ارادہ نہ کیا جب تک کہ اُن کو جاسوسوں کے ذریعہ یہ اطلاع نہ مل گئی کہ رومی توک کے میدان کو محاذِ جنگ بنا رہے ہیں اور ممکن ہے کہ دو چار روز میں پیش قدمی کر کے مدینہ کے قریب ہی کسی جگہ پر قابض ہو جائیں۔

اب مسلمان مجبور ہوئے اور چونکہ اپنی جنگی تدابیر کے لحاظ سے وہ مدینہ کو محاذِ جنگ بنانا پسند نہ کرتے تھے اس لئے خود پیش قدمی کر کے توک میں جا بیٹھے۔

مسلمان اگر ہوس ملک گیری کا شوق رکھتے، اور ان بادشاہوں کے توہین آمیز طرزِ عمل کو اس کا جیلہ بنانا چاہتے تو اُن کے لئے سب سے بہتر موقعہ وہ پہنچ تھا جو حارثِ غسانی نے غرور و نخوت کے لہجہ میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کی معرفت دیا تھا لیکن تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے اُس کے خلاف کوئی معاندانہ کارروائی نہیں کی اور سب کچھ سننے کے باوجود بھی خاموش اپنے دینی و دنیوی متاعل میں مصروف رہے اور مسلم و غیر مسلم ایک شہادت بھی ایسی نہیں ملتی کہ مسلمان اُس وقت جنگ کیلئے کوئی بھی تیاری پہلے سے کر رہے تھے۔

پھر جب مجاہدینِ اسلام کا لشکر گرمی اور بمبوک کی شدت اور سامانِ جنگ کی قلت کے باعث بے سرو سامانی کی تکلیف اور وطن سے کوسوں دور مسافرانہ حالت میں سخت صعوبتیں برداشت کر کے تب تک پہنچ گیا تھا ” تو یہ دیکھ لینے کے بعد کہ عیسائی لشکرِ اسلام کے جانباز مجاہدین سے مرعوب ہو کر منتشر ہو گیا، انتقاماً نہ پالیسی اور آئندہ کے خطرہ کو ہمیشہ کے لئے دور کر دینے کے خیال سے بے جنگ کئے واپس نہ ہوتا اور عیسائیوں کے علاقوں میں پیش قدمی کر کے ان کو جنگ پر مجبور کر کے ہمیشہ کے لئے ان کی قوتوں کا خاتمہ کر دیتا۔

مگر ایسا نہ ہوا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمتہ للعالمین سامنے آئی اور اسلام کو حکم ہو گیا کہ جب دشمن جنگ کے ارادہ کے باوجود جنگ سے گریز کر گیا تو ہم کو بھی درگزر کرنا چاہئے اور اپنی تکالیف کا خیال کئے بغیر واپس ہو جانا چاہئے۔ اس لئے کہ ہمارا مقصد بجا ملک گیری نہیں ہے۔ صرف فتنہ انگیزیوں کی روک تھام یا ان کا انسداد و مٹاؤ ہے۔ فتنہ جو جماعت اگر اس وقت اپنی فتنہ پروازی سے باز آگئی ہے تو تم بھی درگزر اور صلح و آشتی کے ساتھ واپس چلو۔

اور پڑھو تاریخ کے ان اوراق کو کہ کس نے فارس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انتہائی گستاخی اور توہین کا معاملہ کیا اور اُس پیغمبر کے ساتھ کیا جس کے پیرو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیرو تھے جو وقت پر یہ کہہ بیٹھے ”وَكَأَذْهَبَ أَنْتَ دَرَسَاتِكَ فَقَاتِلْنَا تَاهَهُنَا قَاعِدُونَ“۔ تو اور تیرا رب چلا جا اور جا کر لڑو ہم تو فتح ہونے تک نہیں بیٹھتے ہیں۔“ بلکہ اُس کے پیرو تو وہ ہاں نثار اور فدا کار تھے جنہوں نے بدر کے میدان میں بے سرو سامانی، اور تین سو تیرہ کی قلیل تعداد کے باوجود ساز و سامان

مسلح نہاروں کے تہمِ غیر کے مقابلہ میں اپنے پیغمبر سے یہ کہہ دیا تھا۔

یا رسول اللہ ہم پر وہاں موسیٰ نہیں ہیں کہ آپ کو جواب دیدیں اگر آپ حکم دیں کہ آگ میں کود پڑو تو ہم سب بھی آگ میں کود جائیں ہم تو یہ کہنے والے ہیں فا ذہب انا معکم آپ بسم اللہ کیجئے ہم سب آپ کے پسینہ کی جگہ خون بہانے کو موجود ہیں۔

غرض شمع رسالت کے یہ پروانے اپنی جان، مال، اولاد، اور عزت و آبرو سب کچھ آپ کی ذاتِ اقدس پر نثار کرنے کیلئے موجود تھے پھر بھی آپ نے نہ خسرو سے منتقامہ جنگ کی اور نہ اُس کے بیٹے شیرزیہ اور اُس کی بیٹی بوران سے اور نہ بعد کے کسی ایرانی باغی سے۔ اور نہ آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم نے ان میں سے کسی کے ساتھ تعرض کیا۔ اور یزدگرد سے پہلے کسی شاہِ ایران سے اس گستاخی کا انتقام لیا۔

مگر جب ”یزدگرد“ نے اپنی بدبختی سے خود ہی عراق، فارس، اور جاز، کی سرحد پر مسلمانوں سے چپقلش شروع کر دی اور باوجود فاروقِ اعظم عمر بن الخطاب کے بار بار طرح دینے اور تنبیہ کرنے کے نیز خود ایرانی سردارِ رستم کے یزدگرد کو عواقبِ جنگ سمجھانے اور مسلمانوں سے تعرض نہ کرنے کی نصیحت کے اپنی ہٹ سے باز نہ آیا تو پھر مسلمانوں نے دکھا دیا کہ وہ ظالم و سرکش، اور بے جا درپے آزار ہونے والے کے لئے بھی بمصدق ”ہر فرعونے راموسی“ موجود ہیں۔

اب پھر ایک مرتبہ سوچو کہ آپ کا یہ ارشاد ”اَسَلِمْتُ لَسَلَمَ“ پیغمبرانہ پیشگوئی، اور معجزانہ پیغام، تھا یا کسی نجومی، دکاہن کی پیشگوئی، اور بادشاہِ ملک گیر کی جنگ کے لئے ہتدیدی تھی؟

## اسلامِ تسلیم کا ایک اونچکتہ

نیز اس مقدس جملہ میں اس حقیقت کا بھی اظہار تھا کہ اسلام وہ دینِ فطرۃ ہے کہ اسکی بنیاد ہی سلامتی و امن پر قائم ہے۔ اور گویا قبولِ اسلام امن و سلامتی کا بہترین ذوق ہے اور آخری سند ہے۔ اسی لئے اس مذہب و ملت کا نام بھی ”اسلام“ رکھا گیا کہ جس کا مادہ ”سلم“ بمعنی سلامتی ہے۔

پس اگر ایسے مذہب کو تم نے قبول کر لیا اور ایسے دین کو اپنا شعار بنایا تو پھر پھر دنیا کی تمام سلامتی، اور عالمِ زیر و بالا کی تمام شانتی، تمہارے حصہ میں آجائے گی۔ اور ہر قسم کے فتنہ و فساد کی بنیادیں صرف اس ایک نام ہی سے نہ صرف متزلزل ہو جائیں گی بلکہ ان کی بیخ و بن بھی باقی نہ رہے گی۔

اور کیوں نہ ہو جبکہ اسلام ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ تمام مذاہب و ادیان اور کلیتوں اور وہ ہر سوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا، ان کی حقیقی اور الہامی تعلیمات کو صحیح جانتا، اور ان کے مقدس نبیوں، رسولوں، اور ریشیوں کو خدا کا برگزیدہ تسلیم کرتا ہے۔ وہ خود ساختہ یہودیت کی طرح نہیں ہے کہ علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو العیاذ باللہ ”یسح وجال“ کہہ کر خدا کی مقدس کتاب ”ہل انجیل“ کو جھوٹا قرار دے اور اس مقدس رسول، اور اس کے معتقدین کے لئے ہر قسم کے ظلم و ستم روا رکھے۔

اور نہ وہ ”نویجا و عیسویت“ کی مانند ہے کہ جس نے ان تمام بشارتوں کو محو یا محرف کر کے کہ جن میں خدا کے آخری نبی کی آمد کی بشارت تھی خود عمدہ قدیم ”توراة“ اور عمدہ ”انجیل“ کو جھٹلایا اور جس طرح یہودیوں نے ”راکبِ حار“ کو تسلیم نہ کر کے فتنہ کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح انہوں نے ”راکبِ جبل“ کو قبول نہ کر کے پیغمبرِ اسلام اور مسلمانوں

پر وہ فتنہ سامانی کی کہ اپنے زعمِ باطل میں اُن کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اگرچہ  
 خدائی فیصلے یُریدُونَ لِيُظْفِقُوا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَقْوَابِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمِّتٌ نُّوْرِهِ  
 وَ نُوْرٍ كَسِرَ كَ الْكٰفِرُوْنَ لِيُجْلُوْا لِيُظْفِقُوْنَ نے اُن کے تمام حوصلے پست کر دیئے اور اُن کی تمام ظالمانہ  
 حرکات کو باطل کر دکھایا۔

اور نہ اسلام اس ہندو دھرم کی طرح ہے جو قانونِ قدرت اور فطرۃ کے  
 خلاف صداقت کو صرف اپنے ہی اندر محدود سمجھتا ہے اور خدا کی ان بھی ہوئی  
 تعلیمات کو ”جو حالات و مقتضیاتِ زمانہ اور انقلاباتِ اہم و ممالک کے ساتھ ساتھ  
 نازل ہوئیں“ اور اُن نبیوں اور رسولوں کو جو ان تعلیماتِ الہی کو لیکر آئے اور عالم کے  
 مختلف حصوں میں شمعِ ہدایت دکھاتے رہے۔ کسی طرح لمننے کے لئے تیار نہیں ہے۔  
 اور نہ صرف یہ بلکہ انسانی برادری کے ان تمام افراد میں جو ایک ہی نسل کے  
 افراد اور ایک ہی درخت کے برگ و بار ہیں۔ ادریخ، پینچ کا وہ امتیاز قائم کرتا ہے  
 کہ جو تاریخِ عالم میں ہمیشہ فتنہ و فساد کا منظر اور باہمی منافرت کے جذبات کا  
 باعث رہا ہے۔ اور مذاہبِ عالم کی تمام تاریخ اس ”سیاہ ورق“ سے داغدار ہے۔  
 اسلام تو ان تمام خود ساختہ معتقدات سے جدا اس امر کا صاف صاف اعلان  
 کرتا ہے کہ میں کوئی ”ادکھا“ اور ”اچھوتا“ مذہب نہیں ہوں۔ جس طرح خدا ایک ہے  
 لہ وہ اولوہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پونگوں سے بچھادیں۔ اور اللہ اپنے نور کو پورا کر نوا  
 ہے اگرچہ کافروں کو شاق ہی کیوں نہ گذرے ۱۲ قُلْ مَا كُنْتُ بِدِ الْعَاوِیْنَ الشُّسْبِیْلِ  
 اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ میں پیغمبروں میں کوئی ادکھا پیغمبر نہیں ہوں یعنی میری  
 طرح اقطارِ عالم میں برابر نبی اور رسول ہوتے اور مخلوق کو ہدایت دیتے آئے ہیں ۱۳



اُسی طرح اُس کی صداقت بھی ایک ہی ہے جو ابتداءِ آفرینشِ عالم سے آج تک مختلف صورتوں اور گوناگوں مظاہر میں ہمیشہ ہمیشہ قائم رہی ہے۔

میں ہی خدا کی وہ سچی تعلیم ہوں جو ابتداءِ آفرینشِ انسانی سے آج تک ایک ہی بنیاد پر قائم ہے صرف حالاتِ زمانہ اور ممالکِ دَام کے مقتضیات کے مطابق خدا کے پیچھے پیچھے آدم علیہ السلام سے آج تک مجھ میں برابرِ فدوی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ اور جس طرح ہر شے کی ایک ابتداء اور اُس کی ایک انتہا یا اُس کا ایک دورِ کمال ہوتا ہے اُسی طرح میرا آخری کمال و عروج خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ قدسی صفات کے ساتھ قدرت کے ہاتھوں نے مقدر کر دیا تھا جو پورا ہوا

أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ ہاں میرے دورِ کمال، اور زمانہ عروج، کی یہ خصوصیت ہے کہ میں تمام ادیان و مذاہبِ الہی اور اُن کے مقدس پیشواؤں کو سچا، اور اُن کی سچی تعلیم کو حق تسلیم کرتے ہوئے اُن مذاہب کے تمام غلط ایجادات و اختراعات کو جو کہ اہل مذاہب نے بعد میں پیدا کر دی ہیں۔ اصلاح کر کے دینِ الہی کی اصل شکل و صورت کو ظاہر کرتا ہوں۔

پس میں خدا کے ہر سچے نبی اور رسول اور رشی و منی کو مقدس مانتا، اور اُن کی حقیقی اور اصلی تعلیمات کو قطعاً صحیح تسلیم کرتا ہوں اور اپنے معتقدین پر بعض کا نام نیکر اور اُن کے حالاتِ سنا کر اور بعض کا صرف اجمالی ذکر کر کے سب پر ایمان و اعتقاد

۱۵ آج کے روز میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمہارا اپنی نعمت تمام کر دی اور

میں نے تمہارے لئے دین "اسلام" پسند کر لیا ۱۲

فرق قرار دیتا ہوں۔ ”منہم من قَصَصْنَا عَلَيْكُمْ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ“ اور یہ یقین دلاتا ہوں کہ ملکوں اور قوموں کا کوئی دور ایسا نہیں گذرا کہ جس میں خدا کی طرف سے اُن کے پاس پیغمبر یا مادی نہ آئے ہوں۔ ”وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ“۔

اور بیانگِ دہل یہ پکار کر کہتا ہوں۔

قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا لِي  
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ  
لَا نَعْبُدَ اِلَّا اللَّهَ وَلَا نَشْرِكَ  
بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا  
بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ  
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْرِكُوا  
بِاَنَا مُسْلِمُونَ

کہ دیجئے اے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو  
ہمارے اور تمہارے درمیان مساوی ہے  
یہ کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں  
اور نہ کسی کو اُس کا شریک قرار دیں اور نہ  
اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو رب  
بنائیں۔ پس اگر وہ اس کلمہ میں نہ آئیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ  
ہم تو خدا کے ہی فرمانبردار ہیں۔

اب تم ہی انصاف کرو کہ جو مذہبِ خدا کی تمام سچی کتابوں، اُس کے سچے پیغمبروں، نبیوں، اور رشیوں، کی عظمت ضروری قرار دیتا، اور اُن پر ایمان و اعتقاد و مذہب کا جزو بتاتا ہو۔ سلامتی و شناختی اس مذہب میں ہے۔ یا اُن مذاہب میں جو صداقتِ الہی کو صرف اپنے ہی اندر مخصوص مان کر دوسرے تمام مذاہب، اُن کی کتابوں، اور نبیوں کی سچی اور حقیقی تعلیم کا انکار کرتے ہوں۔

۱۵ ان میں سے بعض رسول وہ ہیں جن کا ذکر ہم نے تم کو سنا دیا اور بعض وہ ہیں جن کا ذکر ہم نے نہیں سنایا، ۱۶ اور کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جن میں ہمارا نذیر نہ آیا ہو۔

اور نہ صرف انکار بلکہ اُن کی مخالفت اور اُن کی توہین و تحقیر کو مذہب کا اہم جزو سمجھتے ہوں۔

## راعی اور رعیت

نامہائے مبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسرے کو یہ تحریر فرمایا تھا ”فَاِنْ اَبَيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْمُجْرِمِ“ اور قیصر کو تحریر فرمایا ”فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْيَرَسِيِّنِ“ اور عزیز مصر کو ”فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْقَيْطِ“ تحریر فرمایا ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو تمہاری تمام رعایا کا وبال تمہاری گردن پر ہے۔

آپ کا یہ ارشاد مبارک صرف اس ایک معاملہ سے ہی متعلق نہیں ہے بلکہ اس کلام بلاغت نظام نے قانونِ الٰہی کی ایک اہم دفعہ پر روشنی ڈالی ہے جو ہمارے شب و روز کے ہزاروں معاملات میں دلیلِ راہ کا کام دے سکتی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ”راعی“ سردارِ حاکم، پیشوا، اور بادشاہ کی زندگی اُس کی تنہا، اور انفرادی، زندگی نہیں ہے اور اُس کے عمل و بے عملی، انکار و اثبات کا اثر صرف اُس کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ ایک حکمران کی غفلت، ماتحت حکام اور اُن کے بعد خود رعایا کی غفلت و مجرور کا باعث بن جایا کرتی ہے۔ اور ایک حاکم ذمی اختیار کا ظلم، تمام عملہ اور پھر رعایا میں باہمی ظلم و عددان کا موجب ہو جاتا ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ نے اسی حقیقت کو اس شعر میں ادا فرمایا ہے ۵

بہ نیم بیضہ کہ سلطان ستم روادار د زندگش کریانش ہزار مرغ بسخ

اسی طرح بادشاہ یا کسی حاکم کا عدل و انصاف، نظم و ضبط، تمام عملہ اور رعایا کے درمیان خود بخود احساسِ فرائض کا داعی بن جاتا ہے۔ اور مذہبی زندگی میں تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ایک مقتدر عالم، مذہبی رہنما، اگر اپنی مذہبی ذمہ داری کو صحیح طور پر محسوس کرتا اور اُس پر عامل ہوتا ہے۔ تو پھر سیر و اور معتقدین کے لئے کسی وعظ و تلقین کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ خود اُس کا عمل اور اُس کا احساسِ فرض، اُن کے لئے مستقل و اعظ و ہادی بن جاتا ہے۔ اور اگر یہ نہیں تو عالم بے عمل کے لاکھوں وعظ اور کردروں نصاب بھی اُن کے لئے مشعلِ ہدایت نہیں بن سکتے۔

غرض راعی کا کردار، اُس کی گفتار، اُس کا عمل، اور اُس کی بے عملی، فرض شناسی، اور فرض ناشناسی، سے رعایا پر تاثر ایک ”فطری امر“ اور قدرتی نظام ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے: ”كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ“ تم میں سے ہر شخص اپنے متعلقین اور ماتحت جماعت کے لئے ”راعی“ ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کے بارہ میں جوابدہ ہے۔

پس خسرو پرویز، قیصر روم، اور عزیز مصر، یہ اور اسی قسم کے دوسرے سلاطین اگر اسلام قبول کر لیتے تو پھر فارس، روم، اور مصر کی رعایا کو جدا جدا دعوتِ اسلام پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ اُن کے بادشاہوں، اور حکمرانوں، کا عمل خود اُن کے لئے دلیلِ راہ بن جاتا اور وہ سب کے سب پر صناد و رغبت مشرک باسلام ہو جاتے جس طرح کہ نجاشی شاہ حبشہ، شاہِ مین، اور شاپانِ جیز کے قبولِ اسلام کا اُن کی رعایا پر اثر پڑا اور وہ سب اُسی وقت یا قلیل عرصہ کے بعد

مشرّف باسلام ہو گئے۔

## يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَوْتَيْنِ

تم نے نامہ لے مبارک میں اس امتیاز کو بھی دیکھا ہے کہ جو نماجات آپ نے اہل کتاب بادشاہوں کے لئے تحریر فرمائے ہیں ان میں ”اسلم تسلم“ کے بعد ”يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَوْتَيْنِ“ بھی ہے۔

یعنی اہل کتاب کو یہ بشارت سنائی ہے کہ اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ تم کو دو ہزار اجر عطا فرمائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہبی، ودیعی، اعتقادی اور ایک ایسی شے ہے کہ انسان شروع میں جس قدر اس قلاوہ کو گردن میں ڈالتے اور اس پابندی کو خود پر عائد کرتے ہوئے گھبراتا ہے۔ پابندی قبول کر لینے اور اس قلاوہ کو گردن میں بہن لینے کے بعد پھر اس سے آزادی، اور گلو خلاصی کے خلاف سخت بھی استقدر ہو جاتا ہے کہ جان و مال، اہل و عیال، اور عزت و حرمت، سب کو خراج دینا گوارا کر لیتا ہے مگر اس کو نہیں چھوڑتا۔ اور یہ ایک ایک ایسی حقیقت ہے جس کے شواہد و نظائر، تاریخ عالم میں ایک، دو، نہیں بلکہ ہزاروں ملجائیں گے۔

اس لئے اسلام کے داعی، پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”دینِ فطرہ“ کی دعوت کے وقت فطرت کے اس قانون کا محاذ ضروری سمجھتے ہوئے اہل کتاب پر یہ بھی واضح فرما دیا کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ اگر ہم اس ”نبی“ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اس کو خدا کا سچا رسول و پیغمبر تسلیم کر لیا۔ تو دینِ عیسوی یا دینِ موسوی کی آج تک کی پیروی اور حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ

والسلام پر ایمان و اعتقاد سے متعلق تمام زندگی یونہی رائیگاں چلی جائے گی جس کے ضابطے کو دینے کے لئے ہم ایک لمحہ کے لئے بھی تیار نہیں۔ اس لئے کہ جس طرح میں خدا کا پیغمبر اور اس کا پچاس رسول ہوں اسی طرح اس سے پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی خدا کے پیغمبر اور رسول ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ میں خدا کا آخری پیغام لیکر آیا ہوں۔ اور خاتم النبیین ہوں۔ میرا دین، ناسخ ادیان ہے، اور میری ملت دنیا کی آخری ملت ہے۔ پس ہمارا وہ اعتقاد جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام پر آج تک رہا ہے اگر اس کے ساتھ ہی مجھ کو بھی خدا کا پیغمبر اور آخری رسول مان لے تو ہمارے لئے خدا کے پاس دوہرا اجر ہے۔ اور میرے آنے سے قبل جس طرح تم ایک خدائی مذہب کے پیرو تھے آج میرے آنے کے بعد محکو قبول کر لینے سے نجات الٹی کی بے نہایت و لامحدود آغوشِ رحمت میں آ جاؤ گے۔ ورنہ تو در صورت انکا

۱۵ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں شخص ہیں جن کو دوہرا اجر ملے گا۔ وہ اہل کتاب جو دوسرے ایمان لایا۔ (ایکایسے نبی پر دوبارہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر، وہ غلام جس نے آقا اور خداداد لڑوں کا حق ادا کیا۔ وہ شخص جس نے اپنی باندی کو تعلیم دی، ادب سکھایا اور پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ بخاری، ۱۵) حقیقت آپ کا ارشاد ”يُؤْتِكُ السَّابِرُكَ مَرَّتَيْنِ“ قرآن عزیز کی اس آیت کریمہ سے مستنبط ہے۔ اَلَّذِينَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهِمْ يَوْمَ يُؤْتَوْنَ. وَاِذَا مَثَلٌ عَلَيْهِمْ قَالُوْا اَمْثَلُ لَنَا مِنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِيْنَ. اَوْ لِيْكَ يُوْتُوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا (قصص)

خود توراہ و انجیل، و زبور، و صحائف انبیاء اور آدم علیہ السلام، سے آج تک تمام انبیاء و رسول علیہم الصلوٰۃ و السلام میرے نبی اور خاتم النبیین ہونے کی نشارت دیتے چلے آئے ہیں۔

اسے کتب احادیث میں جب نامہائے مبارک کی یہ احادیث آتی ہیں تو اس جملہ یُوتِکَ اللہُ اَجرَکَ مَرَّتَیْنِ کے متعلق بعض اصحابِ درس علماء کرام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح قبولِ اسلام سے یہود و نصاریٰ کا اجزائتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن افراد سے بڑھ جائیگا جو اہل کتاب نہیں اور صرف ذاتِ اقدس ہی کے کمالاتِ نبوت دیکھ کر آپ کے شیدائی اور جاں نثار بنے ہیں حالانکہ عقل کا تقضیاء یہ ہے کہ کسی بات کے تسلیم کرنے میں باخبر شخص کے مقابلہ میں بے خبر زیادہ قابلِ داد و تحسین ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے پیغمبر پر ایمان لانے کی سعادت میں اہل کتاب اگرچہ یقیناً دوہرے اجر کے مستحق ہیں۔ مگر امتِ محمدیہ کے دوسرے شیدائیوں کا ہر اجر اہل کتاب کے دوہرے اجر کے مساوی ہوگا یا اُس سے بھی بڑھ جائے گا۔

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال میرے خیالِ ناقص میں تو یہ آتا ہے کہ جبکہ نامہائے مبارک اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں قسم کے افراد کے پاس بھیجے گئے اور زبانِ وحیِ توحید نے اہل کتاب کے لئے اس شرف کا خصوصییت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اور دوسروں کے لئے فقط ”اَسْلِمْتُ لَکُمْ“ ہی ارشاد ہوا، تو اہل کتاب کے اس شرف کو دوسروں کے مقابلہ میں بغیر کسی تاویل و توجیہ کے تسلیم کرنا چاہئے۔ اور دوسری جماعت کے اکثرے اجر کو ”اَجْرُ تَمِیْمٍ“ کے مساوی کرنا یا اُس سے بڑھانا حدیث اور قرآن عزیز کے بیان کردہ خصوصی (تقیہ اگلے صفحہ پر)

## دعوتِ وحدتِ کلمہ

بیزم نے یہ بھی دیکھا کہ اہل کتاب کو جو نامہائے مبارک لکھے گئے ہیں ان میں یہ آیت سطور ہے۔ **قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ - اور کسر لے پر ویز ”جو کہ مجوسی تھا“ اور دیگر مشرک سرداروں کے نام کے نامجات اس آیت سے خالی ہیں۔ اور ہونا بھی ہی چاہئے تھا؟ اس لئے کہ جبکہ اہل کتاب، الہامی کتابوں، توراہ، زبور، انجیل، اور دیگر صحیفِ انبیاء علیہم السلام کے قائل ہیں۔ اور خدا کی یہ تمام سچی کتابیں شرک سے بیزاری، اور توحید سے محبت و اعتقاد کی معلّم تھیں تو ان تمام جامعوں کو جو کہ ان کتابوں پر ایمان رکھتی ہیں، اس کلمہ ”توحید“ کی یاد دہانی کرنا اور ”سواءِ بیننا و بینکم“ لکھ کر ان کو ملزم قرار دینا، بالکل بجا اور درست ہے۔ تاکہ وہ غور کریں۔ اور سوچیں کہ خدا کے سوا اور کون کیا تھو خدا کا سا معاملہ، اور ”شلیٹ“ کا عقیدہ واقعی کتبِ سماوی کا عقیدہ ہے یا خود ساختہ کلیاؤں کی تعلیم کا نو پیدا عقیدہ؟**

بقیہ صفحہ گذشتہ شرف کی ”حلاوت“ اور اس کی ”روح“ کو گم کر دینا ہے۔ ہاں افراد و اشخاص کے انفرادی ایمان و اعتقاد کا تقویٰ اور اس کی برتری یقیناً اس مقابلہ سے جدا اور حدیث اور قرآنی آیہ کے مفہوم سے الگ ہے۔ ظاہر ہے کہ صدیقِ اکبر، فاروقِ اعظم، ذی النورین، حیدرِ کبر، رضی اللہ عنہم کی ایمانی قوت کا تقویٰ اور اس کی برتری حضرت عبداللہ بن سلام، کعب اجابہ اور وہب بن منبہ کے اجرا ایمانی سے خدا جانے کس قدر اعلیٰ وارفع ہے۔ رہا سوال میں بخیر و باخیر کے تفادد کا عقلی نکتہ سوا اس کے متعلق ہم تفصیل سے ظاہر کر چکے ہیں کہ اہل کتاب کے لئے وہ ہر اجر، فطرت اور عقلِ سلیم کے کس قدر مطابق ہے؟



بخلاف مشرکین، اور مجوسی بادشاہوں کے کہ ان کے مذہب کی ابتدائی بنیاد اور ان کے عقیدہ کی عمارت کی پہلی اینٹ ہی ”اَزْبَابٌ مُتَّفَرِّقُونَ“ پر قائم تھی تو ان کے لئے اسی قدر کافی تھا کہ فقط ان کو دینِ حق ”اسلام“ کی طرف دعوت دیا جائے اور قبولِ اسلام کی صورت میں دین و دنیا کی سلامتی کا پیغام سنایا جائے۔

اہل کتاب اور مشرکین و مجوس کے درمیان باہمی امتیازی شان کی ایک

زندہ شہادت یہ امر ہے کہ قیصر روم اور عزیز مصر کے درباروں میں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد نامہ مبارک لیکر جاتا ہے، اور مسالطین سے مکالت و مخاطبت کی نوبت آتی ہے تو ان کی تمام گفتگو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی الہامی کتابوں میں ایک ”بنی منتظر“ کی آمد کی بشارتیں پاتے ہیں اور آپ کے حالات و احوال سنکر یہ بھی اقرار کر گزرتے ہیں کہ یہی شخص ان تمام بشارتوں کا مصداق ہے۔

اس لئے اگرچہ دنیوی جاہ کی خاطر وہ قبولِ اسلام سے باز رہے مگر آپ کے الہی اور قاصد کے ساتھ حسن سلوک، نامہ مبارک کا احترام، اور آپ کی خدمت میں ہدایا و تحائف کی روانگی، ان سے عمل میں آئی۔

اور اس کے برعکس ”خسرو پرویز“ کسرے، فارس چونکہ الہامی کتابوں کی

بشارات سے نا آشنا، بنی منتظر کی صفات سے بے خبر، اور کسی خاتم النبیین پیغمبر کی آمد کا قائل نہ تھا۔ اس لئے اس کو آپ کا پیغام سخت گراں معلوم ہوا۔ اور آپ کی ”دعوتِ اسلام“ نہایت شاق گذری۔ اور اس نے غیظ و غضب سے نامہ مبارک کے ساتھ انتہائی گستاخی اور بے ادبی کا معاملہ کیا۔

## مسیلہ کذاب اور فیصلہ نبوی

تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامائے مبارک میں اُس دعوتِ اسلام کا بھی نکر پاتے ہو جو سیلہ کذاب کو دی گئی تھی پس کیا تم نے اس واقعہ کی اصل حقیقت کو پہچانا اور اُس پر غور کیا؟ یا تم بھی بر خود غلط اُن ہی ”مدعیانِ محبتِ اسلام“ کے ایک رکن ہو جن کا جذبہ رواداری و وسعتِ خیالی، اس کا بھی تحمل نہیں ہے کہ ضروریاتِ دین اور مسئلہ اصول کے صریح انکار کے باوجود بھی کسی نام نہاد مدعیِ اسلام کو اسلامی اُردی سے خارج سمجھا جائے اور کسی ایک فرد یا ایک جماعت کے الحاحِ زندہ کو ظاہر کر کے تمام اسلامی جماعت کے صحیح عقائد و ایمانیات کا تحفظ کیا جائے۔ اگر ایسا ہے تو تم ایک مرتبہ پھر اس واقعہ کو پڑھو اور خیمِ حقیقت میں سے دیکھو، ”مسیلہ اور اُس کی جماعت کے اقرارِ توحید اور رسالتِ رسولِ کریم کی تصدیق کو دیکھو، اور پھر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ پر نظر ڈالو، تاکہ معاملہ کی حقیقی صورت تمہارے سامنے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے۔“

مسیلہ کذاب کا وہ خط جو اُس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کے جواب میں لکھا ہے اور اُس کی وہ زبانی گفتگو جو مدینہ آ کر دربارِ قدسی میں بالمشافہ ہوئی ہے دونوں اس بات کا صاف صاف پتہ دیتے ہیں کہ اُس کو نہ توحیدِ اسلامی سے اختلاف ہے اور نہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا منکر ہے بلکہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے اقرار میں وہ دوسرے تمام مسلمانوں کے شریک ہے یا یوں کہئے کہ ”مسیلہ توحیدِ آتھی، اور رسالتِ محمدی، دونوں کا اقرار کرتا اور اس اعتبار سے خود کو مسلمان ہی سمجھتا تھا۔ اُس کا اگر کوئی مطالبہ تھا تو فقط یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم اپنی نبوت کے زیر اثر ایک محدود حصہ میں اس کی نبوت کو بھی تسلیم کر لیں یا یوں کہئے کہ حکومت کو مان لیں۔ حتیٰ کہ بعض اصحاب سیر نے مراحت کی ہے کہ مسیلہ کی مسجد کا مؤذن اذان میں اشہدان لا اٰلہ الا اللہ اور اشہدان محمد رسول اللہ اسی طرح پڑھتا تھا جس طرح مسلمانوں کی اذان میں پڑھا جاتا ہے البتہ مسیلہ کی نبوت کی شہادت کا اور اضافہ کرتا تھا۔

مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اسی ایک جرم میں کہ وہ نبوت کا دعویٰ تھا اُس کے اقرار توحید، اقرار رسالت محمدی، اور دعویٰ اسلام ہونے کو ہرگز قبول نہیں فرماتے۔ اور اُس کو ”جماعت مسلمین“ سے خارج کر کے کذاب لعین اور مردود قرار دیتے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ صدیق اکبر کے زمانہ میں اس عقیدہ کی پاداش میں مرتد قرار دیا جا کر وحشی کے ہاتھوں رسوائی کے ساتھ مارا جاتا ہے بلکہ اُس کے اس ذلت سے مارے جانے کی تصویب خود زبان وحی ترجمان سے اُن الفاظ سے ظاہر ہو جاتی ہے مجھے پیغمبرانہ شان کے ساتھ آنے والے واقعات کے سلسلہ میں گاہے گاہے بطور پیشگوئی ادا ہوا کرتے تھے۔

پھر اسپر بھی غور فرمائیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر نے یمن کے مشہور قبیلہ بنو حنیفہ کے اُن افراد کو بھی مرتد اور خارج از اسلام قرار دیکر قتل کر دینے کا حکم دیا کہ جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار کے ساتھ ساتھ مسیلہ کی نبوت کا بھی اقرار کرتے تھے۔ صدیق اکبر نے اُن پر جہاد کیا، مسیلہ ذلت سے مارا گیا، اور اُس کے بہت سے معتقدین بھی قتل ہوئے۔ اور صرف اُنہی کو مٹا کیا گیا جنہوں نے کئی طور پر مسیلہ کی پیروی سے بیزاری کا اظہار کیا۔

اور کیا ہمارے لئے وہ عبرت خیز واقعہ کافی نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو ابھی چند ہی روز گزرے ہیں۔ ہر طرف سے دشمن تاک میں ہیں کہ کسی طرح اسلام کا شیرازہ منتشر ہو۔

ایسے نازک وقت میں مسلمان اپنی اکثریت کی بقا اور اپنی جماعت کے انصاف کے لئے نام نہاد مسلمانوں کی دلداری و دلجوئی اور اسلامی برادری میں امن کی شرکت کے لئے جس قدر بھی جدوجہد کرتے وہ ہر طرح بجا و درست تھی۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں صاف صاف اعلان کر دیا۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو شخص زکوٰۃ کی ایک رسی بھی دیا کرتا تھا اور اب دینے سے انکار کر دے تو میں اس کو ہرگز معاف نہ کروں گا۔ اور ان کے مقابلہ میں جہاد کروں گا۔ اس اعلان کی تمام صحابہ پُر زور تائید کرتے اور ہر طرح ان کی اعانت کرتے ہیں۔

اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ کیا ہم اور آپ صدیق اکبر اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ اسلام کے شیدائی اور فدائی ہیں یا ہم کو اور آپ کو ان بزرگوں کے مقابلہ میں ”مسلم اکثریت“ کا زیادہ شوق ہے کہ جنہوں نے اپنے خون سے کشتیِ اسلام کو سیراب کر کے سرسبز و شاداب بنایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ جانتے تھے کہ ”مالعین زکوٰۃ“ یا ”مسئلہ اور اس کا گروہ“ باوجود توحید و رسالت کے اقرار کے اس لئے ”مسلم“ نہیں کہلائے جاسکتے کہ وہ ضروریاتِ اسلام اور عقائدِ اسلام میں رخنہ پیدا کر کے سادہ لوح اور سچے مسلمانوں کے ایمان و اعتقاد کو متزلزل کر نیگی اور رفتہ رفتہ اسلام ایک با اصول صحیح اور

کامل و مکمل مذہب کی بجائے ہر شخص کے مزعوم عقائد کا ایک ایسا مجموعہ مرکب بن جائے گا کہ پھر اُس کو ”سوسائٹی“ کا مذہب تو کہہ سکیں گے لیکن خدا کا پسندیدہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا حقیقی مذہب و دین نہ رہے گا۔ اُس نے ضروری ہے کہ ابتدا ہی سے مسلمانوں کے اُس نام نہاد، مستغنی، عنفوی کو کاٹ کر پھینک دیا جائے تاکہ بقیہ مسلمان اسلام کی اپنی اصلی اور حقیقی روشنی میں دینی و دنیوی معراج ترقی پر پورنچ سکیں۔

• اور آخر کار وہی ہوا جو حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کی اسلامی فراست نے سمجھا تھا یعنی مانعینِ زکوٰۃ، ہسید، کذاب اور اسود غنی جتنی کاذب اور اُن کی مرتد جماعتوں کے استیصال اور ہلاکت کے بعد شجرِ اسلام نے وہ برگ و بار نکالے کہ چند ہی سال میں چار دانگ عالم میں اسلامی شوکت و سطوت کا ڈنکا بجنے لگا اور ہر سمت اعلا، کلمتہ الحق کا منظر نظر آنے لگا۔

بدقسمتی اور بد نصیبی سے اگر ان صحابہ کی مقدس جماعت کی بجائے اُس زمانہ میں ہم اور آپ جیسے مجتہدین اسلام اور شائقین اکثریت جماعتِ مسلمین ہوتے تو العیاذ باللہ صدیق اکبر اور اُن کے مقدس رفقاء (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو بھی ”لا تکفروا اہل القبلة“ کا جملہ سنا کر ”مکفر مولوی“ ہی کا لقب دیتے اور نصیبِ اعداء پھر اسلام کی بھی وہی حالت ہوتی جو آج عیسائیت، یہودیت اور ہندو دھرم کی ہے۔ کہ خدا کا منکر بھی عیسائی اور ہندو کھلانے کا مستحق ہے اور ایک خدا کو تین بنا لینوالا، اور اُس کے ساتھ کروڑوں شریک ماننے والا بھی اُسی طرح کا عیسائی اور ہندو ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور کرشن و رام کو خدا

کہے تب بھی عیسائی کا عیسائی اور ہندو کا ہندو ہی رہتا ہے۔ اور اگر ان کو خدا کا بیٹا مانتا ہو تب بھی عیسائیت اور ہندو دھرم، کا پستلار ہی شمار ہوتا ہے اور اگر صاف انکار کر دے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سری کرشن کے وجود کو ہی تسلیم نہ کرتا ہو۔ تب بھی پکا عیسائی اور خالص ہندو ہی شمار ہوتا ہے۔ غرض جو شخص عیسائی معاشرت یا ہندو معاشرت کا عادی ہے اور اُس کو مانتا ہے تو پھر خواہ اُس کے کچھ ہی عقائد کیوں ہوں وہ عیسائی کا عیسائی اور ہندو کا ہندو ہی رہتا ہے اس لئے کہ اُن کی نگاہ میں مذہب کی حقیقت صرف ”سوسائٹی“ کے ہتھیار اور تعارف کا نام ہے نہ کہ خدا کے بتائے ہوئے خاص الہامی احکامات و اصول کا نام ہی حال آج غریب اسلام کا بھی ہوتا اور حقیقی اور اصلی مذہب کا نام و نشان بھی نظر نہ آتا۔ پس ایسی حالت میں اگر وہ علماء حق کہ جن کا شیوہ کبھی تکفیر سلین نہیں رہا مرن مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت اور اُنکی ہر دو مقلد جماعتوں کو اسوج سے اسلامی برادری سے ”خارج“ سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کے ساڑھے تیرہ سو سال کے مسئلہ عقیدہ اور نص قرآنی کے صاف اور صریح عقیدہ ”ختم نبوت“ کا انکار کرتے یا انکار کرنے والے کو اپنا امام اور مقتدا مانتے ہیں۔ اور اس طرح ضروریات دین اور مسلمات اسلام میں رخنہ اندازی کے باعث ہوتے ہیں تو اس میں ان علماء حق کا کیا تصور ہے اور برنج و غلط دعویٰ محبت اسلام کے جوش میں ان حامیان ملتِ بیخار پر ”بکفر مولوی“ کے آواز سے کہنے کس طرح جائز و درست ہیں کیا وہ اس آیت سے بالکل بے خبر ہیں۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا

جب ہمارے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں

نَشْهَدُ اَنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ  
 وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّكَ لَرَسُولُ  
 وَ اللّٰهُ يُشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِينَ  
 كَاذِبُونَ -  
 کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ خدا کے  
 رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اُس  
 کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق  
 اپنی گواہی میں یقیناً کاذب ہیں۔

## تکفیر ال قبلہ

ممکن ہے کہ تم یہ سوال کرو کہ پھر حدیث مِّنْ صَلَّى صَلَوَاتِنَا وَاسْتَقْبَلْتَنَا  
 وَ اٰكَلْ ذِي بَيْتِنَا فَاِنَّكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ رَسُوْلِهِ (الحدیث) کہ  
 کیا مراد ہے۔ سواد اول تو صدیق اکبر اور تمام صحابہ کے متفقہ فیصلے اور اُس کے صحیح نتائج  
 کے بعد یہ سوال ہی بعد از وقت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ جس زبان وحی ترجمان سے  
 یہ پاک جملے نکلے ہیں صدیق اکبر اور صحابہ کی مقدس جماعت نے اُن کو خود اپنے

لئے بخاری کی اس حدیث کی شرح میں فتح الباری - عینی - خیر البحاری - کرمانی جی مشہور و مستند شرح میں  
 بیان کیا گیا ہے کہ جب تک کسی شخص کے اعمال ظاہری سے کوئی امر احکام الہی کے خلاف معلوم نہ ہوتا ہو اسکو  
 مسلمان ہی سمجھنا چاہئے۔ اور اگر ان تمام اعمال ظاہری کے باوجود اس کے دوسرے اعمال یا عقائد ایسے ہوں  
 جو اس سے بھی زیادہ قابل توجہ ہیں، اصول اسلام کے منافی ہیں تو وہ اس حدیث کا مصداق نہیں بن سکتا۔  
 حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "وفيه الى امور الناس محمولة على الظاهر فمن اظهر شعار الدين اُجريت عليه حكم  
 اهل حاله يظهر منه خلاف ذلك - ترجمہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے معاملات ظاہری حالت  
 ہی معمول ہونگے چنانچہ شخص دین کے شعار کو ظاہر کرے اُس پر اصل اسلام کے احکام جاری ہونگے جب تک کہ اس شخص سے کوئی خلاف

گوشِ حقِ نبوت سے سنا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ ان الفاظِ مبارک کا مفہوم کیا ہے، یہ کس موقع کے لئے ادا ہوئے ہیں، اور خطابت کا روئے سخن کس جانب ہے، یہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے بعد بھی اُن کا سلیقہ، اور اسوہِ عسیٰ اور ان دونوں کی جماعت کو مرتد قرار دینا اور منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنا، اس بات کی روشن دلیل ہے کہ سلسلہ عقائد اور ضروریاتِ دین کے انکار، یا اُن کی باطل تاویل کے بعد کسی شخص کو مسلمان کہلانے کا حق نہیں رہتا۔ اور وہ غیر مسلم جماعتوں سے بھی بدتر ”مرتدین“ کی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ اسلامی قانون بہت سے حالات میں ایک کافر و مشرک کو پناہ دیتا، اور اُس سے دنیوی حیات و معاملات میں اشتراکِ عمل جائز رکھتا ہے، لیکن مرتد کے لئے ان میں سے کسی ایک امر کا بھی روادار نہیں ہے تاہم اگر مسئلہ کی مزید وضاحت مطلوب ہے تو معلوم رہے کہ قرآنِ عزیز اور حدیثِ پاک کے کلماتِ طیبات کو سطحی نظر سے دیکھنا، اور اُن پر فوراً کسی مسئلہ کی بنیاد قائم کر لینا اکثر مقصد سے دور اور قرآن و حدیث کی صحیح روشنی سے جدا کر دیا کرتا ہے۔ اور بھصدا

تاثر یا میرسد دیوار کج

اس طریقِ کار سے سیکڑوں خطرناک غلطیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

حدیثِ رسول! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوت و خلوت کے کلام اور خطابت کا نام ہے اس لئے آپ کے ارشاداتِ عالیہ کے مفہوم کی تعیین کے لئے صرف لغت ہی کافی نہیں ہے بلکہ اصولِ خطابت کے مطابق اُس کے سمجھنے میں سیاق و سباق

لے اصطلاحِ محدثین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر (یعنی آپ کی موجودگی میں

کسی کے عمل و قول پر آپ کا سکوت یا اس کی تصویب) کا نام حدیث ہے ۱۱



محل گفتگو، اور ماحول کی کیفیات، کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ اور یہ بات کچھ آپ ہی کے کلام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دنیا کی تمام خطابت اسی اصول پر مبنی ہے۔

تساویات خطابت و تکلم میں ایک بات کہی جاتی ہے اور الفاظ میں کسی قسم کی کوئی تخصیص و تفسید نہیں ہوتی مگر پھر بھی مخاطبین کیفیت کلام، طرز تکلم، اور خارجی حالات سے اس کلام کو کسی خاص حالت، خاص وقت، یا کسی خاص قید کے ساتھ مقید سمجھتے ہیں اور حقیقت میں تکلم کا مقصد بھی وہی ہوتا ہے جو مخاطبین نے اندازہ کیا ہے۔

اسی لئے محدثین، اور فقہاء مجتہدین، کسی حدیث کے لئے یہ حکم کرتے ہیں کہ یہ خاص جگہ یا خاص وقت کے لئے مخصوص ہے اور کسی حدیث کے متعلق فیصلہ دیتے ہیں کہ یہ عام ہے۔ حالانکہ محض عبارت حدیث سے نہ خاص کی خصوصیت کا پتہ چلتا ہے اور نہ عام کی عمومیت کا۔ . . . . . حتیٰ کہ بعض اوقات ایک ہی حدیث کے دو جملوں میں سے ایک کے متعلق خصوصیت کا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اور دوسرے جملہ کو عام فرماتے ہیں۔ مثلاً ارشادِ نبوی ہے۔ کہ

مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ      قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔

ظاہر ہے کہ قبلہ کی سمت متعین، اور محسوس ہے۔ کعبہ کوئی عقلی اور خیالی مقام نہیں ہے بلکہ مادی اجزاء کے ساتھ دنیا میں ایک مخصوص جانب میں واقع ہے اور دنیا کے مختلف ممالک کے طول و عرض بلد کے اعتبار سے قبلہ کی سمت ان ممالک کے لئے جدا جدا ہے یعنی جو شہر اور جو ممالک کعبہ سے جانب مغرب میں واقع ہیں ان کے لئے سمت قبلہ مشرق کی جانب ہے اور جو کعبہ سے جانب مغرب میں واقع ہیں ان کے لئے قبلہ کی سمت شمال کی جانب ہے۔

ثواب اگر حدیث کو صرف عربی ڈکشنری سے ہی حل کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تمام روئے زمین کے لئے سمت قبلہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے جو جو یقیناً صحیح نہیں ہے اور حدیث العیاذ باللہ بالکل بے معنی اور بے مطلب رہ جاتی ہے۔ اس لئے محدثین نے اس حدیث کو اہل عراق اور اسی سمت کے ساکنین کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جن کے اعتبار سے یہ جملہ صحیح المراد ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ارشادِ مالی خاص مخاطبین سے متعلق ہے اور بیان کردہ مقامات میں سے کسی مقام کے تذکرہ میں فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح (حدیث)

لا تستقبلوا القبلة ولا تستدھا استنجا کے وقت قبلہ کو رُخ کر کے یا پشت کے  
ولکن شتر قوا او غیرا بوا۔ زمینیا کرو بلکہ شتر کی جانب یا غرب کی جانب بیٹھا  
کے متعلق کیا کوئی شخص جرات کر سکتا ہے کہ مقامی کیفیت اور ماحول کے حالات سے قطع نظر صرف لغتِ عربی سے اس کے مفہوم کو ادا کر دے۔ اس لئے کہ جو  
مالک ایسی سمت پر واقع ہیں کہ ان سے سمت قبلہ مشرق یا مغرب میں ہے تو ایسی  
صورت میں شتر قوا اور غیرا بوا پر عمل کرنے سے پہلے جملہ کے صریح خلاف لازم آئیگا  
اور ایسی حالت میں ان کو یا استقبال قبلہ کرنا پڑے گا یا استند بار۔ اور اگر یہ پہلے  
جملہ پر عمل کرتے ہیں تو دوسرے جملہ پر عمل ناممکن ہے۔

اسی لئے محدثین اور فقہاء مجتہدین نے یہ فیصلہ فرمایا کہ پہلا جملہ تمام عالم کے  
مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ ضروری ہے کہ کوئی مسلمان پشیاپ و پاخانہ کی حالت  
میں قبلہ کو رُخ کرے نہ پشت۔ لیکن دوسرے جملہ یعنی ”شتر قوا او غیرا بوا“ صرف اہل مدینہ  
ہی مخاطب ہیں۔  
(حاشیہ دوسرے صفحہ پر)

اسی طرح مسئلہ زیر بحث کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص اگر اپنی زندگی میں صرف ان اعمال سے بچنا ناجاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی سی نماز ادا کرتا ہے مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہے اور مسلمانوں کے قبلہ ہی کو اپنا قبلہ سمجھتا ہے تو ایسے شخص کو غیر مسلم سمجھنا یا اُس کو کافر کہنا کسی طرح درست نہیں ہے تا آنکہ اُس سے ایسے انفعال و اعمال سرزد ہوں جو اسلام کے مسلمہ عقائد کے خلاف ہوں اور اُس کا عقیدہ صراحتاً اسلام کے عقائد کے برعکس ہو۔

تم غور کرو اس واقعہ کی طرف کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ جہاد میں مصروف ہیں۔ حضرت زید کے سامنے ایک کافر آجاتا ہے یہ اس کو دیکھ کر تلوار اٹھاتے ہیں کہ قتل کر دیں وہ شخص کلمہ توحید پڑھ کر ظاہر کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ مگر حضرت زید یہ کہہ کر کہ میں جانتا ہوں کہ تو اس وقت کلمہ پڑھ کر اپنی جان بچانا چاہتا ہے۔ اُس کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ یہ واقعہ جب دربار رسالت میں پیش ہوتا ہے تو آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے تھما جاتا ہے اور بار بار فرماتے ہیں "هَلَّا شَقَقْتُ قَلْبَهُ" تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا حتیٰ کہ آپ کے اس شدید غصہ پر حضرت زید یہ تمنا کرتے ہیں کہ اے کاشکہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ اور یہ کام مجھے سرزد نہ ہوتا۔

اور سوچو اس واقعہ کو کہ سیکہ توحید کا اقرار کرتا ہے رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

(حاشیہ صفحہ ۴۹) عہ کیونکہ جو جامعیت صحابہ دربارِ قدسی میں موجود تھی اُن میں بشیرِ حصہ اہل مدینہ کا تھا تو آپ نے ضروری سمجھا کہ مراحت کے ساتھ اس عام حکم کے ماتحت ان کے لئے بھی علی صورت بیان کر دی جائے۔ اس لئے آپ نے خیرِ قوا اور خیرِ بوا ارشاد فرمایا:

کی شہادت دیتا ہے مسلمانوں کے قبلہ ہی کی طرف نماز پڑھتا ہے، اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہے، تاہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو مرتد قرار دیتے ہیں اور صدیق اکبر آپ کی پیشگوئی کے مطابق اُس کو قتل کر دیتے ہیں اور اُس کے متبعین، اور مانعین زکوٰۃ، ہر دو جماعتوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور اس بارہ میں اس قدر سختی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے سوال پر جواب دیتے ہیں۔

تَمَّ الدِّينَ وَانْقَطَعَ الْوَجْهُ  
 دین مکمل ہو چکا اور اب وحی منقطع ہو گئی کیا  
 اَيُنْقَضُ وَ اَنَا حَيٌّ  
 یہ ممکن ہے کہ میں زندہ رہوں اور دین میں نقصان آجائے

معاملہ بالکل صاف ہے۔ تحت عنوان ہر دو احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ایک شخص کی زندگی اور اُس کے عقائد پر پردہ میں ہیں اور ہم اُس کے صرف انہی چند اعمال سے روشناس ہیں کہ وہ کلمہ گو ہے۔ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ کھانا پینا رکھتا ہے تو اُس کو مسلمان سمجھو اور خواہ مخواہ بدگمانیاں پیدا کر کے اس پر کفر کا الزام نہ لگاؤ۔ اور فروری اختلافات کی بنا پر اُس کی تفسیر نہ کرو۔ لیکن اس کے برعکس اگر ایک شخص کُرشن کے اوتار، اور عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابن اللہ ہونے کو توحید کے خلاف نہیں جانتا یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرتا ہے یا اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کرتا ہے یا قیامت اور یوم آخرت کو تسلیم نہیں کرتا تو محض قبلہ رو نماز پڑھنا، مسلمانوں کا ذبیحہ کھانا اُس کے اسلام کے لئے کسی طرح کافی نہیں ہو سکتا اور وہ شخص ہرگز حدیث مِّنْ صَلَواتِنَا الخ کا مصداق نہیں ہے۔ ورنہ معاذ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد۔ قرآن کریم اور دیگر احادیث صحیحہ کے بتائے ہوئے

مسلمہ عقائد اور اصولِ اسلام کے بالکل متناقض ہو جاتا ہے جن کو کسی طرح بھی عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ تو اب تم ہی انصاف کرو کہ جو شخص قرآنِ عزیز کی صاف اور صریح مآگانِ مُحَمَّدًا اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ محمد رسول اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے وَاٰلِهٖنَّ سِوَا اللّٰهِ وَحَاۡتَمُ النَّبِيَّۃِ باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (آخری نبی) ہیں۔

کے خلاف اپنے مزعومہ اور خود ساختہ عقائد کی تردیح کرتا ہے اور اس آیت کے مسلمہ عقیدہ کے خلاف باطل تاویلات کی پناہ میں اپنے نئے مذہب کی اشاعت کرتا ہے تو آپ کی غیرتِ اسلامی کس طرح اس کی اجازت دیتی ہے کہ ایسے کسی ایک شخص یا اُس کی پیرو جماعت کو اسلام کی سند دیکر بقیہ مسلمانوں کی گمراہی کا باعث بنیں اور حقیقی اسلام کی بجلی کی امداد و اعانت کا سبب ہوں؟

اور محبتِ اسلام کا یہ کیسا جذبہ ہے کہ قرآنِ عزیز اور اُس کے احکام کی تکذیب اور تاویلِ باطل کے باوجود بھی ہم اُس کو مسلمان ہی سمجھیں۔ اور اس کے ہاتھوں اسلام کی تخریب ہونے دیں؟

بیشک ”تکفیرِ مسلمین“ ایک بدترین گناہ ہے اور ایسے افراد یقیناً قابلِ ملامت ہیں جو فرذعی اختلافات کی بنا پر اس قبیح فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔

لیکن اس سے بھی زیادہ قابلِ نفرت و ملامت یہ طرزِ عمل ہے کہ اسلام کے عقائدِ مسلمہ کی بجلی اور توہین کرنے والوں، اسلامی شعائر کی مذاق بنائو والوں، اور قرآنِ عزیز کی نصوصِ باہرہ میں درانداز ہونے والوں، کو مسلمان ہی سمجھا جائے اور اُن کے ساتھ رسولِ اکرم اور صدیقِ اکبر کے اتجاہ میں ”ملاحظہ“ اور ”زنادقہ“

کا سامنا نہ رکھنے والوں کو ”مکفر مولوی“ کا خطاب دیا جائے۔ اور اس طرح حقیقی  
اسلام کی تباہی و بربادی میں منافقین کی اعانت کی جائے۔

## قتل مرتد

بات سے بات پیدا ہو جاتی ہے۔ صفحات گزشتہ میں تم سے یہ بھی کہا گیا کہ اسلام  
ایک مشرک و کافر کو مشرک و کافر کی حالت میں بھی پناہ دیتا، اور ان کے ساتھ معاملہ  
میں اشتراکِ عمل رواد کرتا ہے لیکن ”مرد“ کے لئے جبر تو بہ یا قتل دوسری کوئی راہ نہیں  
ہے۔ اسلام اُس کے وجود کو بحالتِ ارتداد ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کرتا  
اور اُس کے ساتھ ہر قسم کا تقاون حرام قرار دیتا ہے۔

ہماری روشن خیالی پر شاید یہ نہایت شاق گذرے۔ اور کبھی کبھی لاکڑا  
فی الدین“ کا پیغام اس امر کے خلاف معلوم ہو اور کبھی عقل یہ راہنمائی کرے کہ اگر  
قبولِ اسلام کے لئے جبر و اکراہ جائز نہیں ہے تو ”خروج از اسلام“ کی صورت میں  
کس لئے جبر و اکراہ رواد رکھا جا سکتا ہے۔

لیکن اگر تم کو روایاتِ اسلامی اور آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کے مطالب  
سمجھنے کی خدائے برتر سے کچھ بھی توفیقِ ارزانی ہوئی ہے تو پھر تم کو اس اشکال کے  
کے حل کرنے میں زیادہ کج و کاوش کی نوبت نہ آئے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ مذہبِ ایک اجتماعی نظام کا نام ہے جو معرفتِ کردگار  
”علم الہیات“ اور تہذیبِ نفوس ”علم الاخلاق“ کے اصول پر مبنی ہے۔ تمام قرآن  
غزیز کو پڑھ جاؤ، احادیث کے تمام ادا مرد لو، اہی کو دیکھو، ہر ایک آیت اور ہر ایک  
حدیث اسی اجتماعیت کی شاہدِ عادل ہے۔ اعتقادات و ایمانیات میں اعمالِ صالح

وسیلہ کے اختیار و اجتناب میں، تم جن آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی کو دیکھو گے اس اصول سے خالی نہ پاؤ گے۔

مثلاً اعتقادات میں ارشاد ہوتا ہے:-

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى  
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَوْ  
لَا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكُ  
بِهِ شَيْئًا۔

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہدیجے اے اہل کتاب  
آؤ اسی کلمہ کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان  
برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت  
نہ کریں اور نہ کسی شے کو اس کا سہم و شریک ٹھہرائیں  
اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے  
علاوہ ہرگز کسی کی عبادت نہ کرو۔

وَقَضَىٰ رَبِّيَ أَلَّا تَعْبُدُوا  
إِلَّا إِيَّاهُ۔  
رَبِّكُمْ الَّذِي يُزَيِّجُ لَكُمْ  
الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا  
مِنْ فَضْلِهِ۔

جہاز چلاتا ہے اس نے کہ تم اس کے فضل و زکوٰۃ  
کو تلاش کرو۔

یا مثلاً عبادات میں فرمایا گیا ہے:-

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ  
إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ  
وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ  
وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ۔

ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور  
تجھ ہی سے مدد کے خواہاں ہیں  
تماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں  
کے ساتھ رکوع کرو۔  
رات تک روزے کو پورا کرو۔  
اور خرچ کر دالہ کی راہ میں۔

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ  
وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ۔  
وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ  
وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ۔

اور معاملات میں ارشاد ہوتا ہے:-

اور تمہیں کو ان کا مال دو۔

وَأَنْتُمْ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ

آدرب جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو  
تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ  
أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ۔

اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ بناؤ۔

لَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ۔

اور اس وقت کو یاد کرو جو تم ایک دوسرے  
کے دشمن تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے

وَأَذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً  
فَأَلَّفَ بَيْنَ فُلُوقِكُمْ

دلوں میں محبت پیدا کر دی پس تم اس کی  
نعت (اسلام) کی وجہ سے سب بھائی بھائی ہو گئے

فَمَا ضَبَحْتُمْ بِعِمَّتِكُمْ  
إِخْوَانًا۔

اسی طرح احادیث صحیحہ میں غور فرمائے ارشاد ہوتا ہے۔

نعمان بن بشیر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ النُّعْمَانَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

نے ارشاد فرمایا تو مسلمانوں کو باہمی محبت اور

عليه وسلم تروى المؤمنين في تراحمهم

رد داری اور باہمی امانت و نفرت میں ایک

وتوادهم وتعاطفهم كمثل

جسم کی طرح پائے گا۔ جیسا کہ جسم کے ایک عضو

الجسد اذا اشتكى

میں زخم آجانے سے تمام جسم بے خوابی اور بخار

عضو تدعى له

میں مبتلا ہو جاتا ہے

سائر جسداه

مسلمان باہم یکدگر مثل بنیاد کے ہیں کہ ایک

المسلم كالبنیان ليشد

کا استحکام دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے۔

بعضه بعضاً

خدا کی نصرتہ جماعت کے ساتھ ہے۔

يد الله على الجماعة



سُرَّأْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْإِيْمَانِ  
التَّوَدُّدِ إِلَى النَّاسِ وَمَا اسْتَفْتَى  
صَسْتَبْدًا بِرَأْيِهِ وَمَا هَلَكَ أَحَدٌ  
مِنْ مَشُورَةٍ فَإِذَا ارَادَ اللَّهُ  
بِعِبْدٍ هَلَكَةً كَانَ أَوَّلَ مَا يَهْلِكُهُ  
رَأْيُهُ -

ایمان کے بعد عقل کی بنیاد لوگوں کے ساتھ  
محبت و رواداری پر ہے۔ اور جو دوسرے  
بے پردہ ہو کر مستبدانہ رائے رکھتا ہے  
سو معلوم رہے کہ آج تک کوئی مشورہ کی  
بدولت ہلاک نہیں ہوا۔ اور خداجب کسی بند  
کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے  
اُس کی رائے کا استبداد ہی اُس کو ہلاک  
کرتا ہے۔

ان آیات و احادیث کو دیکھو اور سوچو کہ قرآنِ عزیز اور احادیثِ شریف  
نے اعتقادات، عبادات، اور معاملات، میں اجتماعی نظام کی اہمیت کس علوٰی نشان  
کے ساتھ ظاہر فرمائی ہے۔ عربی گرامر اور اُس کے بلیغانہ اسلوبِ بیان کے  
اعتبار سے جمع کے صیغوں کا ہر جگہ استعمال۔ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ  
اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام مسلمانوں کی جماعتی زندگی کا نام ہے۔

تو اس طویل داستان کا حاصل یہ ہے کہ اسلام ایک نظامِ آئی ہے جس کا  
وجود مسلمانوں کے وحدۃِ اجتماعی پر موقوف ہے اور جس قدر اس اجتماعیت میں  
فرق آتا ہے۔ حیاتِ اسلامی تنزل کی راہ اختیار کرتی ہے اور جس قدر اس میں  
ترقی ہوتی ہے اسلام کا وقار بیش از بیش ہوتا ہے۔ تو ایسی حالت میں جو شخص  
بھی اس اجتماعیت اور کھیتی کو برباد کرنے پر آمادہ ہو جائے اگر اُس کو اس راہ  
کا سنگِ گراں سمجھ کر فنا کر دیا جائے، اور اس طرح مذہب کی اس وحدۃ کی حفاظت

کر کے اس کو فتنہ سے بچا لیا جائے۔ تو وہ کسی طرح بھی قابلِ نکتہ چینی نہیں رہے بلکہ لائقِ صد نہرِ آفریں ہے۔

اس کو اور زیادہ صاف الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ایک شخص جو مسلمان ہے اور وحدہٴ اسلامیہ کا ایک رکن سمجھا جاتا ہے وہ جب ارتداد پر آمادہ ہو جائے تو دراصل وہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور مذہبی اجتماعیت میں فتنہ کا ایک ایسا دروازہ کھولتا ہے کہ اگر ابتدا میں اس کا اندوہ نہ کیا جائے تو مسلمانوں کی اسلامی زندگی سخت خطرہ میں پڑ جائے۔ اور اعدائے اسلام کو تباہی اسلام کے لئے ایک زریں موقعہ ملتا آجائے اسلئے کہ ان کے لئے شب و روز کا یہ مشغلہ بن جائے کہ اول اسلام میں داخل ہو جائیں اور پھر چند روز کے بعد یہ اعلان کر دیا کریں کہ ہم نے اسلام کو ایک غلط مذہب پایا لہذا ہم اس کو اب ترک کرتے ہیں۔ اور اس طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ ریب و شک کا بیج بوکران کی مذہبی زندگی کو تباہ کرتے رہیں۔

لہذا وہ جبر و اکراہ جو اپنی حیاتِ اجتماعی کی حفاظت اور بقا پر نظام کی خاطر اختیار کیا جائے مذہبِ اخلاق اور سیاست کسی اعتبار سے بھی مذموم نہیں، بلکہ ازیں ضروری ہے۔

سو یہ جبر و اکراہ اگرچہ بظاہر مذہب کے بارہ میں ”جبر و اکراہ“ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس شخص کے ”ترکِ مذہب“ پر جبر نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ وہ اسلامی برادری میں رہتے ہوئے اپنے اس عمل سے نظامِ اجتماعی میں رخنہ انداز ہوتا اور فتنہ پیدا کرتا ہے۔

پس اگر ایک شخص ”العیاذ باللہ“ مرتد ہوتے ہی دارالاسلام سے دارالحرک

چلا گیا، یا اُس نے دار الحرب ہی میں جا کر اسلام کو خیر باد کہا تو شریعتِ اسلامیہ خلیفہٴ اسلام کو یہ حکم نہیں کرتی کہ وہ اُس شخص کو دار الحرب سے حاصل کر کے اُس کو مرتد ہونے کی سزا دے۔

لہذا اس انکشافِ حقیقت کے بعد اب یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مرتد کی سزا تو یہ پہلا اُس کو دُوبارہ اسلام پر مجبور کرنے کے لئے ہے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں کے تحفظ اور اسلام کے نظامِ اجتماعی کی حفاظت کی خاطر اُس کے ساتھ یہ طرزِ عمل اختیار کیا جاتا ہے جو ہر طرحِ عقلِ سلیم کے مطابق ہے

مذہب کے اس حکم سے جدا ہو کر تھوڑی دیر کے لئے تم دنیا کی موجودہ حکومتوں کے نظام پر غور کرو تو تم کو حقیقت بخوبی منکشف ہو جائے گی۔

دیکھو ایک جاپانی یا ترکی کچھ عرصہ کے لئے انگریزی حکومت میں قیام پذیر ہوتا ہے اور وہ اپنے مخصوص حقوق کی بنا پر برٹش رعایا نہیں کہلاتا بلکہ جاپان یا ترکی کی رعایا ہی سمجھا جاتا ہے مگر اس حکومت کے علاقہ میں قیام پذیر ہی کے بعد اُس کے تمام قوانین کی اسی طرح پابندی کرتا ہے اور ان کو تسلیم کرتا ہے جس طرح انگریزی حکومت کی رعایا کرتی ہے۔

اور ایک شخص انگریزی رعایا ہونے کے باوجود اس کے قوانین تسلیم نہیں کرتا اور انگریزوں کے خلاف بغاوت کرتا ہے اور علی الاعلان اپنی بغاوت دوسرے کشی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ تو اب برٹش حکومت اُس جاپانی یا ترکی شخص کے ساتھ ہر وہ حسن سلوک کرتی اور اسکی جان و مال اور آبرو کی حفاظت اسی طرح کرتی ہے جس طرح اپنی رعایا کے اشخاص و افراد کی۔

لیکن اُس دوسرے کیسے باوجود اپنی قوم کے ایک فرد ہونیکے بھی بغاوت اور ملکی امن و امان میں مغل ہونے کی وجہ سے سخت سے سخت نرا میں تجویز کرتی ہے۔ کبھی قید و بند میں ڈالتی ہے۔ کبھی پھانسی کی سزا دیتی ہے اور کبھی جلا وطنی کا حکم صادر کرتی ہے۔ اور اُس کے یہ دونوں عمل بقاری نظام حکومت کے اعتبار سے فطرت اور نیچر کے عین مطابق سمجھے جاتے ہیں۔

بالکل اسی طرح ایک مشرک و کافر جو اسلامی حکومت کی آغوش میں آگیا اور اس نے اپنی مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ حکومت کے قوانین کو اپنے ذمہ عائد کر لیا ہے تو وہ یقیناً اس کا مستحق ہے۔ کہ اُس کی جان و مال اور اُس کی آبرو اسی طرح محفوظ ہو جس طرح کہ مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو۔ اور شریعتِ اسلامیہ کا قانون اُس کی ہر قسم کی حفاظت و میمانت کا اسی طرح ذمہ دار ہو۔

اور ایک اسلام کا باغی ”مرتد“ جو مسلمانوں سے اذیت و تکبر نظامِ اسلامی کو برباد اور اس میں رشتہ پیدا کر رہا ہے یقیناً اسی قابل ہے کہ اُنکارِ تو بہ کے بعد اُس کو قتل کر دیا جائے۔ تاکہ دوسرے مفیدین کو عبرت ہو اور وہ تبدیلِ مذہب کے نام سے مسلمانوں کی جماعت میں قتل کی جرائم **اَلْبَغْيَانَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ** فقہ قتل سے زیادہ سخت چیز ہے۔

مگر یہ عجیب بات ہے کہ دنیوی امن و امان، اور حفاظتِ نظام کی خاطر تو ہمارا یہ طرزِ عمل، تدبیر، سیاست اور زیر کی، پر مبنی سمجھا جاتا ہے اور اسی حکومت پانڈار اور امن کی ذمہ دار سمجھی جاتی ہے، مگر جب یہی طریق کار مذہبی نظام میں استعمال ہوتا تو ہماری روشن خیالی اور وسعتِ قلبی اُس کو تنگ نظری اور ظلم کے بھیانک خطابات سے موسوم کرنے لگتی ہے۔ یہ کیوں؟ غور کرو تو معاملہ صاف ہے دنیوی نظام امن اور

تنظیمِ جماعت چونکہ ہمارے سکون و اطمینان کے لئے ہمہ وقت از بس ضروری ہے اور ہم اس کا نقصان و فائدہ اس مادی دنیا میں ہر وقت آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس لئے ہمارے قلوب میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اسی لئے اس کے تباہ کرنے والوں اور اس میں رخنہ انداز ہونے والوں کو دنیا سے نیست و نابود کر دینا انصاف کے خلاف نہیں سمجھتے بلکہ اشد ضروری جانتے ہیں۔ مگر اس کے برعکس مذہب کو ایک تفریح اور دنیا کا ایک غیر ضروری مسئلہ یقین کرتے ہیں۔ اس کے متعلق صرف خوشگوار پہلو بھی قابلِ قبول سمجھا جاتا ہے یعنی اس میں مطلق العنانی نا واجب جرأت و بیباکی، بجا تحریب، سب مباح بلکہ روشن خیالی کے اعتبار سے مستحسن بھی جاتی ہے اور اس کا تلخ و ناگوار پہلو یعنی اس کے تسلیم کے لئے قیود و شرائط اور اس کے انکار پر زبرد و توجیح، تنگ خیالی، تنگ دلی، کم ظرفی اور جبر واکراہ کے مختلف عنوانوں کے ساتھ موسوم کی جاتی ہے۔

ہیں تفاوتِ رہ از کجاست تا کجبا

## تبلیغ و جہاد

رد بن یوخنا۔ حاکم الیہ سے جو معاہدہ آپ نے تہوک سے دلایا ہے، اس نے تبلیغ و جہاد کی اصل حقیقت سے بھی نقاب اٹھا دیا اور ہر دو احکام کے امتیازاتِ خصوصی کو بخوبی واضح کر دیا۔ جس سے عیسائی مشنریوں کے بالخصوص اودر دیگر غیر مسلم متعصبین کے بالعموم اس غلط اور گمراہ کن پردہ پیانڈہ کا "کہ اسلام نبی و شمشیر پھیلا" بہتر اور مکمل جواب حاصل ہو جاتا ہے۔ بد قسمتی سے متعصبین کی کوتاہ بینی سے نیز اس کی بھلائی و برائی کا انجام جاری نظروں سے پوشیدہ ہے۔

اور دشمنوں کی معاندانہ نشر و اشاعت نے ایسے دو اہم فرائض کو جو اپنی ضرورتاً کے اعتبار سے دو جدا جدا امور ہیں خلطِ سبب کر کے اس طرح پیش کیا کہ ناواقف کی نگاہ میں تبلیغ و جہاد ایک ہی حقیقت کی دو صورتیں اور ایک ہی معنوں کے دو عنوان نظر آنے لگے اور ناواقف نگاہِ تبلیغِ اسلام میں شیشیرِ آبر کی چمک دیکھنے لگی۔ اگرچہ اس فرسودہ اور لغو اعتراض کے محققانہ جوابات مسلمانوں کے علاوہ خود غیر مسلم مصنفین و محققین کے قلم سے کافی سے زیادہ دیئے جا چکے ہیں۔ اور اب اس بحث کا کوئی گوشہ بھی ایسا باقی نہیں ہے جو تشنہٴ دلیل ہو لیکن مختصر مگر شافی بحث اس مقام پر بھی اس لئے مناسب معلوم ہوتی ہے کہ موضوعِ کتاب کا یہ بھی ایک اہم جز ہے اور اگر کتاب اس بحث سے خالی رہتی ہے تو میرے خیال میں اس کا حق پورا نہیں ہوتا۔

## جہاد

حقیقتِ حال یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس سالہ دورِ نبوت میں سے مکہ معظمہ کی زندگی پاک کا وہ تیرہ سالہ دور ہے کہ جس میں دشمنانِ دین اور اعدائت نے کہ جن میں یگانے بھی ہیں اور بیگانے بھی، آپ کو تبلیغِ اسلام اور اعلانِ حق سے باز رکھنے اور اُس میں رُکاوٹیں پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اور ایذا ر دہی و المِ رسانی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہ چھوڑا جس کی مشق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نہ کی گئی ہو۔ ہا اینمہ دعی الہی نے انتقام کی اجازت نہ دی اور آپ کی اور آپ کے صحابہ کرام کی تمام زندگی محض تبلیغِ اسلام اور اعلانِ حق میں ہی گذرتی رہی اور اس مقدس جماعت نے اعداءِ اسلام کی فتنہ پروری اور ایذا رسانی کے خلاف معمولی سا بھی اقدام نہ کیا۔ آپ کی تعلیم

توحید الہی، نیتِ شرک، صلہ، ہی، حسن سلوک، عفت، عصمت اور مہرِ قسم کے مکالمہ اخلاق کی تعلیم تھی اور دشمنانِ دین کے ظلم و عدوان کا جواب تو کیا کبھی بددعا کا کلمہ بھی ان کے لئے زبانِ مبارک سے نہیں فرماتے تھے۔ اور کیسے فرماتے جبکہ قریش مکہ کے سخت سے سخت مظالم کے باوجود خدائے برتر کا اپنے محبوب کے لئے یہ حکم تھا۔

فَأَصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعُرْمِ  
مِنَ الرَّسْلِ وَالْأَلَا  
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اسی طرح صبر کرو  
جس طرح عظیم المرتبہ پیغمبروں نے صبر کیا ہے اور  
ان اعداءِ اسلام کے بارہ میں جلدی نہ کرو۔

فَذَكِّرْنَا إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ  
عَلَيْهِمْ مُصِيطِرٌ۔  
تم نصیحت کئے جاؤ اس لئے کہ تم نامح بار بھی  
کئے ہو تم ان پر سلا نہیں کئے گئے۔

فَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ  
بِحَمْدِ رَبِّكَ  
تم صبر کرو ان باتوں پر جو وہ (مشرکین) کہتے ہیں  
اور اپنے رب کی حمد بیان کرتے رہو۔

لَحْنٌ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ  
بِجَبَّارٍ فَذَكَرْنَا بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ  
وَعَيْدًا  
جو کچھ وہ کہتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور تم ان پر  
جبر کرنے والے نہیں ہو پس تم قرآن کے ذریعہ  
نصیحت کرتے رہو۔ اس شخص کو جو وعید ڈرانا آ

یہ اور اسی قسم کی بے شمار آیات ہیں جن میں آپ کو یہی نصیحت کی گئی ہے کہ  
آپ صبر آرزو موشی کے ساتھ تبلیغِ اسلام کا فریضہ ادا کرتے رہیں۔ اور ان کی بیہودگیوں  
کا کوئی جواب نہ دیں۔ اور اسی پر آپ کا اور آپ کے صحابہ کا عمل رہا۔ لیکن اس سے  
الظہیر صبر آرزو زندگی کے باوجود قریش مکہ کے ظلم و ستم میں ڈرہ برابر فرق نہ آیا۔ حتیٰ  
وحی الہی نے آپ کو اور مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر جانے کا حکم سنا دیا۔

اگرچہ ناقابلِ برداشت ظلم و ستم سے عاجز ہو کر اس سے پہلے بھی بعض مسلمان حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ مگر اب جبکہ مکہ میں اسلامی زندگی انتہائی خطرہ میں آگئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل اور مسلمانوں کے استیصال کا معاملہ بھی دارالندوہ میں طے پا گیا۔ تو ہجرتِ مکہ کا حکم ضروری فرائض میں داخل ہو گیا۔ آخر کار ضعیف اور مجبور مسلمانوں کے علاوہ تمام مسلمان مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔ اور مکہ والوں کے لئے میدانِ خالی ہو گیا۔

اب چاہئے تو یہ تھا کہ قریش اور معاندینِ اسلام کا جوش سرد پڑ جاتا اور مکہ میں امن مافی زندگی بسر کرتے اور مسلمانوں سے ”جو کہ ان سے منزلوں دور ہو گئے تھے“ کسی قسم کا تعرض نہ کرتے۔ اور نیزہ و تلوار کی آزمائش کی بجائے تعلیمِ اسلام کے خلاف دلائل و براہین کی قوت سے کام لیتے مگر انھوں نے یہ نہ کیا اور مقصائے طبیعت نے انکو چین سے بیٹھے نہ دیا اور یہاں بیٹھے بیٹھے بھی مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف مخالفانہ اور معاندانہ سازشیں جاری رکھیں اور نبردِ آزمائی شروع کر دی۔

تو اب اس طویل صبرِ آزمائش کا لطف و مصائبِ وطن سے بے وطنی اور مختلف سازشوں اور قتل کے مشوروں سے درگزر کے باوجود بھی جب معاندینِ مکہ کی فتنہ سامانی میں بیش از بیش اضافہ ہی ہوتا رہا اور پیشِ عقب کی طرح مقصائے طبیعت نہ رہی اُگلتی رہی تب غیرتِ الہی بھی جوش میں آئی اور اس نے وحی کے ذریعہ حفاظِ خود اختیاری اور اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے ”جہاد“ کا یہ پہلا حکم سنایا۔

اِذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ  
بِأَنفُسِهِمْ

اب ان لوگوں کو سہی جنگ کی اجازت دیجاتی  
ہے جن کے ساتھ جنگ کی گئی اس لئے کہ وہ



ظلموں میں اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا مگر یہ جنگ ان کے مقابل میں منع ہے جو اللہ کی ربلو بیت و توحید کا اقرار کرتے ہوں۔

ظَلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۗ إِنَّ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا زُبًّا ۗ اللَّهُ

لیکن جہاد کی اس اجازت کو بھی (جو کہ بیان کردہ مجبور یوں کی وجہ سے دی گئی) ایسی شرائط و قیود کے ساتھ مفید کیا گیا کہ جنگ کی یہ اجازت اعتدال اور حد انصاف سے متجاوز نہ ہو سکے۔ اور اس کو ہر س ملک گیری اور ترقی جاہ و مال کا وسیلہ نہ بنایا جاسکے۔ لہذا ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَجِبُ الْمُعْتَدِينَ ۗ وَإِذَا قَاتِلْتُمُ الْكُفْرَانَ فَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ تَخْرُجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ ۚ وَتَكُونَ لَهُمْ حُرُمٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَفِيٌّ لِكُلِّ شَيْءٍ حَكِيمٌ ۗ

اور ان لوگوں سے جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں تم بھی جنگ کرو اور حد سے ہرگز متجاوز نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور ان کو قتل کرو جس جگہ بھی انکو پاؤ۔ اور تم بھی ان کو اس جگہ سے نکالو جس جگہ سے انہوں نے تم کو نکالا۔ اور فساق قتل زیادہ سخت چیز ہے۔ اور مسجد حرام کے نزدیک ان کے ساتھ جنگ مست کردیہا نسا کہ وہ ہی اس جگہ تم سے جنگ کرنے لگیں۔ پس ا

كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكٰفِرِيْنَ

فَإِنْ أَنْتَهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ  
الرَّحِيمِ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا  
تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ  
الَّذِينَ لِلَّهِ فَإِنْ أَنْتَهُمْ  
فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى  
الظَّالِمِينَ ۝

وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی جنگ کرو۔ کافروں  
کی سزا یہی ہے پس اگر وہ باز آجائیں تو اسے بخشنے  
والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور ان سے جنگ  
کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ کا استیصال ہو جائے  
اور دین صرف خدا کے لئے ہی رہ جائے۔ پس  
اگر وہ باز آجائیں تو پھر تمہاری طرف سے بھی  
تعدی نہ ہونی چاہئے۔ مگر ظالموں کے ساتھ۔

اور وحی آئی نے جن قبود و شرائط کے ساتھ ”جہاد“ کی اجازت  
مرحمت فرمائی تھی خدا نے برتر کے برگزیدہ رسول کی پاک زندگی کے مطالعہ  
کرنے سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے اس حکم سے سرِ مو تجاوز نہ کیا اور  
اس مقدس فریضہ ”جہاد“ کو صرف قریش مکہ ہی تک محدود رکھا۔

چنانچہ سرِ یہ حمزہ بن عبدالمطلب سرِ یہ عبیدہ بن الحارث غزوہ و دوان اور  
غزوہ بواط کے تاریخی واقعات اور مسلمانوں کے ساتھ قریش کا معاندانہ رویہ  
اس کی زندہ شہادت ہیں۔ مگر قریش کی معاندانہ سرگرمیاں اسی حد تک محدود  
نہ رہیں اور ان کے مشتعل جذبات نے ان کو ایسا برا فروختہ کر دیا کہ اب  
مسلمان کے استیصال اور ان کی بھگنی کے لئے ان کی نگاہیں اپنی جماعت سے  
ہٹ کر اطراف و جوانب پر مرکوز ہونے لگیں۔ انہوں نے سوچا کہ مسلمان  
ایسی شے نہیں ہے کہ جس کو ختم کر دینا آسان کام ہو۔ ہماری تنہا طاقت  
ان کا بال بیکا نہیں کر سکتی اور ان کی قوتِ عمل ہماری جہتوں کو پست

کئے دیتی ہے۔ تو اب ایک دوسری چال چلی اور مذہب اور آباء و اجداد کی ریت درسم کے نام پر اطرافِ مکہ کے دوسرے مشرکین کو ابھارنا شروع کیا اور قدیم رواج کے قیام و بقا کے لئے ان کی رگِ حمیت کو براہِ گنجتہ کیا اور عصیتِ جاہلیتہ کو درمیان لاکر ان کو بھی مسلمانوں کا حریف بنانے کی دعوت دی اور ابوہبل، ابولہب، ابوسفیان، اور عتبہ جیسے سربراہ اور وہ و نام آور قریشوں نے اپنے نقیب بھیج کر تمام قبائل میں جنگ کی آگ لگا دی۔

جب مشرکین کے اتحاد و سنگٹھن نے یہ صورت اختیار کر لی تو اب وحیِ الہی نے بھی مسلمانوں کو ان کے مقابلہ کی اجازت دیکر پہلی اجازت میں اس طرح وسعت دیدی۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَاقْتُلُوا كَمَا  
يُقَاتِلُونَكُمْ كَاقْتُلُوا  
اور تم بھی تمام مشرکین سے جنگ کرو جیسا کہ وہ  
سب مکر (اور سنگٹھن بنا کر) تم سے جنگ کرتے ہیں

اور آخر کار غزوہ بدر کا وہ مشہور تاریخی واقعہ پیش آیا جس نے مشرکین کو  
کے کبر و نخوتِ زلت و رسوائی سے بدل دیا اور مسلمانوں کی حیاتِ ملی میں  
نئے باب کا اضافہ کر دیا

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قرآنِ عزیز کی اس آیت کا مفہوم

فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ  
ثَمَّنْ هُمْ وَاَقْتُلُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ  
ہیں مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور ان کے  
گھات میں بیٹھو ہر جگہ۔

یہی ہے کہ آپ کے زمانہ میں عرب کے تمام مشرکین نے جب مسلمانوں کے  
خلافتِ ان کو مٹانے کے لئے اتفاق و اتحاد کر لیا۔ اور ان کے تمام گروہ قبائل

اور خاندانِ مسلمانوں کے مقابلہ میں پیش قدمی کر کے نبرد آزما ہو گئے تو اب مسلمانوں کو بھی یہ حق ہے کہ وہ بغیر لحاظِ قریشی اور غیر قریشی کے تمام مشرکین سے جنگ کریں اور سرزمینِ عرب کے کسی مشرک کو اپنا حلیف نہ سمجھیں اور اُس وقت تک اُن کا مقابلہ کرتے رہیں کہ اُن کا وجود اور اُن کی مفدانہ زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔

اور ہرگز ہرگز اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ دنیا کے تمام غیر مسلم خواہ وہ معاہدہ ہوں یا ذمی، حلیف ہوں یا غیر جانبدار اُن پر جہاں دسترس ہو قتل کر ڈالو اور اُن کے قتل کے لئے گھات میں لگے رہو۔ حادثہ کلاں اسلام ایسے احکام سے بریٰ الزمہ ہے اور ایسا کرنے والوں کو عذاب اور نظامِ امن کو تباہ و برباد کر نیوالا سمجھتا ہے۔

آیت کریمہ کے یہ غلط منہ بھی انہی مخالفین و معاندین کی طرف سے ایجاد ہیں جو اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ اسلامی تعلیم اور مسلمانوں کے مذہب کو ظالمانہ و جابرانہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔

میریدُونَ لِيُطْفِقُوا نُوْرًا لِّلّٰهِ (مشرکین) ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی ہو

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ -

تاریخ شاہد ہے کہ جنگ و پیکار کے اُن واقعات میں مسلمانوں نے اپنے حریف سے مدافعتاً جدوجہد کے علاوہ کسی دوسری قوم سے ایک لمحہ کے لئے بھی غیر مصالحانہ رویہ نہیں اختیار کیا بلکہ اس کے برعکس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ مدینہ سے اُن کو اہل کتاب سمجھ کر یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ مسلمانوں

کے ساتھ رواداری اور غیر جانبداری کا معاملہ رکھیں گے اور مشرکین کے ہنوا  
 نہ نہیں گے اور مسلمان بھی ان کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کریں گے اور ان کے حلیف  
 بنکر رہیں گے۔

لیکن ایک طرف تو مسلمانوں کی صداقت و حقانیت اور ان کے عقائد و  
 اعمال کی سادگی بچھ اس طرح روز بروز مخالفین اسلام کے قلوب میں گھر کرتی  
 جاتی تھی کہ وہ جوق در جوق آغوش اسلام میں آ رہے تھے۔ اور دوسری جانب  
 مشرکین کے مقابلہ میں ان کی مادی قوت میں بھی اضافہ ہوا تھا پس یہود کی چشم جوڑ  
 اس کو برداشت نہ کر سکی اور اہل کتاب ہونے کے باوجود مسلمانوں کو شکست  
 دینے اور ان کے استیصال میں مشرکین کے ساتھ شریک جنگ ہو گئے۔ اور باوجود  
 مسلمانوں سے معاہدہ کر لینے کے مشرکین کی خفیہ و علانیہ حمایت کرنے لگے۔

اب معاہدہ کی خلاف ورزی، عہد شکنی، مشرکین کے ساتھ خفیہ سازشوں،  
 اور ان کی علانیہ حمایتوں کے بعد وحی الہی نے بھی یہ حکم سنایا کہ بد عہدی، خدا  
 کو ناپسند ہے اور بد عہد و مفید کی بد عہدی و مفیدہ پردازی کے خلاف جد و  
 جہد ہی امن و عافیت کی راہ کھولتی ہے اور ان کی پیہم در اندازیوں کے بعد ان  
 سے درگزر و حقیقت امن پسند طبع کی زندگی کو خطرہ میں ڈال کر نظام امن کو  
 تباہ و برباد کرتا ہے۔ لہذا ارشادِ قرآنی ہے۔

إِنَّمَا تَخَافُونَ مِنْكُمْ مَخِيبَةً فَاغْنُوا  
 إِيَّاهُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ  
 الَّذِينَ يَخَانُونَ

اور اگر تم کسی قوم سے خیانت کا خون کرتے ہو تو تم ان کو  
 اطلاع دیدو کہ اب ہمارا معاہدہ ساقط ہو گیا۔ کہا  
 کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے محلوں اور قرب و جوار کے قلعوں میں تشریف لیا کر ان کی غلات ورزی پر ملامت کی اور ان سے ترکِ معاہدہ کا ذکر فرمایا۔ یہود اب بھی صاف دل نہ ہوئے اور منافقانہ رنگ میں اپنی خلعتاں اور زمی اور عہد شکنی پر تاسف کا اظہار کر کے عذر خواہ ہوئے اور آئندہ کے لئے وعدہ کیا کہ پھر اس کا اعادہ نہ ہوگا۔ مگر حسد کی آگ فرو ہونے والی شے نہیں ہے دوبارہ بھڑکی اور اس قدر تیز ہوئی کہ اس کے شرارے غزوہٴ احزاب کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ آخر مجبور ہو کر غزوہٴ خیبر کی نوبت آئی اور بنو نضیر اور بنو قریظہ دونوں معسذ جاہلوں کو اپنے کردار کی پاداش میں وہ روزِ بد دیکھنا نصیب ہوا۔ جو عموماً بد باطن مساد کو دیکھنا پڑتا ہے۔ یعنی بنو نضیر کو جلا وطنی اور بنو قریظہ کو ہلاکت کی سزا ملی۔

اب نصارے ایسی کی ایک ایسی جماعت باقی تھی جو بظاہر مسلمانوں سے ابھی تک دست بگریباں نہ تھی اور اگر مشرکین کے معرکوں میں نظر بھی آتی تو بہت معمولی تعداد میں اور وہ بھی خفیہ طریق پر۔ تاہم مشرکین۔ منافقین اور یہود کی ان معرکہ آرائیوں کے نتائج اور مسلمانوں کی روز افزوں ترقی کے اسباب ان کے پیش نظر تھے اس لئے اگرچہ ابھی تک میدان میں نہرہ آئے نہ ہوئے تھے مگر آتش زیر پا رہتے اور شعلہ ہائے غضب ان کے دلوں اور جسموں کو کباب کئے دیتے تھے۔ آخزنہ رہا گیا اور اب انہوں نے بھی بال دہر نکالے اور کبھی مشرکین کے ساتھ اور کبھی مستقل جماعت بنا کر مسلمانوں کو ٹہل من مبارز کا چیلنج دینے لگے حتیٰ کہ حارث غسانی شاہِ دمشق نے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے سفیر سے یہ کہہ دیا کہ دیکھ میں تیری موجودگی ہی میں حکم دیتا ہوں کہ گھوڑوں کی نعلبندی کی جائے تاکہ مسلمانوں کے استیصال کے لئے لشکر تیار ہو سکے۔ اور تو خود چشم دید واقعہ کو مسلمانوں اور ان کے رسول کے سامنے بیان کر دے۔ اور تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اس کی کوششوں سے قیصر روم کے علم کے نیچے کئی لاکھ نصارے کا اجتماع میلہی جنگ کے لئے جمع ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ چھپر چھاڑ ہونے لگی۔

اب وحی آئی نے پھر مسلمانوں کی مدد کی اور مشرکین کی طرح تمام اہل کتاب (یہود و نصارے) کیساتھ بھی انکو جہادِ عام کی اجازت مل گئی اور حکم دیدیا گیا کہ۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ  
بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ  
وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ  
وَمَا سُئِلُوا وَلَا يَدِينُونَ  
دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ  
أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا  
عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ۔

تم ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت پر اور نہ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی باتوں کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جو کتاب دے گئے ہیں حتیٰ کہ وہ ہستی کے ساتھ خود ہی خبر یہ دینے پر آمادہ ہو جاویں۔

بہر حال جہاد کے ان تمام احکام کو اگر ہم ایک سلسلہ میں منسلک کرنا چاہیں۔ جو قرآنِ عزیز کی سورہ انفال اور سورہ توبہ میں خصوصاً اور دیگر سورتوں میں عموماً پائے جاتے ہیں تو ان کی ترتیب اس طرح بیان کی جاسکتی ہے۔

۱) جب ہجرتِ مدینہ کے بعد بھی قریش مکہ مسلمانوں کی ایذا رسانی سے باز

نہ رہے اور اُن کے استیصال کے لئے جنگ و جدل کی معرکہ آرائی شروع کر دی تو آج پہلے دن مسلمانوں کو بھی خدا کی طرف سے صرف قریش کے ساتھ مقابلہ کی اجازت عطا ہوئی۔ -

(۲) لیکن جب قریش کے براہِ نیتہ کرنے سے اطراف و جوانب کے مشرکین بھی اُن کے حلیف بن کر مسلمانوں کی جنگی پرامادہ ہو گئے اور پُر امن توحید کے شیدائیوں کے مقابلہ میں اُن کی عصیّتِ جاہلیہ بھی جوش میں آگئی تو وحی الہی نے بھی تمام مشرکین سے جنگ کی اجازت دیدی اور اسی خدا فیصلہ کو زبانِ وحی ترجمان نے اپنے حکیمانہ جملوں میں اس طرح ادا فرمایا۔

مُؤْمِنَاتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا هَذَا عَصِمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِجَهْرًا وَحِسَابٍ عِنْدَ اللَّهِ - (المحذث)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں (مشرکین) سے اُس وقت تک جنگ کروں کہ وہ خدا کی توحید کے قائل ہو جائیں پس اگر وہ توحیدِ الہی کے قائل ہو جائیں تو انہوں نے اپنی جان و مال کو محفوظ کر لیا مگر یہ کہ کسی حق کی پاداش میں وہ ماخوذ ہوں اور معاملہ اُن کا خدا کے سپرد ہے۔

یعنی اب ان مشرکین کی ظالمانہ و جاہلانہ پالیسی کا یہی جواب ہے کہ یا وہ خود اسلامی برادری میں داخل ہو جائیں اور یا ہمیشہ کے لئے عرب کی سرزمین اُن کے ان مفسدانہ اعمال سے پاک ہو جائے اور مسلمانوں کو خدا سے غرورِ جمل کی عبادت اور فرمانبرداری میں امن و اطمینان نصیب ہو۔

(۳) اور جب یہودی مدینہ نے بھی باوجود دو مرتبہ معاہدہ صلح کے مشرکین سے سازباز



کر کے ان کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں نبرد آزمانی شروع کر دی اور خفیہ و علانیہ ان کی تباہی کے لئے کارروائیاں کرنے لگے تو مجبوراً مسلمانوں کو بھی اجابت دی گئی کہ وہ اپیل کتاب کے اس فتنہ پر درگروہ کا جواب دیں اور ترکی بہ ترکی ان کا مقابلہ کریں۔

(۴) اور جب یہود کی تقلید میں مسلمانوں کی روحانی و مادی روز افزوں ترقی نصارے کو بھی بے چین کرنے لگی اور مدینہ میں مسلمانوں کی مطمئن زندگی ان کی آنکھوں میں بھی خار کی طرح کھٹکنے لگی تو انھوں نے بھی علیٰ ہی جنگ کا اعلان عام کر دیا اور بتوک کے میدان میں کئی لاکھ کے جم غفیر کے ساتھ مسلمانوں کو ہل من مبارزہ کا چیلنج دینے لگے تو اب خدا کا فرمان ناطق ہوا کہ عام اہل کتاب سے تم بھی مقاومت کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ مگر مشرکین عرب کے مقابلہ میں ان کے ساتھ یہ مراعات رکھی کہ اگر وہ اپنے کردار پر پشیمان ہو کر جز یہ دیں اور اس طرح آمادہ صلح ہوں تو تم کو ضرور صلح کر لینی چاہئے۔ کیونکہ اصل مقصد رفع فتنہ اور فساد کا سد باب ہے اور وہ اس سے حاصل ہو جاتا ہے۔

اب تم ہی انصاف کرو کہ اس میں مسلمانوں کا کیا قصور ہے اور ان کی خطا کیا ہے؟ عقل، مصلحت، اخلاق اور انصاف پروردی، سب کا یہی فیصلہ ہے کہ ان حالات میں مسلمانوں نے جو کچھ اپنے جماعتی نظام اور حفاظتِ خود اختیاری کیلئے بلاشبہ ان کو یہی کرنا چاہئے تھا۔ اور سی طرح آئندہ اعلیٰ کلمۃ اللہ کیلئے جہاد کا یہی فیصلہ تقیاً فیصلہ ہے۔ اثنا عشریہ اسلام اور تبلیغِ دین، کا اس سے کیا واسطہ اور کیا تعلق؛ جہاد ایک دوسری حقیقت ہے جس کے دواعی و اسباب تبلیغ جیسے اہم مقصد سے قطعاً

جدا اور بالکل علیحدہ ہیں۔

## تبلیغِ اسلام

درحقیقت ”تبلیغِ اسلام“ کی حقیقی روح اور اُس کی حیاتِ سرمدی کا نصب العین ہے کہ اسی پر اسلام کی عمارت استوار اور اسی پر اس کی بنیاد قائم ہے۔ نبی و رسول کی بعثت اسی مقدس غرض کے لئے ہوتی، اور اسی مقصدِ وحید کی خاطر وجود میں آتی ہے۔ فلاحِ دارین اور نجاتِ کونین، ہدایتِ سرمدی اور نجاتِ ابدی صرف اسی ایک برگزیدہ مطلوب سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآنِ عزیز جو ایک مکمل قانونِ الٰہی اور آخری پیغامِ ربانی ہے اس مقصد کی تکمیل اور اس نصب العین کی تعمیل کے لئے مستقل احکام سناتا اور داعیِ حق و تبلیغِ اسلام کے لئے ان معجزانہ انداز میں تبلیغِ اسلام کا طریق کار بتاتا ہے۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو دعوت دینا  
اپنے رب کی طرف دانائی اور اچھی اچھی نصیحتوں کے  
ساتھ اور اُن سے بحث و مباحثہ کے ساتھ۔  
اُدْعُ اِلَى سَبِيْلِ رَبِّكَ  
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ  
وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ  
اَحْسَنُ

اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

لا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ  
دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدُوًّا  
بِغَيْرِ عِلْمٍ  
(جب اسلام کی دعوت دو تو) تم اُن کے خود ساختہ  
اُن معبودوں کی توہین نہ کرنا جو اللہ کے سوا ہیں  
کہیں ایسا نہ کہ وہ عداوت میں نا سبھی سے خد کو  
گالیاں دینے لگیں۔

یعنی جب اسلام کی تبلیغ و دعوت کا مقصد وحید انجام دیا جائے تو ان اصول کی پابندی از بس ضروری ہے ورنہ ان کی خلاف ورزی اس مقدس کام کے لئے سخت رکاوٹوں کا باعث ثابت ہوگی۔ اس مقدس فریضہ میں پہلی منزل یہ ہے کہ حکمت اور دانائی یعنی دلائلِ ساطعہ اور براہینِ قاطعہ کے ساتھ مخالف کو سمجھا جائے اور اُس کو ہر طرح اطمینان دلایا جائے۔ اور اگر یہ حربہ بھی موثر نہ ہو تو پھر دوسری منزل یہ ہے کہ عمدہ نصح اور بیش بہا و خوش آسند و عذب و پسند کے ذریعہ اس کے دل کو تسکین اور تسلی دو اور اُس کو اس طرح مانوس کرو کہ حق کی صداقت اور پجائی اُس کے تہ قلب میں اُتر جائے۔ اور اگر ان دونوں منزلوں پر بھی مقصد حاصل نہ ہو تو پھر اس کو موقعہ دو کہ وہ اپنے دلائل و براہین کو پیش کرے اور ہر قسم کے مجادلہ و مناظرہ سے اپنے دل کے شکوک و شبہات کو تھارے سانے ظاہر کر سکے اور تم غیظ و غضب و غم و غصہ کی بجائے اس سے تبادلہ خیالات کیلئے آمادہ ہو جاؤ اور نہایت خوش اسلوبی اور وسعتِ قلبی سے اُس کے ساتھ بحث و مباحثہ کر کے اس کو قبولِ حق پر آمادہ کرو اور اس کو جذب کرنے کی کما حقہ کوشش کرو۔ لیکن یہ واضح رہے کہ اس تمام خطابت و تکلم اور بحث و نظریں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے معبودانِ باطل کی اس طرح توہین و تذلیل اور ان کے متعلق اس قسم کے طعن و تشنیع کرو کہ وہ ضد میں آکر خدائے قدوس کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے لگیں اور اُس کا وبال تمہارے سر آجائے اور وہ بھی قبولِ حق سے باز رہے۔

پھر دیکھو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ان عملی مشاغل کو اور

جاچھو آپ کی زندگی کے اُن کارناموں کو جو تبلیغِ اسلام کے لئے اپنی مقدس اصول  
سہ کے ماتحت ظاہر ہوئے تو تم کو نظر آئے گا کہ مکہ معظمہ کی ساری زندگی پاک میں  
گھر گھر، اور قبیلہ قبیلہ گھوم کر توحید کا اعلان فرما رہے ہیں۔ کبھی عکاظ کے بازار  
میں نعرہ حق لگا رہے ہیں تو کبھی ذوالجہاز اور ذوالحجنہ میں تبلیغِ حق فرما رہے ہیں، کبھی کعبہ  
کی دیوار کے نیچے صداقتِ اسلام کا سبق دے رہے ہیں، تو کبھی صفا کی چوٹی پر  
پیغامِ الہی سُنا رہے ہیں۔ کبھی مکہ میں ہیں تو کبھی طائف میں۔ غرض تیرہ سال  
اسی طرح خلائے قدوس کے پیغام کو لوگوں کے سامنے پیش فرماتے اور جواب  
میں ہر قسم کی تکالیف و مصائب جھیلتے رہتے ہیں۔

مدینہ کی زندگی شروع ہوئی تو اسی پیغامِ حق کا کبھی مسجدِ نبوی کے سامنے  
صُفّہ پر اعلان فرماتے ہیں اور کبھی یہود کے محلّہ میں جا کر حق کی اس آواز کو پہنچاتے  
ہیں۔ کبھی نبیِ قرینہ میں ہیں تو کبھی نبیِ نصیر میں، اور کبھی منافقین کو اخلاص کی دعوت  
دے رہے ہیں تو کبھی اہل کتاب کو اُن کی سابقہ کتابوں سے اپنی صداقت پر  
ملزم بنا رہے ہیں۔

مشرکین و اہل کتاب کے مختلف قبائل و وفودِ قریب کی آبادیوں اور  
دور و دراز کے شہروں سے آتے ہیں۔ اور ہر قسم کے مباحث و تبادلہٴ خیالات کے  
بعد یازپچ ہو کر واپس جاتے ہیں اور یا خود مسلمان ہو کر اور وطن واپس جا کر اپنی قوم  
اور اپنی بستی کو اسلام کے نور سے مشرف کرتے رہتے ہیں یہو و مدینہ کے وفود  
اور نصارے انجیران کے وفود کے مباحثہ و مکالمہ کا کس کو حال معلوم نہیں؟  
عبداللہ بن سلام، و ہب بن منبہ، عدی بن حاتم، اصمہ بن ابجر جیسے یہود

و نصارے کے قبولِ اسلام کا حال کون نہیں جانتا؛ سیکڑوں و نوڈ کی آمد  
 سلاطینِ عالمِ تبلیغِ اسلام کی دعوتِ تبلیغِ اسلام ہی کے ماتحت تھی نہ کہ جنگ  
 و پیکار اور نیزہ و تلوار کے زیر اثر۔

## اسلام اور رہبانیت

بینک اگر ایک طرف تبلیغِ اسلام اپنی صد ہزار خوبیوں کے ساتھ جاری  
 تھی تو دوسری جانب اسلام اس فتنہ و فساد کے دفع کرنے اور اُس کے قلعِ قمع  
 کرنے کا بھی حکم دیتا تھا۔ جو بلا وجہ اور بغیر سبب مسلمانوں کے خلاف سازشیں  
 کرنے اور مسلمانوں کے وجود ہی کو دنیا سے مٹا دینے کے لئے پکایا جا رہا تھا۔ اور  
 جس کی بدولت مسلمانوں کی مطمئن زندگی دینی و دنیوی اعتبار سے سخت خطرہ  
 میں پڑی ہوئی تھی۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ اپنی اجتماعی زندگی کے تحفظ کی پرواہ  
 نہ کرو اور اپنے خلاف ہر قسم کے فتنہ جو یا نہ و مفسدانہ طرزِ عمل کو ہمیشہ برداشت  
 کرتے رہو یہاں تک کہ ہمارا نام بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائے۔

اسلام ایک پنچرل مذہب ہے اور اُس کی فطرتِ فطرتِ الہی اور پنچرل  
 قانونِ قدرت کے موافق ہے۔ بینک وہ جو گیا نہ اصول پر عمل پیرا ہونے کا  
 مدعی نہیں ہے اور نہ وہ رہبانیت کی اس تعلیم کو پسند کرتا ہے کہ کسی غار میں  
 یا پہاڑ کی چوٹی پر تمام زندگی یا زندگی کا بیشتر حصہ انسانوں کی خدمت سے  
 جدا ہو کر گزار دے اور خدائے برتر کے اس کارخانہِ عالم کے نظم و نسق کو یونہی کسی  
 صحیح نظام اور اس پسند دستور و آئین کے بغیر چھوڑ دو۔

در اصل یہ عالم ہست و بود مختلف عناصر کا مجموعہ ہے اس میں اشرا رہی آباد ہیں اور

اختیار بھی، دنیا میں چور و زہن بھی ہیں اور خدا رسیدہ دستی و پریہنر گار بھی، یہاں نہ صرف اس روحانیت ہی سے کام چل سکتا ہے کہ ”اگر تمہارے ایک رخسار پر کوئی طمانچہ مارے تو تم دوسرا رخسار بھی اس کے سامنے کر دو“ یا آہٹاکی وہ پوجا کر کہ زہن و قزاق بھی سزا سے آزاد اور پاداشِ عمل سے بیباک ہو جائیں اور اس طرح موہوم روحانیت کے انتظار میں تمام نظامِ عالم درہم و برہم ہو کر بچا اور نہ وہ ظلم و تعدی، بجا نخوت و خود پسندی، ہوس ملک گیری اور جاہلانہ حکومت ہی کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے کوئی ایک شے بھی نظامِ عالم اور اس کی اخلاقی و تمدنی فلاح کو بضرار نہیں رکھ سکتی بلکہ اُس کو پامال کرنے میں اپنی آپ ہی نظیر ہے، اور اخوت و مساوات کے رشتوں کو حرفِ غلط کی طرح سٹا کر قوموں اور ملکوں کو تاراج کر دیا کرتی ہے۔

بلکہ اسلام کی راہ وہ معتدل اور نچرل راہ ہے جو درستی نظام و آئین اور حصولِ طمانیت و عافیت کے لئے سب سے زیادہ بہتر کفیل ہے۔ وہ یہ کہ غلط کاری کی غلط کاری، کسی موذی کی ایذا، اور کسی ظالم کا ظلم اور بدکاری کی بدکاری اسی حد تک قابلِ عفو و درگزر ہے کہ اُس کا اثر نکوئی و درست کاری کے لئے سدِ راہ ثابت نہ ہو اور شیخِ سعدی رحمۃ اللہ کی یہ مثل اُس پر صادق نہ آتی ہو۔

نکوئی بابتوں کو دن چھانست کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

عفو و درگزر کا بھی ایک درجہ ہے۔ اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ہی ایک درجہ ہے۔ اور دونوں اپنے اپنے موقع پر مفید اور کارآمد ہیں۔ ذاتی نقصان خواہ جانی ہو یا مالی، برداشت کر لینا اور بدخواہ و بداندیش کے عملِ بد کی پاداش نہ دینا عفو

درگذر کی عمدہ مثال ہے۔ لیکن مسندِ عدالت پر ٹھیکہ مجرم کو نرانہ دینا اور جماعتی حقوق کی پامالی کی پرواہ کئے بغیر روحانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔ جو پلاؤر رہزن کو معاف کر دینا نظامِ عالم کی تباہی، اور مظلوم کی حق نارسائی کا بدترین اور مذموم پہلو ہے جو ہر طرح قابلِ نفرت و ملامت ہے۔

پس اسلام کے اس حکم "جہاد" کا پہلو یہی ہے کہ یہ صرف ان لوگوں کے مقابلہ میں قابلِ عمل ہے جو بلادِ جہلموں کے اجتماعی نظام کو تباہ کرنے اور ان کی مطمئن مذہبی و دنیوی حیات کو پرخطر بنانے میں ہمہ تن سعی رہتے ہیں اور جن کی زندگی کا نصب العین صرف قومِ مسلم اور اس کی قوت کا استیصال ہی بن چکا ہے اور جو ایک لمحہ کے لئے بھی خدا کی اس سچی پرستار جماعت کو صفحہ ہستی پر قائم رہنا گوارا نہیں کرتے۔

قرآنِ عزیز کے وہ تمام احکام جو اس سلسلہ میں ارشاد ہوئے ہیں ان ہی حقائق پر مبنی ہیں اور مختلف حالات کوائف کی بنا پر دفاعی اور ہجومی دو قسموں پر تقسیم ہیں۔

نیز کس کے ساتھ جہاد ضروری ہے اور کس کے ساتھ نہیں ہے قرآنِ عزیز کی اس آیت کریمہ نے اس کا بھی فیصلہ کر کے اعداءِ اسلام کی افتر پر ڈاڑھ کا بالکل ہی قلع قمع کر دیا ہے۔

لاَ يَنْهَاكُمْ اللهُ عَنِ الَّذِينَ يَنْهَى  
لَمْ يُفَايَلُوكُمْ فِي الدِّينِ  
وَلَمْ يُخْرِجُواكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ  
جن لوگوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ  
نہیں کی اور تم کو گھر سے بے گھر نہیں کیا اللہ  
ان کے ساتھ احسان ادا انصاف کرنے سے

نہیں روکتا اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنا والا  
 کو دوست رکھتا ہے اور جن لوگوں نے  
 ہمارے ساتھ دین کے معاملہ میں جنگ کی  
 ہے اور تم کو گھر سے بے گھر کیا ہے اور تمہارا  
 نکال دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ  
 ان کے ساتھ دوستی کرنے کو منع کرتا ہے  
 اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہی ظالم ہیں

أَنْ تَبَرَّوْهُمْ وَتَقْسُطُوا  
 إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ  
 إِنَّمَا يَهْتَكِرُ كُمْ فِي اللَّهِ عَنِ الَّذِينَ  
 قَاتَلْتُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُواكُمْ  
 مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا بِعَدَاوَتِهِمْ  
 إِيَّاكُمْ إِنَّ تَوْلِيَكُمْ هُمْ وَمَنْ يُؤْتِيهِمْ  
 فَاوِيَاتِهِمْ هُمْ الظَّالِمُونَ -

اور جنگ و پیکار کے بعد اگر دشمن اپنے لئے پرسفعل ہو جائے۔ اور آماوہ  
 صلح و آشتی ہو تو پھر اس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہئے۔  
 دوسری جگہ اس کے متعلق ارشادِ مبارک ہے۔

اور اگر وہ (دشمن) صلح کے لئے بازو جھکا دیں  
 تو تو بھی صلح کے لئے بازو جھکا دے اور اللہ پر  
 بھروسہ رکھ اس لئے کہ وہی مسیح و عظیم ہے۔  
 اور اگر وہ تجھے دھوکا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں  
 تو یقیناً تجھ کو اللہ کا فی ہے وہی اللہ جس نے  
 اپنی نصرت سے جبری اور مومنین کی تائید کی۔

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا  
 وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ  
 الْعَلِيمُ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ  
 يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ  
 هُوَ الَّذِي آتَىكَ بِنَصْرِهِ  
 وَبِالْمُؤْمِنِينَ -

اور تبلیغِ اسلام کا پروگرام اس سے بالکل جدا اور مستقل اصول پر قائم ہے  
 جس کی حقیقی اساس یہ ہے کہ اس مقدس فریضہ کو نیزہ و تلوار سے دور رکھا بھی  
 علاقہ نہیں ہے یہ میدان تو عفو و رحمت کی تلوارِ اخوت و مہمردی کے نیزوں اور



رجیمانہ خصائل اور کریمانہ اخلاق سے جیتا جاتا ہے۔ اور اس کا اسوہ حسنہ اور سکی زندہ مثال خود رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے وہ حالات و واقعات ہیں جن کی شہادت اپنوں نے نہیں بلکہ دشمنوں کے زبان و قلم نے دی ہے اور جس سے تاریخ ماضی کے اوراق دلائل و براہین کی روشنی میں ..... آج تک حیاتِ تازہ کا لطف دے رہے ہیں۔ تو اب سیرۃ رسول اور ازلی وابدی خدا کے کلام معجز نظام کے احکام صریح کے بعد بھی کوئی کور باطن متعصب اسلام کی تبلیغ کو شمیر کے زور و کلہاڑی سے متاثر نہ ہوئے تو اس کے لئے اس سے زیادہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ

گر نہ بید بر روزِ شپہ چشم  
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اسلام اور اس کے اصولِ جنگ

پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ اسلام نے جہاد کی جس زندگی کو پیش کیا ہے وہ اپنے اصول و شرائط کے اعتبار سے خود اس کی شہادت ہے کہ جہاد کا یہ حکم دوسروں پر ناحق ظلم کرنے اور ان کو محکوم بنانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ان ہی حقائق پر مبنی ہے جن کا ذکر سطور سابقہ میں ہو چکا ہے اور جن کی مثال ان مذاہب کی مذہبی جنگوں میں بھی مفسود ہیں جہاں انہما اور عدم تشدد کے مدعی اور ایک ملامت کھانے پر دوسرا رخسار پیش کر دینے کے علمبردار ہیں۔

اسلام سے قبل صلیبی جنگوں، رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی مذہبی آویزیوں، مزدک اور قدیم زرتشتیوں کی باہمی ہولناکیوں اور برہمنیت

و بدہ ازم کی ہندی معرکہ آرائیوں کو اگر دیکھو گے اور ان کی تاریخ کو پڑھو گے  
 سر تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ قتل و قتال کے نہ کوئی اصول تھے اور نہ اسپر کوئی  
 پابندیاں سمنے بچوں پر رحم نہ عورتوں کی ناموس کا خیال، بوڑھوں اور مر یضوں  
 کا امتیاز نہ خدا پرستوں اور مذہبی راہبوں کا۔ سب ایک ہی تلوار کے گھاٹ اُتار  
 دیے جاتے تھے۔ اور سب کے ساتھ یکساں عمل ہوتا تھا۔

لیکن اسلام آیا تو اُس نے اور ہزاروں رحمتوں اور اصلاحی قوانین کے  
 ساتھ اس ناگوار اور درشت پہلو میں بھی رحمت و اصلاح کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور  
 زبانِ وحی ترجمان سے حکم دیا گیا کہ مسلمانو! جب تم دشمن سے برسرِ پیکار ہو تو  
 ان ہدایات پر عمل کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھو۔

(۱) بچوں کو ہرگز قتل نہ کیا جائے۔

(۲) عورتوں پر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے۔

(۳) بوڑھوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

(۴) معذور اور مر یضوں پر کسی قسم کا تشدد نہ کیا جائے۔

(۵) راہبوں، زاہدوں اور خانقاہ نشینوں پر کسی قسم کی سختی نہ کی جائے۔

اللہ یہ کہ خود ان میں سے کوئی نیر و آ نہ مایا جنگ کا صلاح کار ہو۔

(۶) مذہبی عبادت گاہوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

اسلام سے پہلے یہ بھی دستور تھا کہ اگر کسی حکومت سے معاہدہ کرنے کے

بعد ترک معاہدہ کا ارادہ ہوتا تو اُس کو اطلاع دیے بغیر اُس پر اچانک

حملہ کر دینا کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ فنونِ حربیہ میں سے ایک فن شمار ہوتا تھا

لیکن اسلام نے اس طرزِ عمل کو "غدر" سے تعبیر کیا اور غدار کی سخت سزا تجویز کی اور حکم دیا کہ اگر کسی معاہدہ حکومت کا رویہ ہمارے نزدیک قابلِ اطمینان نہیں ہے تو ہمارا فرض ہے کہ اول اُس کو مطلع کر دو کہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ ختم ہوتا ہے اور پھر اُس کے بعد اُس کے ساتھ مبارزہ طلبی کر سکتے ہو۔

قبل از اسلام فاتح قوم مفتوح علاقہ پر جس بیدردی اور برہمی سے مذہب کے نام پر ظلم و ستم اور قتلِ عام کرتی تھی اُس کی بسیوں مثالیں تاریخ میں پاؤ گے۔

اندلس کی صلیبی جنگ، شام اور بیت المقدس کی صلیبی جنگ کے واقعات کون نہیں جانتا۔ مگر اسلام نے اپنے پیروں کو ایسا کرنے سے نہایت سختی سے روکا اور باز رکھا۔

## جہاد سے قبل قبولِ اسلام یا خبریہ کی تلقین

ممکن ہے کہ تم یہ شبہ کر دو کہ اسلامی جہاد کی تعلیم میں یہ حکم ہے کہ:-

”وہ کہ جب تم کسی قوم سے جنگ کا ارادہ کرو تو پہلے اُس کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ قبول کرے تو جنگ سے باز آ جاؤ اور اگر انکار کرے تو پھر اس کو جزیہ قبول کر لینے کو کہو اگر وہ قبول کرے تب بھی جنگ سے رُک جاؤ اور اگر انکار کرے تو پھر تلوار

ہمارے اور اُس کے درمیان بہتر فیصلہ کرنے والی ہے“

اس حکم سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام کی تبلیغ کا مدار جہاد اور تلوار ہی کی توتکے بل پر ہے۔

سو اگر تم خود ہی معاملہ کی حقیقت پر توجہ کرو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام اپنے معاند و مخالف کے ساتھ معرکہ جنگ میں بھی ان احتیاطی تدابیر کا حکم دیتا ہے

جن سے خونریزی کی نوبت نہ آئے اور معاملہ یا حسنِ وجہ ختم ہو جائے۔ اور اس جگہ  
مبھی جنگ سے پہلو تہی کرنا چاہتا ہے جس جگہ اصولِ اخلاق و اصولِ نیچر بھی بغیر پس  
و پیش تلوار اٹھانے کی اجازت دیتے ہیں۔

اس لئے کہ جب مخالف کی مخالفت اور معاند کی معاندانہ و مفندانہ سرگرمیاں  
اس حد تک پہنچ جائیں کہ وہ پُر امن اور خاموش حریف کو برابر دعوتِ جنگ ہی دیتا  
رہے اور اُس کی عافیت تنگ کرنے کی تگ و دو میں ہی اس کی زندگی بسر ہونے  
لگے تو پھر حریف کا اس کے مقابلہ میں معرکہ آرا ہونا ایک فطری امر ہے۔

اسی طرح مسلمان بھی اگر مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین کے اقدام  
جنگ و جدل کے مقابلہ میں فوراً ہی نیزہ و تلوار لے کر اپنے ان حریفوں کے  
مقابل آجاتے اور بغیر پس و پیش حریفانہ پیکار شروع کر دیتے تو کسی طرح بھی ایمر  
قابلِ اعتراض نہ سمجھا جاتا۔

مگر اسلام نے اُن کو اس وقت بھی فوراً معرکہ جنگ سے باز رکھا اور اس  
اصول کی جانب توجہ دلائی کہ اگرچہ ”فتنہ و فسادِ قتل سے بھی زیادہ سخت چیز ہے  
اور دفعِ فتنہ کی خاطر قتل جیسی بدترین اور قبیح شے کو بھی اختیار کرنا از بس ضروری  
ہے۔ تاہم انسانی جان کی صیانت و حفاظت کے لئے جس حد تک موقع ملے گا  
سے نہ دینا چاہئے۔“

پس مسلمان کا یہ فرض ہے کہ جب اپنے حریف کے سامنے نبرد آزا ہو تو  
منتقمانہ جذبات کو ضبط کر کے اول اُس کو یہ ترغیب دے کہ جنگ و جدل بہت  
بڑی چیز ہے اس قبیح حرکت سے باز آ اور اسلام جیسے صلح و آشتی کے داعی ہوگا۔

قبول کر لے تاکہ اُس کے قلب میں مسلمانوں کے خلاف جو جذبات برانگیختہ ہیں وہ سرد پڑ جائیں اور حق و باطل کا امتیاز کرنے کی اُس کو توفیق حاصل ہو۔

اور اگر حریف طاقت اس کو بھی منظور نہ کرے تو اُس کو ترغیب دے کہ وہ خبریہ (ٹیکس کی مخصوص رقم) دے کہ مسلمانوں کی پناہ میں آجائے اور مسلم حکومت اُسکی جان و مال اور عزت کی اُسی طرح محافظ ہو جائے جس طرح کہ مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو کی محافظ ہے تاکہ ہمیشہ کے لئے معرکہ آرائی کا یہ قصہ ختم ہو جائے اور دونوں جماعتیں آزادی کے ساتھ اپنے اپنے مذہب کی پابندی اور راحت و آرام سے زندگی بسر کریں۔

لیکن ان ہردو امور کی ترغیب کے بعد بھی حریف کا جذبہ جنگ و جدل مشتعل ہی رہے اور وہ کسی طرح مسلمانوں کو اطمینان اور چین سے بیٹھنے ہی نہ دے تو اب اُن کے لئے بھی اس کے سوا اور کیا چارہ کار ہے کہ وہ یہی تلوار ہاتھ میں لیں اور خدا کے بھروسہ پر اعداءِ اسلام کی فتنہ جوئی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیں

اب تم ہی انصاف کر دو کہ جاوید کا یہ حکم "تبلیغِ اسلام" کے لئے حیلہ و بہانہ ہے یا جہاد کے جائز اور ضروری وقت میں بھی حزم و احتیاط کی انتہائی جدوجہد۔ حقیقت میں یہ حکم میدانِ جنگ میں صلح و آسشتی کا وہ بے نظیر حربہ ہے جو قابلِ تقلید ہے نہ کہ لائقِ انگشتِ نمائی۔ اسلئے کہ اس قانون سے مشتمل جذبات کو غور و فکر کا موقع ملتا ہے اور یہ وحشیانہ حرکات کے دفع کے لئے بہترین نسخہ ہے۔ پس جہاد کے وقت یہ حکم دراصل جنگ و جدل سے پہلو ہتی کا ایک آلہ ہے نہ کہ

تبلیغِ اسلام کا ذریعہ۔ اور اس کی مزید تائید پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ائمہٴ حسنہ سے ہوتی ہے۔ کہ جب کبھی آپ یا آپ کے صحابہ کی مقدس جماعت کسی قوم، خاندان یا جماعت کے پاس تبلیغِ اسلام کے لئے تشریف لیجاتے یا جو وود (ریڈیو سٹیشن) تحقیقی مذہب کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تو ان کے ساتھ صداقتِ اسلام کے متعلق ہمہ قسم کی گفتگو اور مباحثہ و مناظرہ پیش آتا مگر تاریخ و سیر کے ادراک اس کے شاہد ہیں کہ کسی ایک موقع پر بھی آپ نے یا آپ کے صحابہ نے تحریف و تمہید یا جزیہ و جنگ کا تذکرہ تک نہیں فرمایا بلکہ بسا اوقات مخاطبین کی درشت کلامی، نازیبا حرکات، اور تضحیک و تکذیب کا جواب خندہ پیشانی اور کلماتِ خیر ہی سے مرحمت فرمایا اور نرم خوئی، وسعتِ قلبی کے ساتھ ان کے قلوب میں صداقتِ اسلام کا سکہ بٹھانے کی کوشش فرمائی ہے۔

بلکہ بعض اوقات تو خود مخاطبین نے دلائلِ حقہ اور براہینِ عدادتہ سے نرح ہو کر جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی اور مجبور کیا کہ آپ اس عرصہٴ اشت کو منظور فرمالین۔ جیسا کہ مباہلہ سے عاجز ہو کر نجران کے وفد نے آپ سے جزیہ قبول کرنے کی درخواست پیش کی اور منظور ہی کے بعد مشا داں و فرحاں وطن کو دیکھ گئے

جزیہ

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

رؤ بہ بن یوحنا کے واقعہ میں جزیہ کا ذکر بھی آچکا ہے اور سببِ جہاد میں

بھی متعدد بار اس کا تذکرہ ہوتا رہا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ کی

وضاحت کے لئے بھی کچھ سپردِ قلم کیا جائے۔

گذشتہ بحث میں یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام کا یہ (جزیکاً) حکم جنگ و جہاد اور قتل و قتال سے بچنے کی ایک احتیاطی تدبیر ہے جس کا فائدہ مخالف اور حریف کو مساویانہ پہنچتا ہے بلکہ اکثر اوقات میں صرف حریف ہی کی تحفظِ جان کا باعث ہو جاتا ہے۔

لیکن مزید وضاحت کے لئے مسئلہ کی حقیقت اس طرح سمجھئے کہ ایک حریف طاقتِ اسلام دشمنی اور اپنی قوت کے زعم میں مسلمانوں سے نبرد آزما ہوتی ہے اور چاہتی ہے کہ اُن کو فنا کر دے اور صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دے مگر خوبیِ تقدیر کہ سلم طاقت کا پتہ بھاری ہو جاتا ہے اور حریف کی پیشقدمی کے باوجود دفاعی قوت غالب آجاتی ہے تب حریف طاقتِ مسلم حکومت سے عاجزاً استدعا کرتی ہے کہ وہ اپنے غلبہ سے فائدہ اٹھا کر ہم کو تباہ و برباد نہ کرے اور جنگ و پیکار کو قائم رکھ کر ہمارے استیصال کے درپے نہ ہو بلکہ جنگ سے باز آجائے اور ہماری مغلوبیت اور اپنے غلبہ کے پیشِ نظر ایک سالانہ مقررہ ٹیکس (خزیرہ) لے کر ہم کو اماں دیدے اور ہماری حکومت و ہماری قوم کی آزادی بحال رہنے دے۔

اُس وقت پوچھو آج کل کی مدعیانِ تہذیبِ قوموں اور حکومتوں سے اور دریافت کر دو دیگر مذاہب کے گذشتہ اور موجودہ تاریخ سے کہ وہ اس حریف کے بارہ میں کیا فیصلہ صادر کرتی ہیں۔ یہی کہ قابو میں آئے ہوئے دشمن کو پناہ نہ دو اور اُس کی معاہدہ سرگرمیوں کے انتقام میں ہمیشہ کے لئے اُسے

فنا کے گھاٹ اُتار دو۔ تاکہ دشمن کی دشمنی اور معاندت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نایامہ ہو جائے۔

مگر خلیفہٴ اسلام فوراً اُس کو اماں دیتا ہے اور اسلامی احکام کے مطابق اُس سے جنگ و جدل موقوف کر دیتا ہے۔ وہ اپنی طاقت اور غلبہ کی نخوت میں نہ اُس کو صغہٴ ہستی سے مٹاتا ہے اور نہ معلم اور اُستادِ تہذیب بنکر اُس حکومت پر قابض ہو جاتا ہے۔ بلکہ اُس حکومت کے زیرِ اثر آبادیوں پر معمولی ٹیکس (خزیرہ) سالانہ مقرر کر دیتا ہے۔ اور پھر اُس پر فرض ہو جاتا ہے کہ اُن سے رفاہ عامہ کا ٹیکس لے اور نہ فوجی اخراجات کا ٹیکس اور نہ فوج میں اُن کو زبردستی بھرتی کرنے کا اسکو حق ہے۔ غرض حالات عامہ و خاصہ میں مسلمانوں پر جس قسم کے بھی بار عائد ہوتے ہیں۔ یہ اُن سب سے بری ہیں۔ لیکن آج ہی سے اُن کے جان و مال اور اُن کی عزت و ناموس کی حفاظت خلیفہٴ اسلام پر اسی طرح فرض اور ضروری ہے جس طرح مسلمانوں کی جان و مال اور اُن کی ناموس و عزت کی حفاظت۔

اب تم ہی انصاف کرو کہ ایسے معمولی ٹیکس پر دنیا کی کونسی قوم اور عالم کا کونسا مذہب فاتح و مفتوح کے درمیان مساویانہ حقوق عطا کرنے کا مدعی ہے اور خلافتِ حقہ کی اس عملی زندگی کی نظیر جو اس سلسلہ میں اسلام کی تاریخ پیش کرتی ہے کس قوم اور کس مذہب کی تاریخ میں موجود ہے؟

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ اگر تم سچے ہو تو اس کے مقابلہ میں، اپنی دلیل پیش کرو

وَ اٰخِرُ عَوَانٍ اِلٰى حَمْدِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ



## مصنف کی دیگر تصانیف

مالا بار میں اسلام -

مالا بار علاقہ مدراس میں اسلام کی اشاعت کی تبلیغ۔ راجہ چیرامن پیردل کا قبول اسلام۔ معجزہ شوق الفکر کی تاریخی بحث۔ مسلم تیا حوں اور تاجروں کے ذریعہ تبلیغ اسلام۔ اس سلسلہ کی بہترین مختصر دستاویز تاریخ ہے اور قابل دید کتاب ہے۔ قیمت ۳ روپے

حفظ الرحمن المذہب النعمان

احادیث کے مختلف فیہ مباحث پر محاکمہ ہے تقلید سے متعلق گراؤ نقد و معلومات کا ذخیرہ ہے۔ حقیقت کی مانند میں مناظرانہ رنگ میں لکھی گئی ہے۔ ریجنن نمائندہ نیز ناسیٹ مدراس نے طبع کرائی ہے قیمت ۱۰ روپے

بشارات النبی

چھٹی صدی عیسوی کے ایک نو مسلم عیسائی مسیحا نے جنس کنڈلی نے اس موضوع پر مختصر مگر مستند سالہ لکھا ہے اور اپنے قبول اسلام کے دو بیچ حالات بھی لکھے ہیں یہ کتاب فریج زبان کی ایک ضخیم کتاب میں ضمیمہ کے طور پر شائع ہوئی تھی۔ محنت سے حاصل کر کے بہت بہترین مقدمہ اور فریدہ اضافوں کے ساتھ غفریب طبع ہو رہی ہے۔

دہلی اور مجلس قاسم المعادہ لہندہ اور دیگر اسلامی کتب خانوں

نور البصر فی سیرۃ خیر البشر محمد بن رسول کریم

سیرۃ نبوی پر اپنے طرز میں یہ پہلی تصنیف ہے۔ جو بعض اکابر کے ارشاد پر مخصوص طور سے مدراس اسلامیہ اور اسکولوں میں راج نصاب ہونا اور عام طور پر تمام مسلمان بچوں اور عورتوں کے مطالعہ کے لئے تالیف کی گئی ہے۔

نہایت سہل اور سلیس صاف اردو میں تمام حالات کو تفصیل سے درج کیا گیا ہے۔ شروع میں مقدمہ سیرۃ جو تاریخی طرز میں ہے اور آخر میں جو اصح الکلم اور شامل نبوی کا بیش قیمت اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

یہ سیرۃ اب تک بہت زیادہ مقبول ہوئی ہے اور اسکے طرز اور اس رسالت معنائیں کو نہایت پسند کیا جا رہا ہے

سہارنپور اور دہلی وغیرہ کے متعدد مدراس اسلامیہ اور ہائی اسکولوں کے اسلامی نصاب تعلیم میں داخل ہو چکی ہے۔ بعض دیگر زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ ہو رہا ہے

علمی نے اس کو خاص اہتمام سے عمدہ کاغذ پر دیکڑی زیب طبع کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اسلامی اخبارات سائل نے اس پر بہت ہی عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ حجم تقریباً تین سو صفحات قیمت صرف بارہ آنہ ۱۲ روپے

علاوہ تینہ ذیل کے یہ کتابیں مجلس علمی ڈاہل سے مل سکتی ہیں۔

ملنے کا یہ

مفتی مکتبہ اسلامیہ ہارہ ضلع جندولہ (پوئی)